الله

العافية
فی شرح
الكافية

ابو حسان محمد انصر خان عطاری مدنی عفی عنه

حالات مصنف

نام: جمال الدین ابو عمرو عثمان بن ابی بکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف ابن حاجب

تاریخ پیدائش: آپ ۵۷۰ ہجری کے اواخر میں مصر کے قصبہ اسنامی میں پیدا ہوئے۔

ابن حاجب کہنے کی وجہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد صاحب بادشاہ عزالدین کے دربان تھے۔اور چونکہ دربان کو عربی میں حاجب بولتے ہیں اس لئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ابن حاجب بھی کہا جاتا ہے۔

علمی مقام: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقلد تھے۔اور آپ نے ابو منصور انباری سے علم فقہ حاصل کیا جبکہ قرأۃ امام شاطبی سے سیکھی۔تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ جامع مسجد دمشق میں مسند تدریس پر فائز رہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہر فن میں ماہر تھے مگر نحو میں سب سے زیادہ شہرت رکھتے تھے۔

قوت حافظہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کمال قوت حافظہ سے نوازا تھا چنانچہ ایک مرتبہ آپ کشتی میں سفر فرمارہے تھے اسی کشتی میں موجود ایک آدمی کے پاس کسی کتاب کا ایک قلمی نسخہ تھا جسے آپ نے پڑھنے کے لئے اس سے حاصل کیا چونکہ کتاب میں بہت زیادہ غلطیاں تھیں اس لئے آپ نے اسے پانی میں ڈبو دیا۔اس آدمی نے جب دیکھا تو اسے بہت رنج ہوا کہ میری برسوں کی محنت ضائع ہوگئی۔آپ نے جب اس کا رنج دیکھا تو کہا اگر تمہیں اپنی کتاب چاہیے تو لکھنا شروع کرو میں تمہیں تمہاری مکمل کتاب ابھی لکھوا دیتا ہوں چنانچہ آپ نے اپنے قوت حافظہ کی مدد سے اسے مکمل کتاب لکھوا دی۔

تصنیفات: اگرچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیگر علوم میں کافی مہارت رکھتے تھے لیکن علم نحو میں آپ کی شہرت زیادہ ہے۔آپ کی تصنیفات میں زیادہ مشہور کتاب "**الکافیہ**" ہے جو جاراللہ زمخشری کی "**مُفَصَّل**" نامی کتاب کی تلخیص ہے۔علامہ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی اسی کتاب کی شرح "**شرح ملا جامی**" تحریر فرمائی ہے۔

دیگر چند تصانیف: المختصر فی الاصول، جمال العرب فی علم الادب، المقصد الجلیل فی علم الخلیل، شافیہ، منتھی السوال والامل فی علم الاصول والجدل، الامالی النحویہ، جامع الامہات۔

وفات: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۶ شوال ۶۴۶ سن ہجری بروز جمعرات ۷۲ سال کی عمر پا کر اسکندریہ کے مقام پر وفات پائی۔

مبادیات نحو

تعریف، غرض وغایت اور موضوع، کسی بھی فن اور علم کی بنیادی اوراہم چیزوں میں شمار کیے جاتے ہیں لہٰذا سب سے پہلے انہیں کے بارے میں جانتے ہیں۔ چنانچہ،

نحو کی تعریف:

هُوَعِلْمٌ بِاُصُوْلٍ يُعْرَفُ بِهَااَحْوَالُ اَوَاخِرِالْكَلِمِ الثَّلَاثِ مِنْ حَيْثُ الْاِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةُ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَامَعَ بَعْضٍ(ایسے اصولوں کا علم جن کی وجہ سے اعراب اور بناء کے اعتبار سے تینوں کلموں کے آخر کے احوال اور بعض کلموں کی بعض کے ساتھ ترکیب کی کیفیت کو جانا جاتا ہے۔)

سوال:

نحو کی تعریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ علم نحو پڑھنے والے کلمات ثلاثہ کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور کلمات ثلاثہ کے اعراب میں کوئی غلطی نہیں کرتے جبکہ بہت سے لوگ نحو پڑھنے کے باوجود بھی کلمات ثلاثہ کے اعراب میں غلطی کرتے ہیں؟

جواب:

نحو کی جو تعریف بیان کی گئی ہے اس میں "**استحضار**" مضاف مقدر ہے تقدیری عبارت یوں ہے "**ھوعلم باصول یعرف باستحضارھااحوال اواخرالکلم الثلاث۔۔۔الخ**"(یعنی نحو ایسے اصولوں کا علم ہے جن کے استحضار سے کلمات ثلاثہ کے اواخر کے احوال کو جانا جاتا ہے۔)اور جب اصول مستحضر ہوں تو غلطی بھی نہیں ہوتی۔

موضوع:

اَلْكَلِمَةُ وَالْكَلَامُ

سوال:

علم نحو کے دو موضوع ذکر کیے ہیں لہٰذا علم بھی دو ہونے چاہیے تھے کیونکہ تعدد موضوع(یعنی موضوع کا متعدد ہونا)تعدد علم(یعنی علم کے متعدد ہونے)کو مستلزم ہے یا پھر موضوع ایک ہونا چاہیے تھا؟

جواب:

تعدد کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور معنوی،

تعدد لفظی: وہ ہے جس میں لفظ دو ہوں اور معنیٰ ایک ہو جیسے **جَالِسٌ** اور **قَاعِدٌ**۔ یہ دو لفظ ہیں جبکہ معنیٰ دونوں کا ایک ہی ہے۔

تعدد معنوی: وہ ہے کہ جس میں لفظ بھی دو ہوں اور معنیٰ بھی دو ہوں جیسے **قَائِمٌ** اور **قَاعِدٌ**۔ یہاں لفظ بھی دو ہیں اور معنیٰ بھی دو ہیں۔ اور ہم نے نحو کا موضوع بیان کرتے ہوئے تعدد لفظی مراد لیا ہے جس سے تعدد علم لازم نہیں آتا کیونکہ کلمہ اور کلام سے مراد وہ لفظ ہے جو موضوع للمعنی ہے۔

سوال:

جب کلمہ اور کلام دونوں علم نحو کے موضوع ہیں تو کلمہ کو کلام پر مقدم کیوں کیا حالانکہ کلام مفید ہے اور کلمہ غیر مفید؟

جواب:

افرادِ کلمہ افرادِ کلام کا جزء ہیں اسی طرح مفہوم کلمہ، مفہوم کلام کا جزء ہے اور طبعاً جزء کل پر مقدم ہوتا ہے لہٰذا کلمہ کو وضعاً بھی کلام پر مقدم کیا تاکہ وضع طبع کے موافق ہو جائے۔

غرض وغایت:

صِيَانَةُ الذِّهْنِ[1] **عَنِ الْخَطَاءِ اللَّفْظِي فِي كَلَامِ الْعَرَبِ مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ** (اعراب کے اعتبار سے کلام عرب میں ذہن کو لفظی غلطی سے بچانا۔)

سوال:

اگر **صیانۃ الذھن** میں مصدر کی اضافت فاعل کی طرف کریں تو ترجمہ بنتا ہے ذہن کا خطاء لفظی سے بچنا، جبکہ حقیقت میں تو زبان خطاء لفظی سے بچتی ہے نہ کہ ذہن، کیونکہ زبان ہی تلفظ کرتی ہے، لہٰذا صیانۃ الذھن کے بجائے صیانۃ اللسان کہنا چاہیے؟

جواب:

[1]: "صِيَانَةُ الذِّهن" میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے یا فاعل کی طرف ہے اگر مفعول کی طرف ہو تو ترجمہ ہو گا ذہن کو بچانا۔ اور اگر فاعل کی طرف ہو تو ترجمہ ہو گا ذہن کا بچنا۔

حقیقت میں ذہن ہی خطاء لفظی سے بچتاہے ہے زبان تو صرف اس کی ترجمانی کرتی ہے لہٰذا "صیانۃ الذھن" کہنے میں کوئی خرابی نہیں ہے۔اوراگر آپ کی بات مان بھی لی جائے توہم اس کا جواب یہ دینگے کہ اس عبارت میں مضاف مقدر ہے۔تقدیری عبارت اس طرح ہے "صِیَانَۃُ مُبَیِّنِ الذِّھَنِ "یعنی ذہن کے مبین کا بچنا،اورذہن کا مُبَیِّن (یعنی بیان کرنے والی)زبان ہے۔

ابوحسان محمد انصر خان عطاری مدنی عفی عنہ

متن: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان نہایت رحم والا)

اعتراض نمبر 1: مصنف نے اپنی کتاب کا آغاز "بسم اللہ" سے کیوں کیا؟ حالانکہ یہ نحو کی کتاب ہے لہٰذا شروع میں نحو کے مسائل ذکر کرنے چاہیے تھے؟

جواب: کتاب کی ابتداء تسمیہ سے کرنے کی چند وجوہات ہیں:

1۔ کلام اللہ کی اقتداء کرتے ہوئے شروع میں تسمیہ ذکر کی۔ 2:۔ حدیث پاک کی اتباع کرتے ہوئے تسمیہ سے ابتداء کی، چنانچہ حدیث پاک میں ہے: "كُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَاۡ بِبِسۡمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقۡطَعُ اَوۡ اَبۡتَرُ" (یعنی ہر وہ کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ ناتمام ہے۔) 3:۔ سلف صالحین کی تصنیفات کے اسلوب کی پیروی کرتے ہوئے تسمیہ سے ابتداء کی۔ 4:۔ اللہ کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے تسمیہ سے ابتداء کی۔

اعتراض نمبر 2: حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ " كُلُّ اَمۡرٍ ذِیۡ بَالٍ لَمۡ یُبۡدَاۡ فِیۡهِ بِحَمۡدِ اللّٰهِ فَهُوَ اَجۡزَمُ " (یعنی ہر وہ کام جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد سے ابتداء نہ کی جائے وہ ناتمام ہے۔) لہٰذا مصنف کو چاہیے تھا کہ وہ تسمیہ کے بعد حمد بھی ذکر کرتے جبکہ مصنف نے ایسا نہیں کیا کیوں؟

جواب: اس کے دو جواب ہوسکتے ہیں: 1۔ مصنف نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان خطوط کی پیروی کی ہے جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حمد کے بجائے تسمیہ سے ابتداء کی ہے۔ 2:۔ کافیہ، چونکہ متن ہے اور متون میں اختصار مطلوب ہوتا ہے لہٰذا اختصار کے پیش نظر مصنف نے تحریر کے بجائے قول سے حمد کر لی۔

لفظ اللہ:

"هُوَ اسۡمٌ لِلذَّاتِ الۡوَاجِبِ الۡوُجُوۡدِ الۡمُسۡتَجۡمِعِ لِجَمِیۡعِ صِفَاتِ الۡکَمَالِیَةِ" یعنی لفظ اللہ ایسی ذات کا اسم ہے جس کا وجود ضروری اور واجب ہے اور تمام صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے۔

تسمیہ میں اسم جلالت کو مقدم کرنے کی وجہ:

اللہ اسم جلالت چونکہ ذات پر دلالت کرتا ہے اور "الرحمٰن والرحیم"صفت پر،اور ذات صفت سے مقدم ہوتی ہے اس لئے اللہ اسم جلالت کو مقدم کیا۔

الرَّحْمٰن اور الرَّحِیْم کا اعراب:

دونوں کلموں پر تینوں اعراب جائز ہیں۔

رفع: مبتداء محذوف کی خبر واقع ہونے کی بنا پر جائز ہے،اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہو گی "بِسْمِ اللّٰہِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ"۔

نصب: "اَعْنِی" فعل مقدر ہونے کی بنا پر جائز ہے،اس صورت میں تقدیری عبارت ہوں ہو گی "بِسْمِ اللّٰہِ اَعْنِی الرَّحْمٰنَ الرَّحِیْمَ"۔

جر: لفظ اللہ سے صفت واقع ہونے کی بنا پر جائز ہے۔

متن: اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ

ترجمہ: کلمہ وہ لفظ ہے جو مفرد معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

الکلمۃ میں الف لام کونسا ہے؟

"**الکلمۃ**" کا الف لام، جنسی ہے۔

اعتراض:

آپ نے کہا کہ "**الکلمۃ**" میں الف لام جنسی ہے جبکہ اس کے آخر میں "ۃ" وحدت کی ہے اور جنس اور وحدت کے درمیان منافات اور تعارض ہوتا ہے کیونکہ جنس کثرت اور عموم چاہتی ہے جبکہ وحدت خصوص کا تقاضا کرتی ہے۔لہٰذا اس الف لام کو جنسی کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

جواب:

ہر وحدت، جنس کے ساتھ منافات اور تعارض نہیں رکھتی کیونکہ وحدت کی کئی قسمیں ہیں:

1۔**وحدت فردی:** جو فرد معین کو شامل ہو جیسے زَیۡدٌ اور فَاطِمَۃ۔

2:۔**وحدت جنسی:** جو ایک جنس کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے اِمۡرَأَۃٌ اور رَجُلٌ۔

3:۔**وحدت نوعی:** جو ایک نوع کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے اِنۡسَانٌ۔اور الکلمۃ میں "ۃ" وحدت جنسی ہے اور چونکہ جنس اور وحدت جنسی کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔لہٰذا آپ کا اعتراض واقع نہیں ہوتا۔

کلم، جنس ہے یا جمع؟

"الکلمۃ" میں "کَلِم" جنس ہے یا جمع؟ جمہور نحاۃ کلم کو جنس قرار دیتے ہیں جبکہ بعض نحاۃ "کلم" کو جمع قرار دیتے ہیں۔

جمہور کی دلیلیں:

1: قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا: "اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ" اس آیت میں "الطیب، الکلم" کی صفت ہے۔اگر "الکلم" جمع ہوتا تو اس کی صفت "اَلطَّیِّبَۃُ یا اَلطَّیِّبَاتُ" آتی کیونکہ موصوف اور صفت میں مطابقت ہونا ضروری ہوتا ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ "کلم" جمع نہیں بلکہ جنس ہے کہ جنس کا اطلاق مفرد، تثنیہ اور جمع سب پر علی التسویہ (یعنی برابر برابر) ہوتا ہے لہٰذا اس کی صفت کا مفرد ہونا صحیح ہے۔

2: کَلِمٌ، بروزن فَعِلٌ جنس ہے جمع نہیں کیونکہ فَعِلٌ جمع کے اوزان میں سے نہیں ہے۔

بعض نحاۃ کے دلائل:

1: "اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ" میں اَلطَّیِّبُ، اَلۡکَلِمُ کی صفت نہیں ہے بلکہ اَلطَّیِّبُ کا موصوف مقدر ہے تقدیری عبارت اس طرح ہے "اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ بَعۡضُ الۡکَلِمِ الطَّیِّبُ" تو "اَلطَّیِّبُ، بَعۡضُ" کی صفت ہے نہ کہ الکلم کی۔

2: "کَلِم" کا اطلاق تین یا تین سے زیادہ افراد پر ہوتا ہے لہٰذا "کلم" جمع ہے۔

جمہور کی طرف سے جواب:

" کلم "کا تین یا تین سے زیادہ پر اطلاق باعتبار استعمال ہے اصل وضع کے اعتبار سے نہیں کیونکہ اصل وضع کے اعتبار سے "کلم" کا اطلاق ایک، دو اور تین سب پر برابر ہے اور اعتبار اصل وضع کا ہوتا ہے لہٰذا "کلم "جنس ہے جمع نہیں۔

"لفظ" کی تشریح:

لفظ کا لغوی معنی ہے مطلقاً پھینکنا، خواہ منہ سے ہو یا غیر منہ سے، لفظ ہو یا غیر لفظ۔

منہ سے لفظ پھینکنے کی مثال: زَیْدٌ قَائِمٌ۔

منہ سے غیر لفظ پھینکنے کی مثال: اَکَلْتُ التَّمْرَۃَ وَلَفَظْتُ النَّوَاۃَ۔

غیر منہ سے غیر لفظ پھینکنے کی مثال: لَفَظَتِ الرَّحیٰ الدَّقِیْقَ۔

لفظ کا اصطلاحی معنی: مَا یَتَلَفَّظُ بِهِ الْاِنْسَانُ حَقِیْقَةً کَانَ التَّلَفُّظُ اَوْ حُکْمًا وَقَلِیْلًا کَانَ الْمُتَلَفَّظُ بِهِ اَوْ کَثِیْرًا مُھْمَلًا کَانَ اَوْ مَوْضُوْعًا مُفْرَدًا کَانَ اَوْ مُرَکَّبًا (یعنی لفظ وہ کلمہ ہے جس کا انسان تلفظ کرے وہ تلفظ حقیقۃ ہو یا حکماً اور جس چیز کا تلفظ کیا جائے وہ قلیل ہو یا کثیر، مہمل ہو یا موضوع، مفرد ہو یا مرکب۔)

اعتراض:

اَلْکَلِمَۃُ مبتدا ہے جو مؤنث ہے جبکہ لَفْظٌ اس کی خبر ہے جو مذکر ہے حالانکہ مبتدا اور خبر کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت ضروری ہوتی ہے؟

جواب:

مبتدا اور خبر کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت کے لیے پانچ شرائط ہیں:

1: جو چیز خبر بن رہی ہو وہ مشتق یا مشتق کے حکم میں ہو جیسے اسم منسوب۔

2: اس میں ایک ضمیر ہو جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہو۔

3: وہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مساوی نہ ہو جیسے جَرِیْحٌ

4: وہ اسم تفضیل مُسْتَعْمَل بِمِنْ نہ ہو جیسے اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

5: وہ مؤنث کے ساتھ مختص نہ ہو جیسے اَلِامْرَأَۃُ حَائِضٌ

"مفرد" کا لغوی واصطلاحی معنی:

لفظ "مفرد، باب افعال سے اسم مفعول کا صیغہ ہے اس کا لغوی معنی ہے اکیلا کیا ہوا، اور اصطلاح نحو میں اس کا معنی ہے **مَالَا يَدُلُّ جُزْءُ لَفْظِهٖ عَلٰى جُزْءِ مَعْنَاهُ** یعنی مفرد وہ لفظ ہے جس کے اجزاء اس کے معنی کے اجزاء پر دلالت نہ کرتے ہوں جیسے کُرَّاسَۃٌ مفرد لفظ ہے اس کا معنی ہے کاپی، لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہو سکتا کہ کاف سے کاپی کی جلد، اور راء سے اس کے اوراق اور الف اور سین وغیرہ سے اس کی سطریں۔ بلکہ پورے حروف کا مجموعہ اپنے معنی پر دلالت کر رہا ہے اس کے اجزاء معنی کے اجزاء پر دلالت نہیں کر رہے۔

"مفرد" کا ترکیبی اعتبار سے اعراب:

مفرد پر تینوں اعراب یعنی رفع، نصب اور جر داخل ہو سکتے ہیں۔ **رفع کی صورت میں** ما قبل "لَفْظٌ" کی صفت ثانی بنے گا اور ترجمہ یہ ہو گا ایسا مفرد لفظ جس کو کسی معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

نصب کی صورت میں دو احتمال ہوں گے:

1۔ "وُضِعَ" کی ضمیر نائب الفاعل سے حال واقع ہو گا۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کلمہ ایسا لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو در حال کہ وہ لفظ مفرد ہو۔

2:۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ "معنی" سے حال واقع ہو رہا ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کلمہ ایسا لفظ ہے جس کو وضع کیا گیا ہو معنی کے لئے اس حال میں کہ وہ معنی مفرد ہو۔

جر کی صورت میں "لِمعنی" مجرور کے لئے صفت واقع ہو گا اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا کلمہ ایسا لفظ ہے جس کو مفرد معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

متن: وَهِيَ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ تَدُلَّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا اَوْلَا اَلثَّانِيْ اَلْحَرْفُ وَالْاَوَّلُ اِمَّا اَنْ يَقْتَرِنَ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلٰثَةِ اَوْلَا اَلثَّانِيْ اَلْاِسْمُ وَالْاَوَّلُ اَلْفِعْلُ وَقَدْ عُلِمَ بِذٰلِكَ حَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا

ترجمہ: اور یہ اسم، فعل اور حرف ہے کیونکہ یا تو وہ فی نفسہ کسی معنی پر دلالت کرے گا یا نہیں دوسری صورت میں حرف ہے اور پہلی صورت میں یا تو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہو گا یا نہیں دوسری صورت میں اسم جبکہ پہلی صورت میں اسم ہو گا۔ اور اسی سے ان میں سے ہر ایک کی حد بھی پہچان لی گئی۔

تشریح:

مصنف علیہ الرحمہ کلمہ کی تعریف سے فارغ ہو کر اپنا دعویٰ پیش کر رہے ہیں کہ کلمہ کی تین قسمیں ہیں نہ اس سے کم ہو سکتی ہیں نہ زیادہ، اور وہ تین قسمیں اسم، فعل اور حرف ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے دعویٰ کی دلیل اور ان تینوں قسموں میں وجہ حصر بیان فرما رہے ہیں۔

متن: اَلْكَلَامُ مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ وَلَا يَتَاَتّٰى ذَالِكَ اِلَّا فِي اِسْمَيْنِ اَوْ اِسْمٍ وَفِعْلٍ

ترجمہ: کلام وہ ہے جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ شامل ہو اور یہ صورت نہیں ہوتی مگر دو اسموں یا ایک اسم اور فعل میں۔

تشریح:

کلام کا لغوی معنی: مَا يُتَكَلَّمُ بِهٖ قَلِيْلًا كَانَ اَوْ كَثِيْرًا یعنی کلام وہ لفظ ہے جس پر تکلم کیا جائے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔

کلام کی اصطلاحی تعریف: اَلْكَلَامُ مَا تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ یعنی کلام وہ لفظ ہے جو (کم از کم) دو کلموں کو اسناد کے ساتھ شامل ہو۔

اسناد کی تعریف: " نِسْبَتُ اِحْدَی الْکَلِمَتَیْنِ اِلَی الْاُخْریٰ بِحَیْثُ یُفِیْدُالْمُخَاطَبَ فَاِیْدَۃً تَامَّۃً وَیَصِحُّ السُّکُوْتُ عَلَیْھَا " یعنی اسنادیہ ہے کہ دوکلموں میں سے ایک کلمہ کی دوسرے کی طرف ایسی نسبت کرناجو مخاطب کو پوراپورافائدہ دے اوراس پر سکوت صحیح ہو جیسے زَیْدٌعَالِمٌ وغیرہ۔

کلام بنانے کے دوطریقے: مصنف علیہ الرحمہ نے کلام بنانے کے صرف دوطریقے بیان کیے ہیں:

پہلاطریقہ: دواسموں کوملاکرکلام بنایاجائے کیونکہ کلام میں دوچیزوں کاہوناضروری ہے مسنداور مسندالیہ اوراسم چونکہ مسنداور مسندالیہ دونوں بن سکتاہے تودونوں میں سے ایک کومسنداوردوسرے کومسندالیہ بناکرکلام بنادینگے جیسے زَیْدٌ تِلْمِیْذٌ۔

دوسراطریقہ: ایک اسم اورایک فعل کوملاکرکلام بنایادیاجائے وہ اس طرح کہ فعل کومسنداوراسم کومسندالیہ بنایاجائے جیسے قَرَأَزَیْدٌ۔

کلام کی تعریف میں فوائدوقیود:

"الکلام" معرف ہے اوراس میں کلمہ "ما" جنس ہے جو مہملات، مفردات، مرکبات کلامیہ، غیرکلامیہ یعنی مرکب تام اورمرکب ناقص سب کوشامل ہے۔"تضمن کلمتین"فصل اول ہے اس کی وجہ سے کلام کی تعریف سے مہملات اورمفردات دونوں خارج ہوگئے۔"بالاسناد"فصل ثانی ہے جس کے ذریعے مرکبات غیرکلامیہ یعنی مرکبات ناقصہ مثلاً کِتَابُ زَیْدٍ وغیرہ خارج ہوگئے۔

متن: اَلْاِسْمُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِی نَفْسِہٖ غَیْرَمُقْتَرِنٍ بِاَحَدِالْاَزْمِنَۃِ الثَّلٰثَۃِ وَمِنْ خَوَّاصِہٖ دُخُوْلُ اللَّامِ وَالْجَرِّوَالتَّنْوِیْنِ وَالْاِضَافَۃُ وَالْاِسْنَادُاِلَیْہِ

ترجمہ: اسم وہ ہے جو فی نفسہ کسی ایسے معنی پر دلالت کرے جو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی نہ ملاہو۔اوراس کے خواص میں سے لام، جراور تنوین کاداخل ہونااضافت اورمسندالیہ ہوناہے۔

تشریح:

اسم کی تعریف میں "ما" سے مراد "کلمہ" ہے۔

اعتراض:

اسم کی تعریف میں "دَلَّ" میں ھو ضمیر فاعل ہے جو کہ مذکر ہے اور اگر "ما" سے مراد "کلمۃ" لیں تو راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں رہے گی کیونکہ اس صورت میں راجع مذکر کی ضمیر ہو گی جبکہ مرجع مؤنث ہو گا لہٰذا "ما" سے "کلمۃ" مراد لینا درست نہیں ہے؟

جواب:

"دَلَّ" کے اندر ضمیر "کلمۃ" کی طرف نہیں بلکہ "ما" کی طرف لوٹ رہی ہے کیونکہ "ما" لفظ کے اعتبار سے مذکر اور معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے اور جو ایسا لفظ ہو اس کی طرف مذکر اور مؤنث دونوں کی ضمیریں لوٹ سکتی ہیں۔ لہٰذا آپ کا اعتراض درست نہیں ہے۔

ترکیبی اعتبار سے "غیر" کا اعراب:

اسم کی تعریف میں لفظ "غیر" پر تینوں اعراب داخل ہو سکتے ہیں۔ مرفوع ہو تو "الاسم" کی خبر ثانی ہے۔ منصوب ہو تو "معنی" سے حال بنے گا یا "مَادَلَّ" سے مستثنیٰ ہو گا اور مجرور ہو تو "معنی" کی صفت بنے گا۔

اسم کی تعریف میں فوائد و قیود:

"الاسم ما دل علی معنی فی نفسہ غیر مقترن باحد الازمنۃ الثلثۃ" میں "الاسم" مُعَرَّف، جبکہ بقیہ اس کی تعریف ہے اس میں "ما" جنس ہے جو کہ کلمہ کی تینوں قسموں یعنی اسم، فعل اور حرف سب کو شامل ہے اور "دل علی معنی فی نفسہ" اس کے لئے فصل اول ہے جس کی وجہ سے حرف اس تعریف سے نکل گیا لیکن ابھی تک فعل باقی تھا کہ "غیر مقترن باحد الازمنۃ الثلثۃ" جو کہ فصل ثانی ہے کی وجہ سے فعل بھی نکل گیا اس لئے کہ وہ مقترن بالزمان ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ تعریف اسم کے ساتھ خاص ہو گئی۔

خاصہ کا معنیٰ:

خاصہ کا لغوی معنیٰ ہے "اَلْاَمْرُ الْمُخْتَصُّ بِالشَّیءِ "یعنی کسی چیز کا کسی چیز کے ساتھ خاص ہونا۔

خاصہ کا اصطلاحی معنیٰ:"خَاصَۃُ الشَّیءِ مَاتُوجَدُ فِیہِ وَلَاتُوجَدُفِی غَیرِہٖ"یعنی کسی چیز کا خاصہ وہ ہے جو صرف اسی چیز میں پایا جائے اس کے علاوہ کسی اور چیز میں نہ پایا جائے۔

مصنف نے خواص کا لفظ کیوں ذکر کیا؟

مصنف علیہ الرحمہ نے اسم کے خواص بیان کرتے ہوئے" خَوَّاص "جمع منتہی الجموع کا صیغہ استعمال کیا اوراس سے پہلے مِنْ تَبْعِیْضِیَہ ذکر کر کیا اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو یہ کہ اسم کے کثیر خواص ہیں اسی لئے جمع منتہی الجموع کا صیغہ استعمال کیا اوراس سے پہلے مِنْ تَبْعِیْضِیَہ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہاں ان خواص میں سے چند ذکر کیے جائینگے۔

دخول اللام:

دَخُوْلُ اللَّامِ ذکر کر کے مصنف علیہ الرحمہ نے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے:1۔بعض نحویوں کے نزدیک دَخُوْلُ اللَّامِ کے بجائے الف اور لام دونوں اکٹھے اسم کا خاصہ ہیں تو مصنف علیہ الرحمہ نے دَخُوْلُ اللَّامِ ذکر کر کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کر دیا۔2:۔دَخُوْلُ اللَّامِ کہہ کر مصنف علیہ الرحمہ نے اپنا مؤقف بیان کر دیا کہ ان کے نزدیک ان نحویوں کا قول راجح ہے جو دَخُوْلُ اللَّامِ کو اسم کا خاصہ کہتے ہیں۔

دخول اللام میں نحویوں کا اختلاف:

اس بارے میں تین قول ہیں:(1)سیبویہ کے نزدیک حرف تعریف صرف لام ہے لیکن ابتداء بالسکون کے محال ہونے کی وجہ سے اس کے شروع میں الف لگا دیا جاتا ہے۔

(2) خلیل نحوی کے نزدیک الف لام دونوں حرف تعریف ہیں جس طرح ھَل میں دو حرف مل کر ایک حرفِ استفہام بنتا ہے اسی طرح الف لام بھی دونوں حرف مل کر ایک حرف تعریف بنتا ہے۔

(3) مبرد کے نزدیک حرف تعریف صرف الف ہے لیکن اس کو ہمزہ استفہام سے جدا کرنے کے لئے اس کے ساتھ لام ساکن لایا جاتا ہے۔

تنوین اپنی تمام اقسام کے ساتھ اسم کے خواص میں سے ہے سوائے تنوین ترنم کے کہ یہ تینوں اقسام پر داخل ہو جاتی ہے۔

اضافت سے کیا مراد ہے؟

اضافت سے مراد مضاف اور مضاف الیہ ہونا یہ دونوں اسم کے خواص میں سے ہیں۔

اعتراض:

اضافت اسم کے خواص میں سے نہیں ہے کیونکہ بعض اوقات فعل بھی مضاف الیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے "يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ" میں "يَوْمَ" مضاف اور "يَنْفَعُ" جملہ فعلیہ اس کے لئے مضاف الیہ ہے؟

جواب:

اس کا ایک تو یہ جواب ہے کہ ایسی مثالیں بہت کم ہیں اور حکم اکثر پر لگتا ہے اور دوسرا یہ کہ "يَنْفَعُ" اگرچہ صورۃ فعل ہے لیکن حقیقت میں بہ تاویل مصدر ہو کر اسم ہے لہٰذا عبارت یوں ہو جائیگی "يَوْمُ نَفْعِ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ"۔

متن: وَهُوَمُعْرَبٌ وَمَبْنِيٌّ فَالْمُعْرَبُ اَلْمُرَكَّبُ الَّذِيْ لَمْ يُشْبِهْ مَبْنِيَ الْاَصْلِ وَحُكْمُهٗ اَنْ يَّخْتَلِفَ آخِرُهٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا

ترجمہ: اور وہ معرب اور مبنی ہے پس معرب وہ مرکب ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو، اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے اختلاف کے ساتھ بدل جاتا ہے لفظی یا تقدیری طور پر۔

تشریح:

معرب کا لغوی معنی:

معرب اسم مشتق ہے جو باب افعال سے اسم مفعول اور اسم ظرف دونوں کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے واضح کیا ہوا یا واضح کرنے کی جگہ۔

معرب کی اصطلاحی تعریف:

بعض نحاۃ نے اس کی تعریف یوں کی ہے "هُوَمَا اِخْتَلَفَ آخِرُهٗ بِدُخُوْلِ الْعَوَامِلِ الْمُخْتَلِفَةِ عَلَيْهِ "یعنی معرب وہ اسم ہے جس کا آخر مختلف عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے۔اور مصنف علیہ الرحمہ نے معرب کی یہ تعریف بیان کی ہے" اَلْمُرَكَّبُ الَّذِيْ لَمْ يُشْبِهْ مَبْنِيَ الْاَصْلِ "یعنی معرب وہ مرکب ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے قَرَأَ زَيْدٌ میں زَيْدٌ معرب ہے اور جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو وہ مبنی ہو گا جیسے كَتَبَ هٰؤُلَاءِ میں هٰؤُلَاءِ مبنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ هٰؤُلَاءِ حروف کی طرح اپنا معنی ظاہر کرنے میں ضم ضمیمہ کا محتاج ہوتا ہے لہٰذا یہ مبنی ہے۔

اعتراض:

مصنف علیہ الرحمہ نے عام نحاۃ کی تعریف سے اعراض کیوں کیا؟

جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ عام نحاۃ نے معرب کی صفت اور عارض کو بیان کیا ہے جبکہ مصنف کی تعریف میں معرب کی ذات کو بیان کیا گیا ہے اور ذات صفت سے مقدم اور افضل ہوتی ہے لہٰذا مصنف علیہ الرحمہ نے دیگر نحاۃ کی تعریف سے اعراض کرکے معرب کی ذات کو آشکار کر دیا ہے۔

معرب کی تعریف میں فوائد و قیود:

"**المعرب**"معرف جبکہ "**المرکب**"فصل اول ہے جس کی وجہ سے تمام مفردات مثلاً اسماء اصوات،اسماء معدودہ،حروف ہجاء اور زید عمرو بکر وغیرہ خارج ہو گئے۔"**الذی لم یشبہ مبنی الاصل**"یہ فصل ثانی ہے جس کی وجہ سے وہ مرکبات بھی

خارج ہوگئے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہیں جیسے "قَامَ هٰؤُلَاءِ" میں "هٰؤُلَاءِ" اگرچہ اپنے عامل کے ساتھ مل کر مرکب ہے لیکن مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔

معرب کا حکم:

معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر مختلف عوامل کے داخل ہونے سے بدل جاتا ہے یہ بدلنا چاہے وہ لفظی طور پر ہو یا تقدیری طور پر۔

اعتراض:

معرب کا حکم بیان کرتے ہوئے مصنف نے "**العوامل**" کا لفظ استعمال فرمایا جو کہ جمع کا صیغہ ہے جس کے تحت کم سے کم تین افراد تو ضرور ہوتے ہیں تو گویا مطلب یہ ہوا کہ جب تک کسی معرب پر کم سے کم تین عوامل داخل نہ ہوں اس وقت تک اس کا آخر نہیں بدلے گا حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے؟

جواب:

آپ کی بات درست ہے لیکن "**العوامل**" میں الف لام جنسی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب جمع پر الف لام جنسی داخل ہو جائے تو وہ اس کی جمعیت باطل کر دیتا ہے لہٰذا "**العوامل**" اگرچہ جمع ہے لیکن اس سے مراد ایک ہی عامل ہے۔

لفظا اور تقدیرا کا اعراب:

یہ دونوں منصوب ہیں چند وجوہات کی بنا پر۔

(1) دونوں کو تمییز ہونے کی بنا پر منصوب ہیں کیونکہ یَخْتَلِفُ کی نسبت جو اپنے فاعل کی طرف ہو رہی ہے اس میں ابہام ہے کہ کس طرح اس کا آخر بدل جائے، تو اس ابہام کو دور کرنے کے لئے مصنف نے بطور تمییز لَفْظًا اَوْ تَقْدِیْرًا کو ذکر کیا۔

(2) یہ دونوں کان محذوف کی خبر ہیں لہٰذا عبارت یوں ہوگی: "وَحُكْمُهٗ اَنْ يَّخْتَلِفَ آخِرُهٗ بِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ لَفْظِيًّا كَانَ اْلِاخْتِلَافُ اَوْتَقْدِيْرِيًّا"

(3)اس عبارت میں مضاف محذوف ہے اصل عبارت یوں تھی "اَنْ یَّخْتَلِفَ آخِرُہٗ اِخْتِلَافَ لَفْظٍ اَوْ اِخْتِلَافَ تَقْدِیْرٍ "مضاف حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا اور مضاف والا اعراب مضاف کو دیدیا گیا۔

اسم معرب کا اعراب

اسم معرب کے آخر کے بدلنے کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور تقدیری

لفظی: وہ اعراب جو زبان سے ادا ہو سکے۔

تقدیری: وہ اعراب جو زبان سے ادا نہ ہو سکے بلکہ صرف عقل اس کی تبدیلی کو تسلیم کرلے۔

لفظی کی اقسام: لفظی اعراب کی دو قسمیں ہیں ذاتی اور صفتی پھر ان دونوں کی دو دو قسمیں ہیں حقیقی اور حکمی، اس طرح چار قسمیں بنتی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1)۔۔۔**لفظی ذاتی حقیقی:** جس میں معرب کی ذات یعنی آخری حرف حقیقی طور پر بدل جائے جیسے اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب (جَاءَنِی اَبُوْكَ وَرَأَيْتُ اَبَاكَ وَمَرَرْتُ بِأَبِيْكَ)

2)۔۔۔**لفظی ذاتی حکمی:** جس میں معرب کی ذات یعنی آخری حرف حقیقی طور پر نہیں بلکہ حکمی طور پر بدل جائے جیسے تثنیہ اور جمع اور ان کی تمام اقسام کا حالت نصبی اور جری کا اعراب (رَأَيْتُ تِلْمِيْذَيْنِ وَاثْنَيْنِ كِلَيْهِمَا، رَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ وَعِشْرِيْنَ أُولِي مَالٍ)

3)۔۔۔**لفظی صفتی حقیقی:** جیسے مفرد منصرف صحیح، جاری مجریٰ صحیح اور جمع مکسر کا اعراب (جَاءَنِي زَيْدٌ وَظَبْيٌ وَرِجَالٌ)

4)۔۔۔**لفظی صفتی حکمی:** جیسے غیر منصرف اور جمع مؤنث سالم کا حالت نصبی اور جری میں اعراب (رَأَيْتُ عُمَرَ وَمُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ وَمُسْلِمَاتٍ)

تقدیری کی اقسام: تقدیری کی دو اقسام ہیں تقدیری ذاتی اور تقدیری صفتی پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں تو یوں اس کی بھی چار قسمیں بن جائیں گیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1)۔۔۔تقدیری ذاتی حقیقی: جیسے جَاءَ اَبُو الْقَاسِمِ وَرَأَیْتُ اَبَا الْقَاسِمِ وَمَرَرْتُ بِاَبِی الْقَاسِمِ

2)۔۔۔تقدیری ذاتی حکمی: جیسے رَأَیْتُ مُقِیْمِیِ الصَّلَاۃِ وَمَرَرْتُ بِمُقِیْمِیِ الصَّلَاۃِ

3)۔۔۔تقدیری صفتی حقیقی: جیسے جَاءَ فَتًی وَرَأَیْتُ فَتًی وَمَرَرْتُ بِفَتًی

4)۔۔۔تقدیری صفتی حکمی: جیسے رَأَیْتُ حُبْلٰی وَمَرَرْتُ بِحُبْلٰی۔

متن: اَلْاِعْرَابُ مَا اخْتَلَفَ آخِرُہٗ بِہٖ لِیَدُلَّ عَلَی الْمَعَانِی الْمُعْتَوِرَۃِ عَلَیْہِ وَاَنْوَاعُہٗ: رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَرٌّ، فَالرَّفْعُ عَلَمُ الْفَاعِلِیَّۃِ، وَالنَّصْبُ عَلَمُ الْمَفْعُوْلِیَۃِ، وَالْجَرُّ عَلَمُ الْاِضَافَۃِ، وَالْعَامِلُ مَا بِہٖ یَتَقَوَّمُ الْمَعْنَی الْمُقْتَضِی لِلْاِعْرَابِ

ترجمہ: اعراب وہ ہے جس کے ذریعے اسم معرب کا آخر تبدیل ہو تا کہ وہ ان معانی پر دلالت کرے جو یکے بعد دیگرے اسم معرب پر وارد ہوتے ہیں، اوراس کی انواع رفع، نصب اور جر ہیں۔ پس رفع فاعلیت، نصب مفعولیت جبکہ جر اضافت کی علامت ہے۔ اور عامل وہ چیز ہے جس کی وجہ سے وہ معنی حاصل ہوتا ہے جو اعراب کا تقاضا کرتا ہے۔

اعراب کی تعریف:

مصف علیہ الرحمہ معرب کی تعریف بیان کرنے کے بعد اعراب کی تعریف بیان کررہے ہیں کہ اعراب ہر وہ حرف یا حرکت ہے جس کی وجہ سے اسم معرب کا آخر بدل جائے جیسے جاءنی زید،رأیت زیدا،مررت بزید۔ان مثالوں میں "جاء" عامل ہے اور"زید" معمول ہے اوراس کا آخری حرف یعنی دال محل اعراب ہے اوراس پر رفع ،نصب اور جر اعراب ہیں ۔اعراب حرفی کی مثالیں جیسے جاءنی ابوك،رأیت اباك اورمررت بابیك

اعتراض:

المعتورۃ باب افتعال سے فعل متعدی کا اسم فاعل ہے اور فعل متعدی کے متعلق قاعدہ ہے کہ اس کے صلہ پر "عَلٰی" داخل نہیں ہوتا جبکہ مذکورہ عبارت میں اس قاعدہ کے خلاف کیا گیاہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

"اَلْمُعْتَوِدَۃ "اسم فاعل کا صیغہ "وُرُوْد" کے معنی میں ہے۔اور"وُرُوْد"لازم ہے لہٰذا اس کے صلہ پر"علی" داخل ہو سکتا ہے۔

اعراب کی انواع:

اعتراض:

مصنف علیہ الرحمہ نے اعراب کی تین انواع کیوں بیان کی ہیں؟ جبکہ حقیقت میں چار قسمیں بنتی ہیں رفع، نصب، جر اور جزم۔

جواب:

جزم صرف فعل کے ساتھ خاص ہے اسم کے تین ہی اعراب ہیں۔اور یہاں اسم کے اعراب کو بیان کرنا مقصود تھا اس لئے اسم کے اعراب بیان کر دیئے جو کہ تین ہیں۔

اعتراض:

مصنف علیہ الرحمہ نے "وانواعہ"کیوں کہا یہ بھی تو کہہ سکتے ہیں واقسامہ؟

جواب:

اس میں ایک نکتہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا اور وہ یہ ہے کہ ہر نوع کے تحت کئی افراد ہوا کرتے ہیں اور یہاں بھی تینوں انواع کے تحت افراد موجود ہیں وہ اس طرح کہ رفع کے تحت تین افراد ہیں: واؤ، الف اور ضمہ۔اور نصب کے تحت چار افراد ہیں: یاء، الف، فتحہ اور کسرہ۔اور جر کے تحت تین افراد ہیں: یاء، فتحہ اور کسرہ۔

اعتراض:

فاعلیت اور مفعولیت دونوں میں یائے مشددہ لائے ہیں جبکہ اضافت میں ایسا نہیں کیا کیوں؟

جواب:

اس کی وجہ یہ ہے کہ فاعلیت اور مفعولیت میں مصدری معنی پیدا کرنا مقصود تھا جبکہ اضافت میں پہلے ہی مصدری معنی موجود ہے۔

مصدر کی اقسام: مصدر کی تین اقسام ہیں:

(۱) مصدر اصلی: وہ مصدر جو ایسے معنی پر دلالت کے جو ذات سے خالی ہو بشرطیکہ اس کے شروع میں میم نہ ہو اور آخر میں ایسی یاء مشددہ زائدہ بھی نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو جیسے عِلْمٌ، فَضْلٌ، فَهْمٌ وغیرہ۔

(۲) مصدر میمی: وہ مصدر جو ایسے معنی پر دلالت کے جو ذات سے خالی ہو اور اس کے شروع میں میم ہو اور آخر میں ایسی یاء مشددہ زائدہ بھی نہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو جیسے مَطْلَبٌ، مَعْدِلٌ، مَجْلَبَةٌ وغیرہ

(۳) مصدر صناعی: وہ مصدر جو ایسے معنی پر دلالت کے جو ذات سے خالی ہو اس کے شروع میں میم نہ ہو اور آخر میں ایسی یاء مشددہ زائدہ ہو جس کے بعد تاء تانیث ہو جیسے فاعل سے فَاعِلِيَّةٌ، مَفْعُوْلٌ سے مَفْعُوْلِيَّةٌ، وغیرہ۔ (آخری دونوں قسمیں قیاسی ہیں۔)

عامل: وہ ہے جس کی وجہ سے ایسا معنی حاصل ہوتا ہے جو اعراب کا تقاضا کرتا ہے، معنی مقتضی للاعراب سے فاعلیت، مفعولیت اوراضافت مراد ہے۔ جَاءَ زَيْدٌ میں جَاءَ عامل ہے کیونکہ زَيْدٌ میں فاعلیت کا معنی جَاءَ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جو مقتضی للاعراب ہے یعنی زَيْدٌ میں رفع کا مقتضی ہے۔

اعتراض:

عامل کی تعریف میں "یتقوم" بمعنی قیام ہے اور قیام ذوی الاجسام کی صفت ہے حالانکہ معنی ذوی الاجسام میں سے نہیں ہے۔

جواب:

"یتقوم" بمعنی "یحصل" ہے اور یہ ذِكْرُ الْمَلْزُوْمِ وَاِرَادَةُ اللَّازِمِ کے قبیل سے ہے۔

متن: فَالْمُفْرَدُ الْمُنْصَرِفُ، وَالْجَمْعُ الْمُكَسَّرُ الْمُنْصَرِفُ بِالضَّمَّةِ رَفْعًا وَالْفَتْحَةِ نَصْبًا وَالْكَسْرَةِ جَرًّا

ترجمہ: پس مفرد منصرف اور جمع مکسر کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی فتحہ کے ساتھ جبکہ حالت جری کسرہ کے ساتھ ہے۔

مفرد منصرف کی تعریف:

اَلْمُفْرَدُالْمُنْصَرِفُ هُوَالْاِسْمُ الَّذِیْ لَایَکُوْنُ مُثَنّٰی وَلَامَجْمُوْعًاوَلَاغَیْرَمُنْصَرِفٍ یعنی مفرد منصرف وہ اسم ہے جو تثنیہ، جمع اور غیر منصرف نہ ہو جیسے زَیْدٌ، رَجُلٌ وغیرہ۔

سوال:

مصنف علیہ الرحمہ نے عام نحاۃ کی طرح مفرد منصرف کے ساتھ صحیح کی قید نہی لگائی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

مصنف علیہ الرحمہ نے یہ اس لئے کیا تا کہ اس میں مفرد منصرف جاری مجریٰ صحیح بھی داخل ہو جائے۔

جمع مکسر کی تعریف:

اَلْجَمْعُ الْمُکَسَّرُ الْمُنْصَرِفُ هُوَالْجَمْعُ الَّذِیْ لَمْ یُسْلِمْ فِیْهِ بِنَاءُ الْوَاحِدِوَلَایَکُوْنُ غَیْرَمُنْصَرِفٍ یعنی جمع مکسر منصرف وہ اسم ہے جس میں واحد کی بنا سلامت نہ رہے اور وہ غیر منصرف بھی نہ ہو جیسے رِجَالٌ اور طَلَبَةٌ جو رَجُلٌ اور طَالِبٌ کی جمع ہیں۔

دونوں قسموں کا اعراب:

مذکورہ دونوں قسموں اور جاری مجریٰ کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ آتی ہے جیسے جَاءَنِی زَیْدٌوَرِجَالٌ وَهٰذَادَلْوٌ۔ اور حالت نصبی فتحہ کے ساتھ آتی ہے جیسے رَأَیْتُ زَیْدًاوَرِجَالًاوَدَلْوًا۔ اور حالت جری کسرہ کے ساتھ آتی ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَیْدٍوَرِجَالٍ وَدَلْوٍ۔

رفعا، نصبا اور جرا کے اعارب کی وجہ:

ان تینوں کو نصب دینے کی چند وجوہ ہیں:

(1) یہ تینوں مفعول فیہ ہیں اوران کا مضاف محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے۔ يُعْرَبَانِ بِالضَّمَّةِ حَالَةَ رَفْعٍ وَالْفَتْحَةِ حَالَةَ نَصْبٍ وَالْكَسْرَةِ حَالَةَ جَرٍّ۔ مضاف محذوف کردیا گیااور مضاف الیہ کواس کے قائم مقام ٹھہرادیااوراسے مضاف کا اعراب لگادیا۔

(2) یہ تینوں مفعول مطلق ہیں اوران کا مضاف محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے "يُعْرَبَانِ بِالضَّمَّةِ إِعْرَابَ رَفْعٍ وَبِالْفَتْحَةِ إِعْرَابَ نَصْبٍ وَبِالْكَسْرَةِ إِعْرَابَ جَرٍّ" مضاف حذف کرکے مضاف الیہ کواس کے قائم مقام ٹھہرادیااوراسے مضاف والا اعراب دیدیا۔

(3) یہ تینوں ترکیب میں حال واقع ہورہے ہیں وہ اس طرح کہ رفعا، نصبا اور جرا تینوں مصدر بمعنی مفعول ہیں تو گویا اصل عبارت یوں ہے "يُعْرَبَانِ بِالضَّمَّةِ حَالَ كَوْنِهِمَا مَرْفُوْعَيْنِ وَالْفَتْحَةِ مَنْصُوْبَيْنِ وَالْكَسْرَةِ مَجْرُوْرَيْنِ"

اعتراض:

رفع، نصب اور جر والا اعراب ان تینوں کو ہی کیوں دیا کسی اور کو بھی تو دے سکتے تھے؟

جواب:

اس لئے کہ یہ بقیہ اقسام کے مقابلے میں اصل ہیں اور رفع، نصب، جر بھی اعراب کی بقیہ قسموں کے مقابلے میں اصل ہیں تو اصل کو اصل دے دیا۔

متن: جَمْعُ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ بِالضَّمَّةِ وَالْكَسْرَةِ، غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ

ترجمہ: جمع مؤنث سالم کی حالت رفعی ضمہ اور حالت نصبی وجری کسرہ کے ساتھ آتی ہے جبکہ غیر منصرف کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ اور حالت نصبی وجری فتحہ کے ساتھ آتی ہے۔

جمع مؤنث سالم کی تعریف:

اَلَّذِیْ یَکُوْنُ جُمْعُہٗ بِالْاَلِفِ وَالتَّاءِ یعنی جمع مؤنث سالم جمع کا وہ صیغہ ہے جس کے آخر میں تاء اور الف ہو۔ چاہے اس کا مفرد مؤنث ہو یا مذکر۔ جیسے مُؤْمِنَۃٌ سے مُؤْمِنَاتٌ اور مَرْفُوْعٌ سے مَرْفُوْعَاتٌ۔

سوال:

جمع مؤنث سالم میں نصب کو جر کے تابع کیوں کیا؟

جواب:

جمع مؤنث سالم کی حالت نصبی و جری دونوں کسرہ کے ساتھ آتی ہیں مصنف نے نصب کو جر کے تابع اس لئے کیا کہ جمع مؤنث سالم، جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم میں نصب، جر کے تابع ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہی کیا تاکہ اصل اور فرع میں مطابقت ہو جائے۔

اعتراض:

جب یہ جمع مذکر سالم کی فرع ہے تو اعراب بھی جمع مذکر سالم والا دینا چاہیے تھا یعنی اسے اعراب بالحرکت کے بجائے اعراب الحرف دینا چاہیے تھا؟

جواب:

بالکل ایسا ہی ہونا چاہیے تھا لیکن اعراب بالحرف اس کلمہ کو دیا جاتا ہے جس کے آخر میں حرف علت ہو، جبکہ جمع مؤنث سالم کے آخر میں حرف علت نہیں ہوتا اس لئے اس کو اعرب بالحرکت دیا۔

غیر منصرف کی تعریف:

وہ اسم جس میں منع صرف کے دو یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو جیسے اَحْمَدُ۔

اعراب: غیر منصرف کی حالت رفعی ضمہ سے اور حالت نصبی و جری کسرہ سے آتی ہے جیسے جَاءَ اَحْمَدُ، رَاَیْتُ اَحْمَدَ، مَرَرْتُ بِاَحْمَدَ

اعتراض:

غیر منصرف میں جر کو نصب کے تابع کیوں کیا؟

جواب:

غیر منصرف، فعل کے تابع ہے اور فعل پر کسرہ نہیں آسکتا لہٰذا فعل کی متابعت میں غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آئے گا تاکہ اصل اور فرع میں مطابقت باقی رہے۔

متن: اَبُوْكَ وَحَمُوْكَ وَهَنُوْكَ وَفُوْكَ وَذُوْمَالٍ مُضَافَةً اِلٰى غَيْرِيَاءِ الْمُتَكَلِّمِ بِالْوَاوِ وَالْاَلِفِ وَالْيَاءِ

ترجمہ: اور (ابوک، وخوک۔۔ الخ۔ ان چھ اسماء کو اس حال میں کہ یہ مضاف ہوں یاء متکلم کے علاوہ کی طرف، حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ اور حالت نصبی میں الف کے ساتھ اور حالت جر میں یاء کے ساتھ آتا ہے۔

تشریح:

مصنف علیہ الرحمہ نے اسماء ستہ کا اعراب بیان کیا کہ جب یہ یاء متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں تو ان کی حالت رفعی واؤ، حالت نصبی الف اور حالت جری یاء کے ساتھ آتی ہے۔ جیسے جَاءَ اَبُوْكَ، رَأَيْتُ اَبَاكَ، مَرَرْتُ بِاَبِيْكَ۔ اس اعراب کے لئے دو شرطیں ہیں:

1: یہ اسماء مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں اگر مصغرہ ہوں تو ان پر اعراب بالحرکت آئے گا۔

2: موحدہ ہوں تثنیہ یا جمع نہ ہوں کہ تثنیہ اور جمع ہونے کی صورت میں تثنیہ اور جمع کا عراب جاری ہو گا۔ اور اگر اصلاً ہی کسی چیز کی طرف مضاف نہ ہوں تو تینوں حالتوں میں اعراب بالحرکت آئے گا جیسے جَاءَاَخٌ، رَأَيْتُ اَخًا، مَرَرْتُ بِاَخٍ۔ اور اگر یاء متکلم کی طرف مضاف ہو تو تینوں صورتوں میں اعراب تقدیری ہو گا۔ جَاءَاَخِیْ، رَأَيْتُ اَخِیْ، مَرَرْتُ اِخِیْ

اسماء ستہ کی لغوی اور لفظی تحقیق:

ان اسماء میں سے پہلے چار اَبٌ،اَخٌ،حَمٌ اور ھَنٌ ناقص واوی ہیں۔ اصل میں یہ اَبَوٌ،اَخَوٌ،حَمَوٌ اور ھَنَوٌ بروزن فَعَلٌ تھے واؤ کو خلاف قیاس حذف کر دیا گیا اور اس کا اعراب ماقبل کو دیدیا گیا۔ان کے ناقص واوی ہونے پر ان کا تثنیہ اور تصغیر بھی دلالت کررہا ہے وہ اس طرح کہ ان کا تثنیہ اَبَوَانِ،اَخَوَانِ،حَمَوَانِ اور ھَنَوَانِ آتا ہے اور تصغیر اُبَیُوٌ،اُخَیُوٌ،حُمَیُوٌ اور ھُنَیُوٌ آتا ہے۔فَمٌ اجوف واوی ہے اس کی اصل فَوَہٌ اور جمع "اَفْوَاہٌ" آتی ہے۔ جیسے "ثَوْبٌ" سے "اَثْوَابٌ" آتی ہے۔ھا،کو خلاف قیاس حذف کر دیا گیا اور واؤ کو میم سے بدل دیا۔

ذُوْ:لفیف مقرون ہے اس کی اصل "ذَوَوٌ" بروزن فَعَلٌ تھی دوسرے واؤ کو حذف کر کے اس کا اعراب پہلے واؤ کو دیدیا تو بن گیا "ذَوٌ" میں اضافت کی وجہ سے تنوین گر جائے گی اور ضمہ ذال کی طرف منتقل ہو کر واؤ ساکن رہ جائے گا تو "ذُوْمَالٍ" بن جائے گا۔

اعتراض: اسماء خمسہ کی اضافت تو اسم ضمیر کی طرف کی گئی ہے لیکن "ذو" کی اضافت اسم ظاہر کی طرف کیوں کی گئی؟

جواب: ذو کی اضافت اسم ضمیر کی طرف کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ذو کی وضع اس لئے ہوئی ہے کہ یہ اپنے مابعد والے اسم ظاہر کو اپنے ماقبل اسم کے لئے صفت بنادے جیسے زَیْدٌ ذُوْمَالٍ۔جبکہ اسماء خمسہ میں یہ بات نہیں ہے اس لئے دونوں کے درمیان فرق رکھا گیا۔

متن: اَلْمُثَنّٰی وَکِلَا مُضَافًا اِلٰی مُضْمَرٍ وَاِثْنَانِ وَاِثْنَتَانِ بِالْاَلِفِ وَالْیَاءِ،جُمْعُ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ وَاُولُوْ وَعِشْرُوْنَ وَاَخَوَاتُھَا بِالْوَاوِ وَالْیَاءِ

ترجمہ: اور تثنیہ کا اور "کِلَا" جب کہ مضاف ہو کسی ضمیر کی طرف،اور "اِثْنَانِ" اور "اِثْنَتَانِ" کا اعراب حالت رفعی میں الف کے ساتھ،حالت نصبی اور جری میں یاء کے ساتھ ہو گا۔اور جمع مذکر سالم اور "اُولُوْ" اور "عِشْرُوْنَ" اور اس کے اخوات کا اعراب حالت رفعی میں واؤ کے ساتھ اور حالت نصبی و جری یاء کے ساتھ ہو گا۔

تشریح:

مذکورہ عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے تثنیہ اور جمع کی تینوں قسموں کے نام اور مختصر انداز میں ان کے اعراب کو بھی بیان فرمایا دیا ہے لہٰذا مناسب ہے کہ ان کی اقسام بالتفصیل بیان کر دی جائیں۔

تثنیہ کی اقسام: تثنیہ کی تین قسمیں ہیں۔

1: **تثنیہ حقیقی:** وہ تثنیہ جس میں تین چیزیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ دو افراد پر دلالت کر رہا ہو، دوسرا یہ کہ اسی مادے سے اس کا مفرد بھی مستعمل ہو، تیسرا یہ کہ اس میں تثنیہ کی علامت پائی جاتی ہو جیسے رَجُلَانِ، تِلْمِیْذَان۔

2: **تثنیہ صوری:** وہ تثنیہ جس میں دو باتیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ دو افراد پر دلالت کر رہا ہو، دوسری یہ کہ اس میں تثنیہ کی علامت پائی جارہی ہو جیسے اِثْنَانِ، اِثْنَتَانِ۔

3: **تثنیہ معنوی:** وہ تثنیہ جس میں صرف ایک بات پائی جائے وہ یہ کہ وہ اسم دو افراد پر دلالت کر رہا ہو جیسے کِلَا اور کِلْتَا۔

جمع کی اقسام: جمع کی بھی تین اقسام ہیں:

1: **جمع حقیقی:** وہ جمع جس میں تین چیزیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ تین افراد پر دلالت کر رہا ہو، دوسرا یہ کہ اسی مادے سے اس کا مفرد بھی مستعمل ہو، تیسرا یہ کہ اس میں جمع کی علامت پائی جاتی ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ

2: **جمع صوری:** وہ جمع جس میں دو باتیں پائی جائیں۔ ایک یہ کہ وہ تین افراد پر دلالت کر رہا ہو، دوسری یہ کہ اس میں جمع کی علامت پائی جارہی ہو جیسے عِشْرُوْنَ

3: **جمع معنوی:** وہ جمع جس میں صرف ایک بات پائی جائے وہ یہ کہ وہ اسم تین افراد پر دلالت کر رہا ہو جیسے اُولُوْ

کلا کا اعراب:

مصنف علیہ الرحمہ نے کلا کے اعراب کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ کسی اسم ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اگر یہ کسی اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو تو اس وقت اس کو اعراب بالحرکت دیا جائے گا جیسے جَاءَنِي كِلَا الرَّجُلَيْنِ، وَرَأَيْتُ كِلَا الرَّجُلَيْنِ وَمَرَرْتُ بِكِلَا الرَّجُلَيْنِ۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے کلا کے ساتھ کلتا کو ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: كِلَا اصل ہے اور "كِلْتَا" اسکی فرع ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ ذِكْرُ الْأَصْلِ يَسْتَلْزِمُ ذِكْرَ الْفَرْعِ یعنی کسی چیز کی اصل کو ذکر کرنے سے اس کی فرع کے ذکر کو مستلزم ہوتا ہے۔ لہٰذا "كِلْتَا" کا ذکر خود بخود داخل ہو گیا۔

مضافا منصوب ہونے کی وجہ:

مضافا اس لئے منصوب ہے کہ یہ کلا سے حال واقع ہو رہا ہے اور کلا اصل میں فعل محذوف کا نائب الفاعل ہے تقدیری عبارت یوں ہو گی وَيُعْرَبُ كِلَا مُضَافًا إِلٰى مُضْمَرٍ

جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات کا اعراب:

جمع مذکر سالم یعنی وہ جمع جو واؤ اور نون کے ساتھ بنائی گئی ہو اس کی حالت رفعی واؤ کے ساتھ آتی ہے جیسے جَاءَنِي مُسْلِمُوْنَ، عِشْرُوْنَ، أُولُوْ مَالٍ۔ اور حالت نصبی وجری دونوں یاء ماقبل مکسور کے ساتھ آتی ہے جیسے رَأَيْتُ مُسْلِمِيْنَ، عِشْرِيْنَ، أُولِي مَالٍ، وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ، عِشْرِيْنَ، أُولِي مَالٍ۔

أُولو: یہ ذو کی جمع ہے لیکن من غیر لفظہ ہے لہٰذا جو شرط اسماء ستہ مکبرہ میں ذو کے متعلق ہے وہی یہاں بھی ہے۔

متن: اَلتَّقْدِيْرُ فِيْمَا تَعَذَّرَ كَعَصًا وَغُلَامِيْ مُطْلَقًا أَوِ اسْتُثْقِلَ كَقَاضٍ رَفْعًا وَجَرًّا وَنَحْوُ: مُسْلِمِيَّ رَفْعًا وَاللَّفْظِيْ فِيْمَا عَدَاهُ

ترجمہ: جن صورتوں میں لفظی اعراب مطلقاً ممتنع ہو جیسے عَصًا اور غُلَامِی تو وہاں تینوں صورتوں میں، یا ثقل سمجھ لیا گیا ہو جیسے قَاضٍ تو وہاں حالت رفعی اور جری اور اسی طرح جمع مذکر سالم جیسے مُسْلِمِیَّ کی حالت رفعی تقدیری ہو گی اور لفظی اعراب ان کے علاوہ صورتوں میں ہو گا۔

تقدیری اعراب سے مراد:

تقدیری اعراب سے مراد یہ ہے کہ لفظوں میں اعراب نظر تو نہ آئے لیکن ترکیبی اعتبار سے سمجھا جائے جیسے جَاءَنِي مُوْسٰى وَرَأَيْتُ مُوْسٰى وَمَرَرْتُ بِمُوْسٰى۔

جن صورتوں میں اعراب ممتنع ہے:

جن صورتوں میں اعراب ممتنع ہے وہ دو اسم ہیں ایک اسم مقصورہ اور دوسرا جمع مذکر سالم کے علاوہ جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غُلَامِی، کِتَابِي اور کُرَّاسَتِي۔

اسم مقصورہ:

هُوَمَا فِي آخِرِهٖ اَلِفُ مَقْصُوْرَةٍ یعنی اسم مقصور وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو جیسے عَصًا۔

ثقل والی صورت:

یہ ایسے اسم معرب کے ساتھ خاص ہے جس پر اعراب لفظی کا آنا اگرچہ ممتنع تو نہ ہو لیکن مشکل ہو جیسے اسم منقوص۔

اسم منقوص کی تعریف:

وَهُوَمَا فِي آخِرِهٖ يَاءٌ مَاقَبْلَهَا مَكْسُوْرٌ یعنی اسم منقوص وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو جیسے جَاءَنِي الْقَاضِي، رَأَيْتُ الْقَاضِيَ، مَرَرْتُ بِالْقَاضِيْ۔ یہاں حالت رفعی و جری دونوں کا اعراب تقدیری ہے

"نحو مسلمی رفعا" کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ نے اس عبارت سے جمع مذکر سالم کی طرف اشارہ کیا ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔اس کی حالت رفعی واؤ تقدیری کے ساتھ اور حالت نصبی وجری ما قبل مکسور کے ساتھ آتی ہے۔جیسے جَاءَنِي مُسْلِمِيَّ،رَأَيْتُ مُسْلِمِيَّ،مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيَّ

عصاؔ کی اصل:

یہ ناقص واوی ہے بمعنی لاٹھی،اس کی اصل عَصَوٌ تھی واؤ متحرک ما قبل مفتوح کو قَالَ اور بَاعَ کے قاعدہ سے الف بنادیا تو "عَصَانْ" بن گیا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے الف گرادیا تو "عَصًا" بن گیا۔

قاض کی اصل:

یہ اسم منقوص ہے اور اسم فاعل کا صیغہ ہے مذکورہ عبارت میں اس سے مراد ہر وہ اسم مراد ہے جس کے آخر میں یا ما قبل مکسور ہو۔یہ اصل میں قاضی تھا،یاء پر ضمہ ثقیل تھا اسے گرادیا پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کیا تو قاض بن گیا۔

متن: غَيْرُ الْمُنْصَرِفِ مَا فِيْهِ عِلَّتَانِ مِنْ تِسْعٍ،أَوْوَاحِدَةٌ مِّنْهَا تَقُوْمُ مَقَامَهُمَا،وَهِيَ شِعْرٌ:

عَدْلٌ وَوَصْفٌ وَتَأْنِيْثٌ وَمَعْرِفَةٌ

وَعُجْمَةٌ ثُمَّ جَمْعٌ ثُمَّ تَرْكِيْبٌ

وَالنُّوْنُ زَائِدَةٌ مِّنْ قَبْلِهَا اَلِفٌ

وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَهٰذَا الْقَوْلُ تَقْرِيْبٌ

مِثْلُ:عُمَرَ،وَأَحْمَرَ،وَطَلْحَةَ،وَإِبْرَاهِيْمَ،وَمَسَاجِدَ،وَمَعْدِيْكَرَبَ،وَعِمْرَانَ،وَأَحْمَدَ

ترجمہ: غیر منصرف وہ اسم ہے جس میں (منع صرف کی) نو علتوں میں سے دو یا ایک ایسی علت پائی جائے جو دو کے قائم مقام ہو اور وہ اس شعر میں ہیں عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب اور وہ نون جو زائدہ ہو کہ اس سے پہلے الف ہو اور وزن فعل اور یہ قول حق کے زیادہ قریب ہے جیسے عمرَ، واحمرَ، و طلحۃَ، وابراھیمَ، ومساجدَ، ومعدیکربَ، وعمرانَ، واحمدَ

تشریح

غیر منصرف کا لغوی معنیٰ: هُوَاِسْمٌ غَيْرُقَابِلٍ لِلزِّيَادَةِ،اَیْ اَلْكَسْرَةِ وَالتَّنْوِيْنِ یعنی غیر منصرف وہ اسم ہے جو زیادتی یعنی کسرہ اور تنوین کو قبول نہ کرے۔ اور اصطلاحی تعریف مصنف علیہ الرحمہ نے متن میں بیان فرمادی ہے۔

اعتراض:

مصنف علیہ الرحمہ نے غیر منصرف کی جو تعریف کی ہے وہ جامع مانع نہیں ہے کیونکہ یہ تعریف تو "ضَرَبَتْ" پر بھی صادق آرہی ہے وہ اس طرح کہ اس میں بھی دو سبب پائے جارہے ہیں ایک وزن فعل اور دوسرا تانیث، حالانکہ یہ منصرف ہے۔

جواب:

مصنف علیہ الرحمہ نے غیر منصرف کی جو تعریف کی ہے اس میں "مَا" سے مراد اسم معرب ہے جبکہ "ضَرَبَتْ" فعل ہے لہٰذا ہمارا اس سے کلام ہی نہیں ہے۔

سوال:

مذکورہ شعر میں ثم کونسا ہے؟

جواب:

ان اشعار میں جس طرح عدل سے لے کر عجمہ تک واؤ برائے عطف ہے اسی طرح" **ثم جمع ثم ترکیب**" میں ثُمَّ برائے عطف ہے نہ کہ برائے تراخی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ثُمَّ کو برائے تراخی مانا جائے تو معنی میں خرابی لازم آئے گی اور وہ یوں کہ اس وقت شعر کا مطلب ہو گا کہ جس اسم میں جمعیت پائے جائے تو اس جمعیت سے پہلے اس میں عدل، وصف، تانیث، معرفہ اور عجمہ ہو گا اس کے بعد جمعیت ہو گی۔

سوال:

مصنف علیہ الرحمہ ثُمَّ کے بجائے واؤ عطف کو کیوں نہیں لائے؟

جواب:

وزن شعری کی وجہ سے۔

"والنون زائدة" کی ترکیبی صورتیں:

شعر میں " زائدة "کو منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مرفوع ہونے کی صورت میں "النون" کی صفت واقع ہو گا اس صورت میں " النون " کا الف لام یا تو زائدہ ہو گا یا عہد ذہنی ہو گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی معرفہ نہیں بنتا بلکہ نکرہ ہی رہتا ہے لہٰذا موصوف اور صفت میں تعریف و تنکیر کے اعتبار سے عدم موافقت کا اعتراض واقع نہیں ہو گا۔

منصوب ہونے کی صورت میں " النون "سے حال بنے گا کیونکہ "النون" فعل محذوف کا فاعل ہے۔ اصل عبارت یوں ہے تَمْنَعُ النُّوْنُ الصَّرْفَ حَالَ کَوْنِهَا زَائِدَةً۔

مثل عمرو احمر--" کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ نے جس ترتیب سے شعر میں اسباب منع صرف ذکر کیے ہیں اسی ترتیب سے مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔ چنانچہ "عمر "عدل اور علمیت کی مثال ہے۔"احمر"وزن فعل اور وصف کی مثال ہے۔"طلحة"تانیث لفظی اور علمیت کی مثال ہے۔"زینب" تانیث معنوی اور علمیت کی مثال ہے۔"ابراھیم" عجمہ اور علمیت کی مثال ہے۔"مساجد"جمع منتہی الجموع کی مثال ہے۔"معدیکرب" ترکیب اور علمیت کی مثال ہے۔"عمران"الف نون زائدہ تان اور علمیت کی مثال ہے۔"احمد"وزن فعل اور علمیت کی مثال ہے۔

وھذاالقول تقریب"کی وضاحت:

مذکورہ عبارت میں "تقریب" مصدر بمعنی فاعل کے ہے اصل عبارت یوں ہے وَھٰذَاالْقَوْلُ مُقَرِّبٌ اِلَی الْحِفْظِ یعنی اسباب منع صرف کواس طرح شعر کی صورت میں یاد کرنازیادہ آسان ہے۔ایک توجیہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ "تقریب" مصدر، مفعول کے معنی میں ہے یعنی اصل عبارت یوں بنے گی ھٰذَاالْقَوْلُ مُقَرَّبٌ اِلَی الصَّوَابِ یعنی یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے۔

متن:وَحُکْمُہٗ اَنْ لَّاکَسْرَۃَ وَلَاتَنْوِیْنَ،وَیَجُوْزُ صَرْفُہٗ لِلضَّرُوْرَۃِ اَوْلِلتَّنَاسُبِ،بِمِثْلِ (سَلَاسِلاً وَّاَغلَالاً)،وَمَایَقُوْمُ مَقَامَھُمَا اَلْجَمْعُ وَاَلِفَاالتَّانِیْثِ

ترجمہ:غیر منصرف کاحکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آسکتا،اورضرورت یامناسبت کی وجہ سے اسے منصرف بناناجائزہے جیسے:(سلاسلاًواغلالاً)اوروہ اسباب جو دوسببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں وہ جمع منتہی الجموع اور تانیث کاالف ہے۔

سوال:

غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین کیوں نہیں آتی؟

جواب:

یہ فعل کے ساتھ مشابہت رکھتاہے اورچونکہ فعل پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی اسلئے غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔اور فعل پر کسرہ اور تنوین اس لئے نہیں آتی کہ یہ اسم کی خاصیت ہے۔

"ویجوزصرفہ للضرورۃ"کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ نے اس عبارت میں "اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ "اور"یَجُوْزُفِی الشِّعْرِمَالَایَجُوْزُفِی غَیْرِہٖ"والے قواعد کو سامنے رکھ کر اس بات کوواضح کیاکہ غیر منصرف کودوصورتوں میں منصرف پڑھ سکتے ہیں:(۱)ضرورت شعری(۲)مناسبت۔

وزن شعری کی صورتیں: وزن شعری کی تین صورتیں بنتی ہیں جن میں غیر منصرف کو منصرف بنانا جائز ہے۔

1:۔ شعر کا وزن ٹوٹا ہو تو غیر منصرف کو منصرف پڑھ سکتے ہیں جیسے حضرت فاطمۃ الزہراء کا شعر جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کی حاضری کے وقت کہا تھا۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا　　صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صُرْنَ لَیَالِیَا

(مجھ پر ایسی مصیبتیں آن پڑی ہیں کہ اگر دنوں پر آتیں تو وہ تکلیف کی شدت کی وجہ سے تاریک راتیں بن جاتے)

یہاں وزن شعری کی وجہ سے "مَصَائِب" پر تنوین آئی ہے حالانکہ یہ غیر منصرف ہے۔

2:۔ رعایت قافیہ کی بنا پر بھی غیر منصرف کو منصرف بناتے ہیں جیسے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم کا شعر ہے

سَلَامٌ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَسَیِّدٍ　::　حَبِیْبِ اِلٰہِ الْعَالَمِیْنَ مُحَمَّدٍ

بَشِیْرٍ نَذِیْرٍ ھَاشِمِیٍّ مُکَرَّمٍ　::　عَطُوْفٍ رَؤُفٍ مَّنْ یُّسَمّٰی بِاَحْمَدٍ

یہاں "احمد" پر غیر منصرف ہونے کے باوجود رعایت قافیہ کی بنا پر کسرہ آرہی ہے۔

3:۔ سلاسلت کو برقرار رکھنے کے لئے یعنی شعر کی نرمی کو برقرار رکھنے کے لئے، جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں شعر ہے۔

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اَنَّ ذِکْرَہٗ :: ھُوَ الْمِسْكُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ[2]

یہاں "نُعْمَان" پر غیر منصرف ہونے کے باوجود تنوین آرہی ہے شعر کی نرمی کو برقرار رکھنے کے لئے۔

مناسبت:

[2]: (یعنی ہمارے سامنے نعمان بن ثابت کا ذکر بار بار کرتے رہو کیونکہ وہ مشک ہے تو اس کی جتنی تکرار کرے گا وہ اتنا ہی پھیلے گا)

اسم غیر منصرف کومنصرف بنانے کی دوسری وجہ مناسبت ہے یعنی ایک اسم منصرف کے ساتھ کوئی اسم غیر منصرف مذکور ہوتواس اسم غیر منصرف کو بھی منصرف کردیتے ہیں۔جیسے قرآن میں وارد ہوا"اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاْ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا" یہاں پر"سلاسل" جو کہ "مَسَاجِدُ" کے وزن پر"سلسلۃ" کی جمع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف تھالیکن "اَغْلٰلًا" کی مناسبت سے منصرف لکھا گیاہے۔

اعتراض:

مصنف علیہ الرحمہ نے تناسب کی مثال تودی ہے لیکن وزن شعری کی مثال کیوں نہیں دی؟

جواب:

تناسب کی مثال اس لئے دی کہ یہ مجہول ہے عام نہیں ہے اوروزن شعری چونکہ عام اور معروف ہے اس لئے اس کی مثال نہیں دی۔

ومایقوم مقامهما--الخ"کی وضاحت:

یہاں مصنف علیہ الرحمہ یہ بتاناچاہ رہے ہیں کہ اسباب منع صرف میں سے دوایسے سبب ہیں جو اکیلے ہی دوسببوں کے قائم مقام ہیں یعنی ان کے ہوتے ہوئے کسی اسم کے غیر منصرف ہونے میں کسی دوسرے سبب کی ضرورت نہیں ہے۔جمع منتہی الجموع کواس وجہ سے دوسببوں کے قائم مقام بنایاگیاکہ اس میں جمع کی تکرار ہوتی ہے خواہ وہ تکرار حقیقۃ ہو جیسے "اَکَالِبُ "جمع ہے "اَکْلُبٌ "کی اور"اَکْلُبٌ "جمع ہے" کَلْبٌ"کی ۔یاوہ تکرار حکماہویعنی اس میں جمع مکرر نہ ہولیکن جمع منتہی الجموع کے وزن پر آنے کی وجہ سے اس کو بھی جمع کانام دیاگیاہو جیسے مَسَاجِدُ اورمَصَابِیْحُ۔

تانیث بالالف دوسببوں کے قائم مقام اس لئے ہے کہ ایک تواس کے اندر تانیث ہے اوردوسرالزوم تانیث ہے۔(لزوم تانیث سے مراد یہ ہے کہ تانیث اس سے کبھی بھی جدا نہیں ہوسکتی)۔

متن:فَالْعَدْلُ خُرُوْجُهٗ عَنْ صِیْغَتِهِ الْاَصْلِیَّةِ تَحْقِیْقًا کَثُلَاثَ وَمَثْلَثَ وَاُخَرَ وَجُمَعَ اَوْتَقْدِیْرًا کَعُمَرَ وَبَابِ قَطَامِ فِیْ تَمِیْمٍ

ترجمہ: پس عدل اسم کا اپنے اصلی معنی سے نکلنا چاہے حقیقی طور پر ہو جیسے ثُلَاثُ،مَثْلَثُ،اُخَرُ اور جُمَعُ، یا تقدیری طور پر ہو جیسے عُمَرُ اور قطام کا باب بنی تمیم کی لغت میں۔

تشریح:

عدل کا لغوی معنی: عدل کے لغوی معنی کئی ہیں:

اگر اس کے صلہ میں "عن" ہو تو اس کا معنی ہو گا اعراض کرنا، منہ موڑ لینا۔ جیسے صَلُحَ زَيْدٌ فَعَدَلَ عَنِ الْمَعَاصِي (زید نے پرہیز گاری اختیار کی اور گناہوں سے منہ موڑ لیا۔)

اور اگر اس کے صلہ میں "اِلٰی" ہو تو اس کا معنی ہو گا رجوع کرنا جیسے اَلْمُسَافِرُ عَدَلَ اِلٰی بَيْتِهٖ (مسافر اپنے گھر کی طرف لوٹا۔)

اور اگر اس کے صلہ میں "مِنْ" ہو تو اس کا معنی ہو گا دور ہونا جیسے عَدَلَ الْجَمَّالُ مِنَ الْعَيْرِ (اونٹ گدھے سے دور ہوا۔)

اور اگر اس کے صلہ میں "فِيْ" ہو تو اس کا معنی ہو گا عدل وانصاف۔ عَدَلَ عَمْرٌو فِيْ حُكْمِهٖ (عمرو نے اپنے فیصلے میں عدل وانصاف کیا۔)

اور اگر اس کے صلہ میں "بَيْنَ" ہو تو بھی اس کا معنی ہو گا انصاف اور برابری کرنا۔ جیسے عَدَلَ زَيْدٌ بَيْنَ اَزْوَاجِهٖ (زید نے اپنی بیوں کے درمیان عدل وانصاف کیا۔)

عدل کا اصطلاحی معنی: عدل کی اصطلاحی تعریف مصنف علیہ الرحمہ نے متن میں بیان فرمادی ہے لیکن عام نحاۃ نے اس کی تعریف یوں کی ہے خُرُوْجُهٗ عَنْ صِيْغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰی صِيْغَةٍ اُخْرٰی تَحْقِيْقًا كَانَ اَوْتَقْدِيْرًا مَعَ بَقَاءِ الْمَادَّةِ الْاَصْلِيَّةِ بِلَا قَاعِدَةٍ نَحْوِيَّةٍ وَّقَانُوْنٍ صَرْفِيٍّ۔ یعنی بغیر قاعدۂ نحوی وصرفی کے اسم کا اپنی اصلی صورت چھوڑ کر کسی دوسری صورت کی طرف حقیقۃً یا حکماً منتقل ہو جانا۔

"خروجه عن صيغته الاصلية" کی وضاحت:

"خروجه" کی ضمیر کا مرجع اسم ہے جو مفہوماً سمجھا جا رہا ہے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے "صیغته" کی قید لگا کر یہ بات واضح کر دی کہ عدل میں تغیر صرف صیغہ میں ہو گا اس کے علاوہ مادہ اور حروف اصلی اپنی حالت پر بر قرار رہیں گے، چنانچہ اس قید سے وہ اسماء خارج ہو جائیں گے جن میں صیغہ کے ساتھ مادہ بھی بدل جاتا ہے، جیسے یَدٌ اور دَمٌ جو کہ اصل میں یَدَوٌ اور دَمَوٌ تھے۔

مصنف علیہ الرحمہ "صیغته" میں ضمیر کی طرف اضافت کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ وہ اسم اپنے ہی صیغہ سے نکلا ہوا ہو، لہٰذا اس سے اسماء مشتقہ خارج ہو جائیں گے کیونکہ وہ اپنے صیغوں سے نہیں بلکہ اسم مصدر سے نکلتے ہیں۔

"الاصلية" کی قید سے مغیرات شاذہ خارج ہو جائیں گے جیسے اَقْوَاسٌ اور اَرْنِیْبٌ جو جمع ہیں قَوْسٌ اور نَابٌ کی، حالانکہ قاعدہ کے مطابق ان کا صیغہ اصلی اَقْوَاسٌ اور اَنْیَابٌ ہونا چاہیے تھا اس لئے کہ اجوف کے لئے قاعدہ ہے کہ اس کی جمع اَفْعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے قَوْمٌ سے اَقْوَامٌ اور قَوْلٌ سے اَقْوَالٌ۔

عدل کی قسمیں:

عدل کی دو قسمیں ہیں: عدل تحقیقی اور عدل تقدیری۔

عدل تحقیقی:

وہ اسم معدول جس میں (غیر منصرف ہونے کے علاوہ) اصلی صیغے سے معدول ہونے کی دلیل موجود ہو۔ جیسے ثُلٰثُ، مَثْلَثُ، اُخَرُ اور جُمَعُ۔

"ثُلَاثُ اور مَثْلَثُ" ان دونوں میں غیر منصرف کے علاوہ اصلی صیغے سے معدول ہونے کی دلیل خارج میں بھی موجود ہے وہ یہ کہ "ثُلٰثُ اور مَثْلَثُ" دونوں میں سے کسی کا بھی ترجمہ کرنا ہو تو اس میں تکرار آتا ہے اور قاعدہ ہے کہ "اِنَّ تَکْرَارَ الْمَعْنَی یَدُلُّ عَلٰی تَکْرَارِ اللَّفْظِ" یعنی معنی کی تکرار لفظ کی تکرار پر دلالت کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ثلث اصل میں "ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ" تھا تو گویا اس کے غیر منصرف پڑھنے کی دلیل بھی ہمارے پاس پائی گئی۔

اُخَرُ: یہ بھی عدل تحقیقی کی مثال ہے اس کے معدول عنہ پر خارج میں ہمارے پاس دلیل یہ ہے کہ یہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے جو اُخریٰ اسم تفضیل کی جمع ہے اور اسم تفضیل تین طریقوں سے استعمال ہوتا ہے من کے ساتھ، الف کے ساتھ اور اضافت کے ساتھ، لیکن ہم نے یہاں دیکھا کہ یہ ان تینوں طریقوں میں سے کسی بھی طریقہ پر مستعمل نہیں ہے اس کے باوجود اہل عرب اسے اسم تفضیل کا صیغہ کہتے ہیں لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے معدول ہو کر آیا ہو گا چنانچہ اسے غیر منصرف پڑھنے کے لیے ہمارے پاس یہ بھی ایک دلیل موجود ہے۔

جُمَعُ: اس کے معدول عنہ ہونے پر ہمارے پاس خارج میں یہ دلیل ہے کہ یہ "جُمَعَاءُ" بروزن "فُعَلَاءُ" کی جمع ہے اور "فُعَلَاءُ" کی دو قسمیں ہیں اسمی اور صفتی۔ اسمی کا مطلب یہ ہے کہ اس وزن پر آنے والا کلمہ یا تو اسم جامد ہو گا یا کسی کا نام ہو گا جیسے صحراء اور صفتی کا مطلب یہ ہے کہ اس وزن پر آنے والے کلمہ میں صفت کا معنی پایا جائے جیسے حمراء۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ "فُعَلَاءُ" کی جمع بروزن "فَعَالٰی یا فَعَلَاوَاتٌ" آتی ہے جیسے صَحَرَاءُ کی جمع صَحَرَاوَاتٌ اور صَحَارٰی آئی ہیں اور فَعَلَاءُ صفتی کی جمع بروزن فُعْلٌ آتی ہے جیسے حَمْرَاءُ کی جمع "حُمْرٌ" آئی ہے تو گویا کہ وزن "فَعْلَاءُ" کی جمع کے تین اوزان متعین ہو گئے جبکہ جمع ان تینوں میں سے کسی ایک وزن پر بھی نہیں ہے اور پھر بھی ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ "جَمْعَاءُ" کی جمع ہے تو لازماً ہمیں ماننا پڑھے گا کہ یہ "فَعَالٰی، فَعَلَاوَاتٌ اور فُعْلٌ" میں سے کسی ایک وزن سے معدول ہو کر آیا ہو گا۔

عدل تقدیری:

وہ اسم معدول جس میں (غیر منصرف ہونے کے علاوہ) اصلی صیغے سے معدول ہونے کی دلیل موجود نہ ہو۔ جیسے: عُمَرُ، زُفَرُ۔ یہ دونوں عَامِرٌ اور زَافِرٌ سے معدول ہیں مگر ان میں غیر منصرف ہونے کے علاوہ کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ عامر اور زافر سے معدول ہیں۔ مگر چونکہ اہل عرب ان کو غیر منصرف استعمال کرتے ہیں اور ان میں سوائے علمیت کے اور کوئی دوسرا سبب بھی نہیں پایا جارہا ہے اور ایک سبب سے کوئی اسم غیر منصرف نہیں ہوتا لہٰذا اس میں دوسرا سبب عدل فرض کر لیا گیا ہے اور عُمَرُ کو عَامِرٌ سے اور زُفَرُ کو زَافِرٌ سے معدول مان لیا گیا۔

"تحقیقا۔۔او تقدیرا" کے ترکیبی احتمالات:

ا۔۔۔خروجہ کی نسبت جو ضمیر کی طرف ہو رہی ہے اس میں ابہام ہے تو اس نسبت اضافیہ کے ابہام کو دور کرنے کے لئے بطور تمیز تحقیقا۔۔او تقدیرا منصوب لائے۔

۲۔۔۔یہ دونوں کان محذوف کی خبریں ہیں اس صورت میں عبارت یوں ہو گی تَحْقِیْقًا کَانَ الْخُرُوْجُ اَوْ تَقْدِیْرًا۔

۳۔۔۔یہ دونوں "خروجه" سے حال واقع ہو رہے ہیں۔

"باب قطام" کی وضاحت:

"قطام" کے ساتھ "باب" کالفظ لگا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ اس سے مراد صرف "قطام" والا کلمہ نہیں ہے بلکہ ہر وہ اسم مراد ہے جو "فَعَالِ" کے وزن پر ہو اور اعیان مؤنثہ یعنی عورتوں میں سے کسی کا نام ہو بشرطیکہ اس کے لام کلمہ میں راء نہ ہو، تو وہ کلمہ بنی تمیم کے عدل تقدیری اور معرفہ کی وجہ سے غیر منصرف ہو گا۔

متن: اَلْوَصْفُ شَرْطُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ فِي الْاَصْلِ فَلَاتَضُرُّهُ الْغَلَبَةُ فَلِذٰلِكَ صُرِّفَ اَرْبَعٌ فِي مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ وَامْتَنَعَ اَسْوَدُوَاَرْقَمُ لِلْحَيَّةِ وَاَدْهَمُ لِلْقَيْدِوَضَعُفَ مَنْعُ اَفْعٰى لِلْحَيَّةِ وَاَجْدَلُ لِلصَّقْرِوَاَخْيَلُ لِلطَّائِرِ

ترجمہ: وصف کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ اصل وضع کے اعتبار سے ہی وصف ہو پس اسمیت کا غلبہ اسے نقصان نہیں پہنچاتا اسی لئے مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ میں اَرْبَعٍ منصرف ہے اور غیر منصرف ہیں سانپ کے نام اَسْوَدُ،اَرْقَمُ اور بیڑی کا نام اَدْهَمُ۔ اور ضعیف ہے عدم انصراف ان تینوں اَفْعیٰ، کا جو ایک سانپ کا نام ہے اور اَجْدَلُ کا جو شکرے کا نام ہے اور اَخْیَلُ کا جو پرندے کا نام ہے۔

تشریح:

وصف کا لغوی معنی:

اَلْمَعْنَى الْقَائِمُ بِالْغَيْرِ سَوَاءٌ دَلَّ عَلٰى كَمَالِهٖ اَوْعَلٰى نَقْصِهٖ ،اَىْ عَلٰى مَدْحِهٖ اَوْعَلٰى ذَمِّهٖ یعنی وہ معنی جو غیر کے ساتھ قائم ہو چاہے وہ اس کے کمال یعنی مدح پر دلالت کرے یا اس کے نقص یعنی مذمت پر دلالت کرے۔

اصطلاحی معنی:

"كَوْنُ الْاِسْمِ دَالًّا عَلٰى ذَاتٍ مُّبْهَمَةٍ مَاخُوْذَةٍ مَعَ بَعْضِ صِفَاتِهَا سَوَاءٌ كَانَتْ هٰذِهِ الدَّلَالَةُ بِحَسْبِ الْوَضْعِ اَوْ بِحَسْبِ الْاِسْتِعْمَالِ "یعنی کسی اسم کا ذات مبہمہ کی بعض صفات پر دلالت کرنا چاہے وہ دلالت اصل وضع کے اعتبار سے ہو یا بعد میں صفت کے معنی میں استعمال ہونے کی وجہ سے ہو جیسے اسماء مشتقہ۔

وصف کا غیر منصرف کے لئے سبب بنے کی شرط:

وصف بھی اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ہے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے وصف کے لئے وضع کیا گیا ہو لہٰذا ہر ایسا اسم جس کی اصل وضع صفت کے لئے نہ ہو پھر بعد میں اگرچہ صفت کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اگرچہ وصف تو ہو گا لیکن غیر منصرف کے لئے سبب نہیں بن سکے گا۔اور وہ اسم جس کو واضع نے وصف کے لئے وضع کیا ہو بعد اگرچہ اس پر علمیت غالب بھی ہو جائے اور معنی صفت ماند پڑ جائے پھر بھی یہ غیر منصرف کا سبب بنے گا اور علمیت کا غالب ہونا کوئی ضرر یعنی نقصان نہیں دے گا اس لئے کہ اعتبار اصل وضع کا ہوتا ہے جیسے "اَجْمَل" یہ اصل وضع میں وصف یعنی خوبصورتی کے لئے وضع ہوا تھا لیکن بعد میں اس پر علمیت غالب ہو گئی لہٰذا اب یہ وصف اصلی اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف بنے گا نہ کہ وصف اور علمیت کی وجہ سے۔

وصف کی شرط پر تفریعات کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ نے "شرطہ ان یکون فی الاصل اور فلاتضرہ الغلبة "ان دونوں کی" فَلِذٰلِكَ" سے تین تفریعیں بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1)۔۔۔صرف اربع:

یہ منصرف ہے اس لئے کہ ہم نے شرط یہ لگائی ہے کہ "اَنْ یَّکُوْنَ فِی الْاَصْلِ "اور اصل کے اعتبار سے وصف وہ کہلاتا ہے جو ذات مبہمہ پر دلالت کر رہا ہو جبکہ "اَرْبَعٌ"تو معین شیءیعنی "مَابَیْنَ الثَّلَاثَۃِ وَالْخَمْسَۃِ" والے عدد پر دلالت کر رہا ہے لہٰذا یہ "مَرَرْتُ بِنِسْوَۃٍ اَرْبَعٍ "میں اگرچہ برائے وصف ہے لیکن یہ وصف عارضی اور الحاقی ہے لہٰذا یہ غیر منصرف کے لئے سبب نہیں بن سکتا اس لئے کہ اس میں صرف ایک سبب یعنی وزن فعل رہ گیا ہے جو اکیلے دو کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

2)۔۔۔وامتنع اسود وارقم للحیۃ وادھم للقید:

ان تینوں کے بارے فرمایا گیا کہ ان میں سے ہر ایک اپنی اصل کے اعتبار سے صفت کے لئے وضع ہوا ہے یعنی "اَسْوَدُ"کی وضع کالے رنگ، "اَرْقَمُ"کی وضع چتکبرے رنگ اور "اَدْھَمُ"کی وضع سخت کالے رنگ کے لئے ہوئی ہے، پھر بعد میں اگرچہ یہ نام پڑھ گئے ہیں اور علمیت ان کے معنی وصفیت پر غالب آ گئی ہے اس لئے کہ جب بھی یہ اسماء بولے جاتے ہیں تو سامع کی توجہ فوراً کالے اور چتکبرے سانپ اور کالے سانپ اور زنجیر کی طرف چلی جاتی ہے لیکن پھر بھی علمیت کا غالب آنا کوئی مضر نہیں ہے بلکہ جیسے وصفیت علمیت سے پہلے سبب بن رہی تھی وہ اب بھی سبب بن رہی ہے لہٰذا یہ تینوں اسماء وزن فعل اور وصف اصلی کی وجہ سے غیر منصرف ہو گئے نہ کہ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے۔

3)۔۔۔وضعف منع افعی للحیۃ،واجدل للصقر،واخیل لطائر:

اَفْعیٰ،اَجْدَلُ اور اَخْیَلُ ان تینوں کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے اس لئے کہ ان تینوں کی اصل وضع کے اعتبار سے وصفیت میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ان میں وصف اصلی ہے اور وہ اس طرح کہ اَفْعیٰ،فَعْوَۃٌ بمعنی خبیث چیز،سے مشتق ہے، پھر بعد میں سانپ کا نام پڑ گیا۔اور اَجْدَلُ،جَدْلٌ بمعنی قوت اور طاقت سے مشتق ہے، پھر بعد میں شکرہ،ایک پرندے کے نام پڑ گیا۔اسی طرح اَخْیَلُ ،خَیْلَانٌ بمعنی سیاہ نقطہ دار چیز،سے مشتق ہے پھر بعد میں ایک سبز رنگ کے پرندے کا نام پڑ گیا جس میں کچھ دھبے ہوتے ہیں۔تو ان علماء کے نزدیک یہ تینوں وزن فعل اور وصفیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔جبکہ دیگر عماء نحو ان اسماء کو مشتق نہیں مانتے لہٰذا ان کے نزدیک یہ سب منصرف ہیں۔

متن: اَلتَّانِيْثُ بِالتَّاءِ شَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ وَالْمَعْنَوِى كَذٰلِكَ وَشَرْطُ تَحَتُّمِ تَاثِيْرِهِ الزِّيَادَةُ عَلٰى ثَلَاثَةٍ اَوْ تَحَرُّكُ الْاَوْسَطِ اَوِ الْعُجْمَةُ فَهِنْدٌ يَجُوْزُ صَرْفُهُ وَزَيْنَبُ وَسَقَرُ وَمَاهُ وَجُوْرُ مُمْتَنِعٌ فَاِنْ سُمِّيَ بِهِ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهُ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَقَدَمٌ مُنْصَرِفٌ وَعَقْرَبُ مُمْتَنِعٌ

ترجمہ: تانیث بالتاء اس کی شرط علمیت ہے اور تانیث معنوی بھی اسی طرح ہے اور اس کے حتمی طور پر غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ زائد علی الثلاثہ ہو یا (اگر اس طرح نہ ہو تو) متحرک الاوسط ہو، (اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم) عجمہ ہو، اسی وجہ سے ھند کا منصرف پڑھنا بھی جائز ہے اور زینب، سقر، ماہ اور جور سب غیر منصرف ہیں پھر اگر تانیث معنوی کے ذریعے کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو پھر اس کے سبب مؤثر ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ زائد علی الثلاثہ ہو، پس یہی وجہ ہے کہ قدم منصرف ہے اور عقرب غیر منصرف ہے۔

تشریح:

تانیث کی اقسام: تانیث کی دو قسمیں ہیں: تانیث لفظی اور تانیث معنوی۔

تانیث لفظی: وہ اسم جس میں تانیث کی کوئی علامت پائی جائے جیسے حمراء، حبلی، فاطمۃ وغیرھم۔

تانیث معنوی: وہ اسم جس میں تانیث کی کوئی بھی علامت نہ پائی جائے البتہ اس میں تاء مقدرہ ہوتی ہے جیسے الارض زینب۔ ان دونوں قسموں میں غیر منصرف ہونے کے لئے علمیت شرط ہے۔

سوال:

تانیث لفظی کی تین قسمیں ہیں جبکہ مصنف علیہ الرحمہ نے تانیث بالتاء کا ذکر کیا ہے؟

جواب:

تانیث بالتاء ذکر کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ باقی دونوں قسموں میں غیر منصرف کے لیے علمیت شرط نہیں صرف تانیث بالتاء میں علمیت شرط ہے۔

سوال:

جب تانیث بالتاء اور تانیث معنوی دونوں کے لئے علمیت شرط ہے تو دونوں قسموں کو الگ الگ کیوں ذکر کیا ہے؟

جواب:

الگ الگ اس لئے ذکر کیا کہ تانیث بالتاء میں علمیت وجوب کے لئے شرط ہے اور تانیث معنوی میں علمیت جواز کے لئے شرط ہے یعنی تانیث بالتاء میں علمیت پائی جائے تو اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور تانیث معنوی میں علمیت پائی جائے تو اس کو غیر منصرف پڑھنا جائز ہے واجب نہیں۔

"وشرط تحتم تاثیرہ" کی وضاحت:

تانیث معنوی میں غیر منصرف کے وجوب کے لئے علمیت کے ساتھ ساتھ تین شرطوں میں سے کسی ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے۔(۱)زائد علی الثلاثۃ ہو جیسے زَیْنَبُ۔(۲)متحرک الاوسط ہو جیسے سَقَرُ۔(۳)وہ اسم لغت عجم میں کسی کا نام ہو یعنی عجمہ ہو جیسے "مَاہ اور جُورُ" یہ دو قلعوں کے نام ہیں۔

هِنْدٌ:

اسے منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔غیر منصرف اس وجہ سے کہ اس میں ایک سبب تانیث معنوی ہے اور دوسرا سبب معرفہ ہونا ہے اور منصرف پڑھنا اس وجہ سے جائز ہے کہ اس میں وجوب کی تین شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں پائی جارہی یعنی نہ زائد علی الثلاثہ ہے نہ متحرک الاوسط ہے اور نہ عجمہ ہے۔

"فان سمی بہ مذکر فشرطہ الزیادۃ علی الثلاثۃ" کی وضاحت:

اگر تانیث معنوی کو اُٹھا کر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس صورت میں اس کو غیر منصرف پڑھنے کے لئے صرف یہ شرط ہے کہ وہ زائد علی الثلاثہ ہو جیسے "عَقْرَبُ" یہ اگر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو وہ غیر منصرف ہو گا کیونکہ یہ زائد علی الثلاثہ ہے اور "قَدَمٌ" کسی مذکر کا نام رکھیں تو منصرف ہو گا اسلئے کہ یہ زائد علی الثلاثہ نہیں ہے۔

متن: اَلْمَعْرِفَةُ شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً، اَلْعُجْمَةُ شَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمِيَّةً فِي الْعُجْمَةِ وَتَحَرُّكُ الْاَوْسَطِ اَوِ الزِّيَادَةُ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَنُوْحٌ مُنْصَرِفٌ وَشَتَرُ وَاِبْرَاهِيْمُ مُمْتَنِعٌ

ترجمہ: معرفہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ علم ہو، عجمہ کی شرط یہ ہے کہ یہ عجمی زبان میں ہو اور متحرک الاوسط یا زائد علی الثلاثہ ہو پس اسی وجہ سے نوح منصرف ہے اور شتر اور ابراھیم غیر منصرف ہیں۔

تشریح:

معرفہ کا لغوی معنی: حقیقت پالینا۔

اصطلاحی معنی:

هِيَ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ یعنی معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین شیء کے لئے وضع کیا گیا ہو چاہے وہ معین شیء ذوالعقول ہو یا غیر ذوالعقول جیسے زید، عمرو، الکتاب، القلم وغیرہ۔

معرفہ کا غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی شرط:

اس کے لئے مصنف علیہ الرحمہ نے یہ شرط بیان کی ہے کہ اس میں علمیت پائی جائے اور معرفہ کی سات قسموں میں سے صرف علمیت کو اس لئے خاص کیا گیا کہ اس کے علاوہ جتنی قسمیں ہیں وہ غیر منصرف نہیں بن سکتیں، مثلاً مضمرات، اشارات اور اسماء موصولات یہ تینوں معرفہ کی قسمیں تو ہیں لیکن مبنی ہیں اس لئے ہماری ان سے بحث ہی نہیں ہے باقی معرفہ کی دو قسمیں معرف باللام اور مضاف تو ان کی وجہ سے تو غیر منصرف بھی منصرف بن جاتا ہے لہٰذا یہ بھی ہماری بحث سے خارج ہو گئیں۔ اسی طرح معرف بالنداء بھی معرف باللام کے حکم میں ہے کیونکہ یَارَجُلُ کا معنی ہے یَا اَيُّهَا الرَّجُلُ، اب باقی صرف ایک صورت رہ جاتی ہے وہ ہے علمیت والی، اس لئے صرف اسی کو خاص کیا گیا۔

عجمہ کی لغوی واصطلاحی تعریف:

عجمہ کا لغوی معنی: "اللکنۃ وعدم افصاح الکلمۃ" یعنی گونگا پن اور بات کو پوری فصاحت کے ساتھ کہنے کی طاقت نہ رکھنا۔

اصطلاحی تعریف: "کَوْنُ اللَّفْظِ غَیْرَ عَرَبِیٍّ "یعنی کسی لفظ کا عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان سے ہونا۔

عجمہ کا غیر منصرف ہونے کا سبب:

غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے دو شرطیں ہیں:

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ لفظ لغت عجم میں کسی کا نام ہو چاہے اس کا حقیقی طور پر نام ہو جیسے اِبْرَاهِیْمُ، اِسْمَاعِیْلُ، یا حکمی طور پر ہو جیسے قَالُوْن، یہ لغت عجم میں کسی کا نام نہیں تھا بلکہ اسم جنس تھا ہر اچھی چیز کو قالون کہتے تھے۔ پھر عربی زبان میں آکر عرب نے قراء سبعہ میں سے نافع کا اس کی قراءت کی عمدگی کی وجہ سے نام رکھدیا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اسم زائد علی الثلاثہ ہو جیسے اِبْرَاهِیْمُ اس میں علمیت اور عجمہ مع اپنی شرط کے پائی جاتی ہیں اور اگر زائد علی الثلاثہ نہ ہو تو متحرک الاوسط ہو جیسے شَتَرُ یہ دیار بکر کے ایک قلعہ کا نام ہے اس میں علمیت اور عجمہ مع اپنی شرط متحرک الاوسط ہونے کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اور نُوْحٌ میں چونکہ پہلی شرط تو ہے لیکن دوسری شرط کی دونوں شقوں میں سے کوئی شق نہیں پائی جا رہی اس لئے یہ منصرف ہے۔

متن: اَلْجَمْعُ شَرْطُهٗ صِیْغَةُ مُنْتَهَی الْجُمُوْعِ بِغَیْرِ هَاءٍ، کَمَسَاجِدَ وَمَصَابِیْحَ، وَاَمَّا فَرَازِنَةٌ فَمُنْصَرِفٌ، وَحَضَاجِرُ عَلَمًا لِلضَّبْعِ غَیْرُ مُنْصَرِفٍ لِاَنَّهٗ مَنْقُوْلٌ عَنِ الْجَمْعِ، وَسَرَاوِیْلُ اِذَا لَمْ یُصْرَفْ وَهُوَ الْاَکْثَرُ فَقَدْ قِیْلَ اَعْجَمِیٌّ حُمِلَ عَلٰی مَوَازِنِهٖ، وَقِیْلَ عَرَبِیٌّ جَمْعُ سِرْوَالَةٍ تَقْدِیْرًا، وَاِذَا صُرِفَ فَلَا اِشْکَالَ وَنَحْوُ جَوَارٍ رَفْعًا وَجَرًّا کَقَاضٍ

ترجمہ: جمع کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو بغیر ہاء کے جیسے مساجد اور مصابیح اور رہا فرازنۃ تو وہ منصرف ہے اور حضاجر جو بجوں کا نام ہے یہ غیر منصرف اس لئے کہ یہ جمع سے منقول ہو کر آیا ہے۔ اور سراویل جبکہ غیر منصرف پڑھا جائے اور یہ اسی طرح اکثر غیر منصرف ہی استعمال ہوتا ہے پس کہا گیا ہے کہ اس کو اپنے ہم وزن کلمات پر محمول کر کے یہ عجمی ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ عربی ہے اور سروالۃ کی تقدیری طور پر جمع ہے اور جب اس کو منصرف پڑھا جائے تو پھر تو کوئی اشکال ہی نہیں، اور جوار کی طرح کوئی اسم ہو تو حالت رفعی اور جری دونوں میں سے اس کا اعراب قاض کی طرح ہوگا۔

تشریح:

جمع کی تعریف:

هِيَ الصِّيْغَةُ الَّتِي تَدُلُّ عَلَى الثَّلَاثَةِ فَمَا فَوْقَهَا یعنی جمع وہ اسم جو تین یا تین سے زیادہ پر دلالت کرے جیسے مُسْلِمُوْنَ ،مُؤْمِنُوْنَ وغیرہ۔

جمع منتہی الجموع کی تعریف:

ھی التی لاتجمع جمع التکسیر مرۃ اخری کان جمعیتھا وصلت الی الانتھاء۔یعنی جمع منتہی الجموع وہ جمع ہے جس کی مزید جمع تکسیر نہ بن سکے گویا کہ اس کی جمعیت اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہوتی ہے۔اس وجہ سے اس کو منتہی الجموع کہا جاتا ہے۔

جمع منتہی الجموع کی علامت:

اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے پہلے دونوں حرف مفتوح ہوتے ہیں اور تیسری جگہ الف جبکہ اس کے بعد اگر ایک حرف ہو تو مشدد ہو گا جیسے دَوَابٌّ،صَوَافٌّ

اور اگر دو حرف ہوں تو پہلا مکسور اور دوسرا مضموم ہو گا جیسے مَسَاجِدُ،مَكَاتِبُ،

اور اگر تین حرف ہوں تو درمیان میں یاء ساکنہ ہو گی جیسے مَصَابِيْحُ،اَكَالِيْبُ۔

جمع کا غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی شرائط:

جمع غیر منصرف اس وقت ہو گی جب اس میں دو شرطیں پائی جائیں ایک وجودی اور دوسری سلبی۔

وجودی شرط یہ ہے کہ وہ جمع منتہی الجموع کا صیغہ ہو،چاہے حقیقتاً ہو یا حکماً،حقیقتاً کا مطلب یہ ہے کہ واقعی طور پر وہ جمع الجمع ہو مثلاً "كَلْبٌ "کی جمع ہے " اَكْلُبٌ" اور "اَكْلُبٌ "کی جمع ہے " اَكَالِيْبُ"،اور حکماً کا مطلب یہ ہے کہ وہ جمع الجمع نہ ہو بلکہ صرف جمع الجمع کے وزن پر آیا ہو جیسے عَصْفُوْرٌ کی جمع ہے عَصَافِيْرُ اور مِصْبَاحٌ کی جمع ہے مَصَابِيْحُ۔

سلبی شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ایسی تاء نہ ہو جو وقف کی حالت میں ہاء بن جاتی ہو ورنہ تو ایسا اسم منصرف ہو گا جیسے فَرَازِنَۃ، لیکن جو ہاء غیر مبدل عن التاء ہو تو وہ غیر منصرف ہو گا جیسے فَوَارَہ۔

"وحضاجر علما۔۔"کی وضاحت:

سوال:

مصنف علیہ الرحمہ نے جمع کو غیر منصرف کا سبب اور منتہی الجموع کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے جبکہ حضاجر منتہی الجموع کے وزن پر تو ہے لیکن خود جمع نہیں ہے، تو گویا کہ شرط بغیر مشروط کے پائی گئی اس کے باوجود بالاتفاق علماء نحو اسے غیر منصرف پڑھتے ہیں ایسا کیوں ہے؟

جواب:

حضاجر جمع ہے مفرد نہیں، کیونکہ جمع عام ہے چاہے فی الحال ہو یا فی الاصل، تو یہ اگرچہ فی الحال جمع نہیں مگر فی الاصل جمع ہے کیونکہ حَضَاجِر، حِضَجْرٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کبیر البطن بڑے پیٹ والا، تو معلوم ہوا کہ حضاجر جمع بھی ہے اور جمع منتہی الجموع بھی تو اسے غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔

"وسراویل۔۔الخ"کی وضاحت:

اعتراض:

سَرَاوِیْلُ کو آپ غیر منصرف پڑھتے ہیں جبکہ یہ نہ تو فی الاصل جمع ہے اور نہ فی الحال، لہٰذا سَرَاوِیْلُ کا غیر منصرف پڑھنا صحیح نہ ہوا؟

جواب:

سراویل میں دو قول ہیں:

1۔ یہ منصرف ہے تب تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔

2:۔ یہ غیر منصرف ہے اور یہی جمہور کا قول ہے پھر ان کے دو گروہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ عجمی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے۔ جو کہتے ہیں کہ یہ عجمی ہے وہ کہتے ہیں کہ جمع عام ہے حقیقی ہو یا حکمی، یہاں پر اگر چہ جمع حقیقی نہیں مگر جمع حکمی ضرور ہے یعنی ہم نے اس سَرَاوِیْلُ کو اوزان جموع عرب پر محمول کیا ہے یعنی سَرَاوِیْلُ ،مَصَابِیْحُ اور اَنَاعِیْمُ کا وزن ایک وزن ہے تو ہم نے اس کو ان پر محمول کیا اور اس کو غیر منصرف قرار دیا۔

جو کہتے ہیں کہ یہ عربی لفظ ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جمع عام ہے حقیقی ہو یا اعتباری، یہاں پر اگر چہ جمع حقیقی نہیں مگر اعتباری ہے یعنی ہم نے اس کو جمع فرض کر لیا ہے کیونکہ عرب اس کو غیر منصرف استعمال کرتے تھے اور اس میں کوئی دوسرا سبب ملا نہیں تو ہم نے یہ کہا کہ یہ سَرْوَالَۃٌ کی جمع ہے، کیونکہ اس کا وزن جمع منتہی الجموع کا ہے اور وہ دو سببوں کے قائم مقام ہوتا ہے۔

"ونحو جوار رفعا وجرا کقاض" کی وضاحت:

جَوَارٍ سے مراد ہر وہ اسم منقوص کی جمع ہے جو فَوَاعِلُ ،افاعل یا مفاعل کے وزن پر ہو چاہے ناقص یائی ہو الف لام کے بغیر جیسے جَوَارٍ ،جو جمع ہے "جَارِیَۃٌ" کی یا ناقص واوی ہو الف لام کے بغیر جیسے "دَوَاعٍ" جو جمع ہے "دَاعِیَۃٌ" کی۔

"رفعا وجرا" سے مراد حالت رفعی اور حالت جری مراد ہے۔ یعنی ان دونوں حالتوں میں یاء حذف کر کے تنوین داخل کر دی جائے گی جیسا کہ "قَاضٍ" میں کیا جاتا ہے لیکن حالت نصبی میں یاء متحرکہ مفتوحہ حالت میں ثابت رہے گی اسی وجہ سے اس میں جمع منتہی الجموع والی شرط کے پائے جانے کی بنا پر غیر منصرف پڑھا جائے گا۔

متن: اَلتَّرْکِیْبُ شَرْطُہُ الْعَلَمِیَّۃُ،وَاَنْ لَّا یَکُوْنَ بِاِضَافَۃٍ وَلَا اِسْنَادٍ مِثْلُ بَعْلَبَکَّ

ترجمہ: ترکیب اس کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ علم ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ یہ مرکب اضافی اور مرکب اسنادی نہ ہو جیسے بعلبک۔

تشریح:

ترکیب کا لغوی معنی: جوڑنا، ملانا۔

اصطلاحی معنی: هُوَجُعِلَ الْكَلِمَتَيْنِ كَلِمَةً وَاحِدَةً بِغَيْرِ حَرْفِيَّةِ اَحَدِ الْجُزْئَيْنِ یعنی وہ اسم جس میں دو کلموں کو ایک بنادیا گیا ہو بغیر اس کے کہ ان دونوں کلموں میں سے کوئی ایک حرف ہو۔

ترکیب کا غیر منصرف بننے کے لئے شرائط:

ترکیب غیر منصرف کا سبب اس وقت بنے گی جب اس میں تین شرطیں پائی جائیں، ایک وجودی اور دو سلبی۔

وجودی شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو، اور سلبی شرط یہ ہے کہ وہ مرکب اضافی نہ ہو جیسے غُلَامُ زَيْدٍ، كِتَابُ بَكْرٍ۔ اور مرکب اسنادی بھی نہ ہو جیسے تَأَبَّطَ شَرًّا، شَابَ قَرْنَاهَا۔

متن: اَلْأَلِفُ وَالنُّوْنُ اِنْ كَانَتَا فِيْ اِسْمٍ فَشَرْطُهُ الْعَلَمِيَّةُ كَعِمْرَانَ اَوْصِفَةٍ فَانْتِفَاءُ فَعْلَانَةٍ وَقِيْلَ وُجُوْدُ فَعْلٰى وَمِنْ ثَمَّ اخْتُلِفَ فِيْ رَحْمٰنَ دُوْنَ سَكْرَانَ وَنَدْمَانَ

ترجمہ: الف اور نون اگر دونوں ایک اسم میں ہوں تو (غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے) شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عمران، یا صفت میں ہوں تو اس کی شرط یہ ہے کہ فَعْلَانَةٌ کا وزن نہ ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ فَعْلٰى کا پایا جانا شرط ہے۔ اور اسی وجہ سے اختلاف کیا گیا ہے رَحْمٰنُ میں، نہ کہ سَكْرَانُ اور نَدْمَانُ میں۔

تشریح:

الف نون زائدتان کہنے کی وجہ:

چونکہ یہ دونوں جس کلمہ میں ہوتے ہیں اس کے حروف اصلیہ کے مقابلے میں نہیں آتے اس وجہ سے انہیں زائدتان کہا جاتا ہے جیسے عِمْرَانُ اور سَكْرَانُ بروزن فِعْلَانُ اور فَعْلَانُ۔

غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرائط:

الف نون زائدتان یا تو اسم جامد میں ہونگے یا صفت میں، اگر اسم جامد میں ہوں تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ علم ہو، اور اگر صفت میں ہوں تو اکثر نحویوں کے نزدیک اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس صفت کی مؤنث فَعْلَانَةٌ کے وزن پر نہ

ہو جیسے خَصْمَانٌ کی مؤنث خَصْمَانَۃٌ آتی ہے، اور بعض نحویوں کے نزدیک شرط یہ ہے کہ اس صفت کی مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر ہو، تو گویا بعض کے نزدیک صرف "انتفاء فلانۃ "اور بعض کے نزدیک "انتفاء فعلانۃ "کے ساتھ ساتھ "وجود فَعْلٰی "بھی ضروری ہے۔ لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے دوسرے قول کو قِیْلَ کے ساتھ ذکر کرکے اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ "غَضْبَانٌ "کی مؤنث "غَضْبٰی "آتی ہے اس کے باوجود یہ منصرف ہے۔

"ومن ثم اختلف" سے تفریعات:

الف نون زائدتان جب صفت میں پائے جائیں تو جس طرح اس کی شرط کی تاثیر میں اختلاف ہے اسی طرح بعض کلمات کے منصرف ہونے اور غیر منصرف میں میں بھی اختلاف ہو گا جیسے "رَحْمٰنُ" یہ "انتفاء فعلانۃ" کے قائلین کے ہاں تو غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس کہ مؤنث ہی نہیں، اور "وجود فَعْلٰی "کے قائلین کے نزدیک منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث نہیں چہ جائیکہ وہ فَعْلٰی کے وزن پر ہو۔

دوسری مثال "سَکْرَانُ" ہے یہ بالاتفاق غیر منصرف ہے اس لئے کہ اس کی مؤنث "سَکْریٰ" بروزن "فَعْلٰی" آتی ہے تو دونوں شرطیں پائی گئیں "انتفاء فعلانۃ" والی بھی اور "وجود فَعْلٰی" والی بھی۔

تیسری مثال: "نَدْمَانُ "یہ دو معنوں میں مستعمل ہے ایک بمعنی "نَادِمٌ "اسم فاعل کے اور دوسرا بمعنی "نَدِیْمٌ "صفت مشبہ کے، اگر بمعنی نَادِمٌ ہو تو اس کی مؤنث "نَدْمَانَۃٌ "آتی ہے لہٰذا اس صورت میں یہ بالاتفاق منصرف ہو گا۔ اور اگر بمعنی نَدِیْمٌ ہو جس کی مؤنث "نَدْمیٰ "ہے لہٰذا اس صورت میں بھی بالاتفاق غیر منصرف ہو گا۔

متن: وَزْنُ الْفِعْلِ شَرْطُہٗ اَنْ یَّخْتَصَّ بِہٖ کَشَمَّرَ وَضُرِبَ اَوْ یَکُوْنَ فِیْ اَوَّلِہٖ زِیَادَۃٌ کَزِیَادَتِہٖ غَیْرُ قَابِلٍ لِلتَّاءِ وَمِنْ ثَمَّ امْتَنَعَ اَحْمَرُ وَانْصَرَفَ یَعْمَلٌ

ترجمہ: وزن فعل اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ ایسے وزن پر ہو جو فعل کے ساتھ مخصوص ہو جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ، یا اس کے شروع میں فعل جیسی زیادتی ہو اور تاء کو قبول کرنے والا نہ ہو، اور اسی وجہ سے اَحْمَرُ غیر منصرف ہے اور یَعْمَلٌ منصرف ہے۔

تشریح:

وزن فعل کی تعریف:

کَوْنُ الْاِسْمِ عَلٰی وَزْنٍ یُعَدُّ مِنْ اَوْزَانِ الْفِعْلِ یعنی اس کا ایسے وزن پر آنا جس کا شمار فعل کے اوزان میں سے ہوتا ہو۔

وزن فعل کا غیر منصرف کے لئے سبب بننے کی شرائط:

اس کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لیے دو شرطوں میں سے ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اسم ایسے وزن پر آئے جو اصل وضع کے اعتبار سے فعل کے ساتھ خاص ہو پھر اس سے منقول ہو کر اسم میں آیا ہو مثلاً شَمَّرَ یہ باب تفعیل سے ماضی معروف کا پہلا صیغہ ہے جس کا مصدری معنی ہے دامن اُٹھانا، پھر بعد میں اس سے منقول ہو کر حجاج بن یوسف کے ایک تیز رفتار گھوڑے کا نام پڑ گیا جو دوڑتے وقت دُم اُٹھا کر بھاگتا تھا تو اب یہ بوجہ علمیت اور وزن فعل غیر منصرف بن گیا ہے۔ اسی طرح "ضُرِبَ" ماضی مجہول کا صیغہ ہے لیکن اگر یہ کسی کا نام پڑ جائے تو یہ بھی بوجہ علمیت اور وزن فعل غیر منصرف ہو جائے گا۔

دوسری شرط: اگر اسم ایسے وزن پر ہو جو فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ فعل مضارع کے شروع میں ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاء تانیث کو قبول نہ کرتا ہو جیسے اَحْمَرُ، یہ اگرچہ فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن پھر بھی غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں مذکورہ شرط کی دونوں شقیں پائی جاتی ہیں یعنی شروع میں حروف اتین میں سے ہمزہ ہے اور آخر میں تاء تانیث کو بھی قبول نہیں کر رہا اس لئے یہ بوجہ وصف اور وزن فعل غیر منصرف ہے۔ اور یَعْمَلٌ کے شروع میں اگرچہ یاء ہے لیکن اس کے آخر میں تاء تانیث آسکتی ہے جیسے کہا جاتا ہے "نَاقَةٌ یَعْمَلَةٌ" اس وجہ سے یہ منصرف ہے۔

متن: وَمَا فِيْهِ عَلَمِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ إِذَا نُكِّرَ صُرِفَ لِمَا تَبَيَّنَ مِنْ اَنَّهَا لَا تُجَامِعُ مُؤَثِّرَةً إِلَّا مَا هِيَ شَرْطٌ فِيْهِ إِلَّا الْعَدْلَ وَوَزْنَ الْفِعْلِ وَهُمَا مُتَضَادَانِ فَلَا يَكُوْنُ مَعَهَا إِلَّا اَحَدُهُمَا فَإِذَا نُكِّرَ بَقِيَ بِلَا سَبَبٍ اَوْ عَلٰى سَبَبٍ وَاحِدٍ

ترجمہ: اور وہ اسماء جن میں علمیت مؤثر ہے اگر انہیں نکرہ بنادیا جائے تو وہ منصرف ہو جائیں گے، کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ علمیت اسی میں بطور تاثیر جمع ہوتی ہے جس میں یہ شرط ہے مگر عدل اور وزن فعل میں۔(شرط کے بغیر بھی اثر انداز ہوتی ہے)، اور یہ دونوں ایک دوسرے کے متضاد (یعنی ضد) ہیں۔ لہٰذا علمیت کے ساتھ دونوں میں سے ایک ہی پایا جائے گا۔ پس جبا سے نکرہ بنادیا جائے گا تو وہ بغیر سبب کے یا ایک سبب پر باقی رہ جائے گا۔

تشریح:

"مافیہ علمیت مؤثرۃ اذا نکر صرف" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف یہ بیان کر رہے ہیں کہ ہر وہ اسم جس میں غیر منصرف ہونے کے لئے علمیت مؤثر ہو، چاہے شرط کے طور پر ہو یا سبب محض کے طور پر، دونوں صورتوں میں جب اس کو نکرہ بنادیا جائے گا تو وہ اسم منصرف ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ اسباب جن میں علمیت کا ہونا شرط ہے جب ان سے علمیت ختم کر کے نکرہ بنادیا جائے گا تو وہ اسم بغیر کسی سبب کے رہ جائے گا جیسے زَيْنَبُ اور كُلْثُوْمُ یہ دونوں غیر منصرف ہیں تانیث اور علمیت کی وجہ سے، لیکن جب اس سے علمیت ختم ہو جائے تو صرف تانیث رہ جائے گی اور وہ بھی بغیر شرط کے، لہٰذا کوئی سبب باقی ہی نہ رہا۔

جن اسباب میں علمیت شرط نہیں:

وہ اسباب جن میں علمیت شرط کے طور پر نہیں، بلکہ بطور سبب جمع ہوتی ہے جب ان سے علمیت ختم کی جائے تو اس کا صرف ایک سبب باقی رہ جاتا ہے، مثلاً عُمَرُ عدل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے، جب اس سے علمیت ختم ہو جائے تو اس میں صرف سبب عدل باقی رہ جائے گا، لہٰذا یہ بھی منصرف بن جائے گا۔

علم کو نکرہ بنانے کی صورتیں:

علم کو نکرہ بنانے کی دو صورتیں ہیں:

(1)علم بول کر صاحب علم کا وصف مشہور مراد لیا جائے جیسے لِكُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسىٰ اس کا مطلب ہے لِكُلِّ مُبْطِلٍ مُحِقٌّ۔اس مثال میں فرعون اگرچہ اصل میں غیر منصرف تھا لیکن یہاں اس سے وہ خاص فرعون مراد نہیں ہے بلکہ ہر اہل باطل جس میں فرعون کا وصف مشہور سرکشی ہو وہ مراد ہے،اس لئے اسے منصرف بنا کر فرعون پڑھا گیا۔

(2)ایک پوری جماعت کا ایک ہی نام ہو مثلاً عثمان تو عثمان علم بول کر بغیر کسی تعیین کے کسی ایک فرد کو مراد لیا جائے جیسے رَأَيْتُ عُثْمَانَ وَعُثْمَانًا آخَرَ اس مثال میں پہلا عثمان معرفہ ہے لیکن دوسرا نکرہ ہونے کی وجہ سے منصرف ہو گیا۔

وہ اسباب جن میں علمیت شرط ہے:

یہ پانچ اسباب ہیں:(۱)تانیث بالتاء اور تانیث معنوی(۲)معرفہ(۳)عجمہ(۴)ترکیب اور(۵)الف نون زائدہ تان جبکہ اسم میں ہو۔جن میں علمیت صرف سبب محض کے طور پر جمع ہوتی ہے وہ دو ہیں عدل اور وزن فعل۔جمع منتہی الجموع اور تانیث بالالف ،ان میں علمیت جمع تو ہو سکتی ہے لیکن ان کے غیر منصرف ہونے میں مؤثر نہیں بنتی۔

"وھما متضادان" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نے ایک اشکال کا جواب دیا ہے اشکال یہ تھا کہ اگر کسی اسم میں تین سبب جمع ہو جائیں یعنی علمیت،عدل اور وزن فعل،تو جب اس سے علمیت ختم کر کے نکرہ بنا دیا جائے تو پھر بھی وہ کلمہ غیر منصرف ہی رہے گا کیونکہ ابھی تک اس میں دو سبب عدل اور وزن فعل باقی ہیں؟

جواب میں مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں یعنی عدل اور وزن فعل کا ایک اسم میں جمع ہونا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ عدل کے چھ اوزان ہیں جو اسی کے ساتھ خاص ہیں اسی طرح فعل کے اوزان جو کہ قیاسی ہیں وہ اسی کے ساتھ خاص ہیں تو گویا یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہو گئے۔

متن: وَخَالَفَ سِيْبَوَيْهِ الْاَخْفَشَ فِيْ مِثْلِ اَحْمَرَ عَلَمًا اِذَا نُكِّرَ اِعْتِبَارًا لِلصِّفَةِ الْاَصْلِيَّةِ بَعْدَ التَّنْكِيْرِ وَلَا يَلْزَمُهُ بَابُ حَاتِمٍ لِمَا يَلْزَمُ مِنْ اِعْتِبَارِ الْمُتَضَادَيْنِ فِيْ حُكْمٍ وَاحِدٍ وَّجَمِيْعُ الْبَابِ بِاللَّامِ اَوْ بِالْاِضَافَةِ يَنْجَرُّ بِالْكَسْرِ

ترجمہ: اور سیبویہ نے اخفش سے اختلاف کیا ہے علم کی صورت میں احمر جیسی مثالوں میں ،جب اسے نکرہ بنادیا گیا ہو، نکرہ کے بعد صفت اصلی کا اعتبار کرتے ہوئے۔اور سیبویہ کو باب حاتم لازم نہیں آتا،اس لئے کہ اس صورت میں ایک حکم میں دو متضاد چیزوں (یعنی وصفیت اور علمیت) کا جمع ہونا لازم آئے گا،اور (غیر منصرف کے) تمام باب ،الف لام یا اضافت کے ساتھ کے کا جر کسرہ کے ساتھ ہو گا۔

تشریح:

"وخالف سیبویہ الاخفش فی مثل احمر" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اس بات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ "**مافیہ علمیۃ مؤثرۃ اذا نکر صرف**" والا قاعدہ جمہور کے نزدیک ہے جس کی ترجمانی امام اخفش نے کی ہے جبکہ سیبویہ نے اس کی مخالف کی ہے وہ اس طرح کہ سیبویہ کے نزدیک "**مثل احمر**" یعنی ہر وہ اسم جو صفت کے لئے وضع کیا گیا ہو اور بعد میں علم بن گیا ہو تو اگر اس سے علمیت ختم کر کے نکرہ بنایا جائے تو بھی وصف معدوم کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ "**المعدول لایزول**" (یعنی معدول زائل نہیں ہوتا۔) لہٰذا "**احمر**" وزن فعل اور وصف اصلی کے اعتبار سے بدستور اسم غیر منصرف ہی رہے گا۔

امام اخفش کہتے ہیں کہ نکرہ ہونے کے بعد "**احمر**" منصرف بن جائے گا کیونکہ علمیت جانے کے بعد اس میں صرف وزن فعل باقی رہے گا اور وصفِ معدوم "**الزائل لایعود**" (یعنی زائل ہونے والا واپس نہیں آتا۔) والے قاعدے کی وجہ سے نہیں لوٹے گا۔

"ولایلزمہ باب حاتم" کی وضاحت:

یہ عبارت امام اخفش کی طرف سے سیبویہ پر اعتراض کا جواب ہے۔اخفش کا اعتراض یہ ہے کہ جس طرح آپ نے "احمر"میں علمیت کے زوال کے بعد وصف اصلی کا اعتبار کیاہے اسی طرح "باب حاتم "[3]میں بھی وصف اصلی کا اعتبار کریں،اور وصفیت وعلمیت کی وجہ سے اسے غیر منصرف قرار دیں۔

سیبویہ نے کہا کہ باب حاتم میں وصفیت کا اعتبار کرنا درست نہیں کیونکہ اس صورت میں باب حاتم وصفیت اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا،حالانکہ وصفیت وعلمیت آپس میں ضد ہیں لہٰذا ایک ہی حکم میں دو متضاد چیزوں کا اعتبار کرنا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں۔

"وجمیع الباب باللام اوبالاضافۃ ینجر بالکسرۃ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا کہ غیر منصرف پر جب الف لام داخل ہو یااس کی اضافت کسی اسم کی طرف ہو جائے تو اس کا جر کسرہ لفظی کے ساتھ ہوگا۔

متن: اَلْمَرْفُوْعَاتُ: هُوَمَا اِشْتَمَلَ عَلٰى عَلَمِ الْفَاعِلِيَّةِ

ترجمہ: مرفوعات: وہ اسم جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو۔

"المرفوعات"کا اعراب:

اسے تینوں طرح پڑھنا جائز ہے مرفوع پڑھنے کی صورت میں مبتداء محذوف کی خبر واقع ہوگا یعنی "ھذہ المرفوعات"ہوگا یا خبر محذوف کا مبتدا ہوگا یعنی "المرفوعات ھذہ"ہوگا۔

منصوب کی صورت میں فعل محذوف کا مفعول بہ ہوگا یعنی "اقرؤوا المرفوعات"یا"اشرعوا المرفوعات"ہوگا۔

[3] : یعنی ہر وہ اسم جو اصل وضع میں وصف تھا اور اب علم بن گیاہے۔

مجرور پڑھنے کی صورت میں یا تو مجرور بحرف جر ہو گا جیسے ھذاالباب فی المرفوعات یا مجرور بالاضافت ہو گا جیسے ھذابحث المرفوعات۔

مرفوعات کا مفرد:

مرفوعات جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد مَرْفُوْعٌ ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ مَرْفُوْعٌ تو مفرد مذکر ہے اور اس کی جمع مَرْفُوْعُوْنَ جمع مذکر سالم ہونی چاہیے تھی جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے؟

اس کا جواب یہ دیا کہ غیر ذوی العقول کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے لہٰذا یہاں بھی مَرْفُوْعٌ چونکہ غیر ذوی العقول ہے تو اس کی جمع الف اور تاء کے ساتھ لائی گئی جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا: فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃ۔

اب رہا یہ سوال کہ اسے مرفوعۃ کی جمع کہنا چاہیے تھا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا مرفوعات کو مرفوعۃ کی جمع کہنا درست نہیں ہے کیونکہ مَرْفُوْعَات اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر ہے اس صورت میں اگر مَرْفُوْعَات کا مفرد مَرْفُوْعَۃٌ مان لیا جائے تو موصوف اور صفت میں مطابقت نہیں رہے گی، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ مَرْفُوْعَۃٌ کی جمع نہیں بلکہ مَرْفُوْعٌ کی جمع ہے۔

مرفوعات کی تعریف:

مصنف علیہ الرحمہ نے مرفوعات کی تعریف یوں بیان کی ہے: ھوما اشتمل علی علم الفاعلیۃ یعنی مرفوع وہ اسم ہے جو فاعلیت کی علامت پر مشتمل ہو۔ اس عبارت میں ھو ضمیر کا مرجع مرفوعات تو نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ ھو ضمیر مفرد مذکر ہے اور مرفوعات جمع مؤنث، لہٰذا اسی مرفوعات کے اندر سے مرفوع مفرد مذکر کا صیغہ نکال کر ھو ضمیر کا مرجع بنایا جائے گا۔

اور عَلَمُ الْفَاعِلِیَّۃِ سے مراد ضمہ، الف اور واؤ ہے، ان میں سے الف تثنیہ میں ہوتا ہے اور واؤ اسماء ستہ مکبرہ اور جمع مذکر سالم میں ہوتا ہے۔

متن: فَمِنۡهُ الۡفَاعِلُ وَهُوَ مَا اُسۡنِدَ اِلَيۡهِ الۡفِعۡلُ اَوۡ شِبۡهُهٗ وَقُدِّمَ عَلَيۡهِ عَلٰى جِهَةِ قِيَامِهٖ بِهٖ مِثۡلُ قَامَ زَيۡدٌ وَزَيۡدٌ قَائِمٌ اَبُوۡهُ وَالۡاَصۡلُ اَنۡ يَّلِيَ الۡفِعۡلَ فَلِذٰلِكَ جَازَ ضَرَبَ غُلَامَهٗ زَيۡدٌ وَامۡتَنَعَ ضَرَبَ غُلَامُهٗ زَيۡدًا

ترجمہ: پس ان مرفوعات میں سے ایک فاعل ہے اور وہ ایسا اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی نسبت کی گئی ہو اور اسے اس اسم پر مقدم کیا گیا ہو اس طرح کہ فعل یا شبہ فعل اس کے ساتھ قائم ہو جیسے قام زید اور زید قائم ابوہ۔ اور اصل یہ ہے کہ فاعل، فعل کے ساتھ ملا ہوا ہو، اسی لئے ضرب غلامہ زید (کی ترکیب) جائز ہے اور ضرب غلامہ زیدا جائز نہیں ہے۔

تشریح:

فاعل کی تعریف میں فوائد وقیود:

اَلۡفَاعِلُ وَهُوَ مَا اُسۡنِدَ اِلَيۡهِ الۡفِعۡلُ اَوۡ شِبۡهُهٗ وَقُدِّمَ عَلَيۡهِ عَلٰى جِهَةِ قِيَامِهٖ بِهٖ۔

اس میں ھو ضمیر کا مرجع الفاعل معرف ہے جبکہ ما اسند الیہ سے لے کر علی جھۃ قیامہ بہ تک فاعل کی تعریف ہے، فاعل کی تعریف میں کلمہ "ما" جنس ہے اس میں ہر قسم کے اسماء داخل ہو گئے۔

"اسند الیہ الفعل او شبھۃ" فصل اول ہے اس سے وہ اسماء نکل جائیں گے جن کی طرف فعل کے بجائے اسماء کی نسبت کی گئی ہو جیسے زید ابوک۔

"وقدم علیہ" فصل ثانی ہے اس کی وجہ سے ہر وہ اسم خارج ہو گیا جس کی طرف اگرچہ فعل کی نسبت کی گئی ہو لیکن وہ اس سے مؤخر ہو جیسے زید ضرب وعمرو قرأ۔

"علی جھۃ قیامہ بہ" فصل ثالث ہے اس کی وجہ سے فعل مجہول نکل گیا کیونکہ اس میں اگرچہ اسم کی طرف فعل کی نسبت ہوتی ہے اور وہ فعل اس سے مقدم بھی ہوتا ہے لیکن وہ فعل اس سے صادر نہیں ہوتا بلکہ اس پر واقع ہوتا ہے جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ۔

"والاصل ان یلی الفعل" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فاعل کا پہلا حکم بیان کررہے ہیں کہ فاعل اپنے فعل کے ساتھ متصل ہوگا جیسے قَامَ زَیْدٌ اور ضَرَبَ غُلَامَہٗ زَیْدٌ۔

سوال: "ضَرَبَ غُلَامَہٗ زَیْدٌ" میں فاعل فعل کے ساتھ متصل نہیں ہے بلکہ اس میں اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے؟

جواب: اس میں فاعل اپنے فعل سے جدا نہیں ہے اور نہ ہی اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے کیونکہ زید جو ضرب کا فاعل ہے اس کا مرتبہ مفعول سے مقدم ہے اور اضمار قبل الذکر وہ ممنوع ہے جو لفظاً اور رتبۃً دونوں اعتبار سے قبل الذکر ہو، جبکہ یہاں پر صرف لفظاً لازم آرہا ہے رتبۃً نہیں، لہٰذا یہ جائز ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی ضَرَبَ زَیْدٌ غُلَامَہٗ، اس صورت میں فاعل، فعل کے ساتھ متصل بھی ہے اور اضمار قبل الذکر بھی لازم نہیں آرہا۔

"وامتنع ضرب غلامہ زیدا" کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے بیان فرمارہے ہیں کہ اس مثال میں فعل اگرچہ اپنے فاعل کے ساتھ متصل ہے لیکن اس میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً دونوں طرح لازم آرہا ہے جو جمہور نحویوں کے نزدیک ممنوع ہے۔

متن: وَإِذَا انْتَفَى الْإِعْرَابُ فِيْهِمَا لَفْظًا وَالْقَرِيْنَةُ أَوْ كَانَ مُضْمَرًا مُتَّصِلًا أَوْ وَقَعَ مَفْعُوْلُهٗ

بَعْدَ إِلَّا أَوْ مَعْنَاهَا وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ وَإِذَا اتَّصَلَ بِهٖ ضَمِيْرُ مَفْعُوْلٍ أَوْ وَقَعَ

بَعْدَ إِلَّا أَوْ مَعْنَاهَا أَوِ اتَّصَلَ بِهٖ مَفْعُوْلُهٗ وَهُوَ غَيْرُ مُتَّصِلٍ وَجَبَ تَأْخِيْرُهٗ

ترجمہ: اور جب (فاعل اور مفعول) دونوں میں اعراب منتفی ہو اور قرینہ بھی نہ ہو یا فاعل ضمیر مرفوع متصل (کی صورت میں) ہو یا اس کا مفعول اِلاَّ یا اس کے ہم معنی لفظ کے بعد واقع ہو تو اس فاعل کا مقدم کرنا واجب ہو گا اور جب فعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو یا مفعول اِلاَّ یا اس کے ہم معنی لفظ کے بعد واقع ہو تو اس فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہو گا۔

تشریح:

واذاانتفی الاعراب سے وجب تقدیمہ" کی وضاحت:

یہاں مصنف علیہ الرحمہ فاعل کا دوسرا حکم بیان فرمارہے ہیں اور وہ یہ کہ چار مقامات پر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

(1) فاعل اور مفعول دونوں ایسے اسم ہوں جن پر لفظی اعراب نہ ہو اور انہیں پہچاننے کے لئے کوئی قرینہ بھی نہ ہو۔ جیسے ضَرَبَ مُوْسیٰ عِیْسیٰ اور اَعْطَی ھٰؤُلَاءِ ھٰؤُلَاءِ۔

(2) جب فعل کا فاعل ضمیر مرفوع متصل کی صورت میں ہو۔ جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا

(3) جب مفعول اِلَّا کے بعد واقع ہو۔ جیسے مَاضَرَبَ زَیْدٌ اِلَّا عَمْرًوا

(4) جب مفعول اِلَّا کے ہم معنی حرف کے بعد واقع ہو۔ جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا

"واذااتصل سے وجب تاخیرہ" تک کی وضاحت:

یہاں مصنف علیہ الرحمہ فاعل کا تیسرا حکم بیان فرمارہے ہیں کہ چار مقامات ایسے ہیں جہاں فاعل کو مؤخر کرنا واجب ہے۔

(1) جب فاعل کے ساتھ مفعول کی طرف راجع ہونے والی ضمیر متصل ہو جیسے ضَرَبَ زَیْدًا غُلَامُہٗ یہاں اگر فاعل مؤخر نہ کیا جائے تو لفظا اور رتبۃً دونوں طرح اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو کہ ممنوع ہے لہٰذا فاعل کو مؤخر کر دیا گیا۔

(2) جب فاعل اِلَّا کے بعد واقع ہو جیسے مَاضَرَبَ زَیْدًا اِلَّا عَمْرٌو

(3) جب فاعل اِلَّا کے ہم معنی لفظ کے بعد واقع ہو جیسے اِنَّمَا ضَرَبَ زَیْدًا عَمْرٌو

(4) جب فعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر لگی ہوئی ہو بشرطیکہ فاعل کی ضمیر اس کے ساتھ متصل نہ ہو جیسے ضَرَبَكَ زَيْدٌ

متن: وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا فِي مِثْلِ زَيْدٍ لِمَنْ قَالَ مَنْ قَامَ شِعْرٌ" وَلْيُبْكَ يَزِيْدٌ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ وَمُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ "وَوُجُوْبًا فِي مِثْلِ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ وَقَدْ يُحْذَفَانِ مَعًا فِي مِثْلِ نَعَمْ لِمَنْ قَالَ أَقَامَ زَيْدٌ

ترجمہ: اور کبھی فعل حذف کردیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر جیسے زید جیسی مثال میں، اس شخص کے جواب میں جو پوچھے "من قام" اور "ليبك يزيد ضارع لخوصة ومختبط مماتطيح الطوائح" جیسے شعر میں، اور وجوبا حذف کیا جاتا ہے "وان احد من المشركين استجارك" جیسی مثال میں، اور کبھی فعل اور فاعل دونوں ایک ساتھ حذف کردیئے جاتے ہیں "نعم" جیسی مثال میں، اس شخص کے جواب میں جو پوچھے کہ "أقام زيد؟"

تشریح:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نے فاعل کا چوتھا حکم بیان فرمایا ہے اور وہ ہے فاعل کے فعل کو حذف کرنے کی صورتیں، تفصیل سے پہلے قرینہ کے مفہوم کو سمجھنا ضروری ہے۔ چنانچہ،

قرینہ کا معنی ہے: "اَلْاَمْرُ الدَّالُ عَلٰی تَعْيِيْنِ الشَّیْءِ" یعنی کسی چیز کی تعیین پر دلالت کرنے والی چیز کا پایا جانا۔

قرینہ کی دو قسمیں ہیں:

قرینہ مقالیہ: یعنی محذوف کے حذف ہونے پر دلالت کرنے والی چیز کا تعلق قول سے ہو جو کہ سائل کا سوال بھی ہو سکتی ہے۔

قرینہ حالیہ: یعنی محذوف کے حذف ہونے پر متکلم یا مخاطب کی حالت دلالت کر رہی ہو۔

قد يحذف الفعل لقيام قرينة: کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ جس جگہ فعل کی موجودگی پر قرینہ اور کوئی دلیل موجود ہو وہاں فعل حذف کرنا جائز ہے،اوروہ قرینہ یاتو سوال محقق ہوگا یاسوال مقدر،سوال محقق کی مثال جیسے اگر کوئی کہے مَنْ قَامَ ؟تو جواب میں صرف زَیْدٌ کہہ دیاجائے۔اور سوال مقدر کی مثال جیسے ایک شعر میں ہے جو ضرار بن نہشل نے اپنے بھائی یزید بن نہشل کے مرثیہ میں کہا:

لیبك یزید ضارع لخصومة　　ومختبط مما تطیح الطوائح

(یعنی چاہیے کہ یزید پر رویاجائے،وہ آدمی جو لڑائی سے عاجز آنے والا ہے اور بے وسیلہ سوال کرنے والا روئے جس کے مال کو حوادثات نے ہلاک کر دیا ہے۔)

اس شعر میں محل استشہاد "ضَارِعٌ" ہے جو "یَبْکِی "فعل کا فاعل ہے اور "یَبْکِی "فعل کو حذف کرنے کا قرینہ سوال مقدر ہے وہ اس طرح کہ جب کہا گیا "لِیُبْكَ یَزِیْدٌ "یعنی چاہیے کہ یزید پر رویاجائے،توسوال پیدا ہوا مَنْ یَّبْکِی عَلَیْہِ؟یعنی اس پر کون روئے؟شاعر نے جواب دیا کہ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ اَیْ یَبْکِی عَلَیْہِ ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ۔تو گویا یہاں پر سوال مقدر کی وجہ سے فعل حذف کیا گیا ہے۔

"ووجوبا فی مثل:وان احد من المشرکین استجارك"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جہاں کوئی فعل جوازی طور پر حذف کیاجائے پھر اس کے حذف کرنے سے کلام میں ابہام پیدا ہوجائے،پھر اس ابہام کو دور کرنے کے لئے کوئی فعل بطور تفسیر لایاجائے تواب اس فعل مفسّر کو لانے کی وجہ سے پہلے والے جوازی حذف شدہ فعل کا حذف ہونا وجوبی ہوجائے گا "وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ" (یعنی اوراگر کوئی مشرک آپ سے پناہ مانگے توآپ اسے پناہ دیدیں۔)یہ اصل میں "وَاِنِ اسْتَجَارَكَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَاَجِرْهُ" تھا،یہاں فعل محذوف ہونے پر دو چیزیں دلالت کررہی ہیں،ایک لفظی اور دوسری معنوی۔

معنوی یہ ہے کہ اگر ہم یہاں فعل محذوف نہ مانیں تواس کا ترجمہ غلط ہوجائے گا یعنی اب ترجمہ یوں بنے گا(اگر مشرکین میں سے کوئی ایک،توآپ اس کو پناہ دیدیں۔)

لفظی یہ ہے کہ اس مثال میں اِنْ حرف شرط اسم پر داخل ہو رہا ہے جبکہ یہ ان حرف شرط ، فعل کا خاصہ ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ اصل میں "وَاِنِ اسْتَجَارَكَ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ فَاَجِرْهُ" تھا، اولاً" استجارك"فعل جوازاً حذف کیا گیا، لیکن کلام میں ابہام پیدا ہو گیا چنانچہ اس ابہام کو دور کرنے کے لئے بعد میں "استجارك"فعل بطور تفسیر لایا گیا، لہٰذا اس کی وجہ سے پہلے والے فعل کا حذف وجوبی ہو گیا، اگر ایسا نہ ہو تو مفسَّر اور مفسِّر کا اجتماع لازم آجاتا جو کہ جائز نہیں ہے مفسَّر اور مفسِّر کے اجتماع کی صورت میں عبارت یوں ہو جاتی"وان استجارك احد من المشركين استجارك فاجره"

سوال:

آپ نے کہا کہ مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع ناجائز ہے جبکہ "رَأَيْتُ زَيْدًا اَيْ اَخُوْكَ"والی مثال میں تو دونوں جمع ہو گئے ہیں لہٰذا آپ کا کہنا درست نہ ہوا۔

جواب:

ہم نے جو یہ کہا کہ ان دونوں کا جمع ہونا جائز نہیں ہے تو اس سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ ان دونوں کا جمع ہونا مطلقاً منع ہے بلکہ ان کا اجتماع وہاں منع ہے جہاں فعل حذف کرنے کی وجہ سے ابہام پیدا ہوا ہو، آپ کی مثال میں ابہام ضرور ہے لیکن یہ نکرہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ حذف فعل کی وجہ سے۔

"وقد یحذفان معا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ ہر وہ سوال جس کا جواب ایجاب یا نفی کی صورت میں آرہا ہو تو جواب میں فعل اور فاعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا جائز ہے جیسے کوئی سوال کرے"أَقَامَ زَيْدٌ؟"تو جواب میں یا تو صرف نَعَمْ کہا جائے گا یا صرف لَا، اور چونکہ جوازی ہے اس لئے "نعم قام زید" کہنا بھی جائز ہے۔

متن: وَإِذَا تَنَازَعَ الْفِعْلَانِ ظَاهِرًا بَعْدَهُمَا فَقَدْ يَكُوْنُ فِي الْفَاعِلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبَنِيْ وَأَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ وَفِي الْمَفْعُوْلِيَّةِ مِثْلُ ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ زَيْدًا وَفِي الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُوْلِيَّةِ مُخْتَلِفَيْنِ فَيَخْتَارُ الْبَصْرِيُّوْنَ إِعْمَالَ الثَّانِيْ وَالْكُوْفِيُّوْنَ الْأَوَّلَ

ترجمہ: اور جب دو فعل اپنے بعد واقع ہونے والے اسم ظاہر کے بارے میں تنازع کریں، تو کبھی یہ تنازع فاعل بنانے کے بارے میں ہوگا جیسے ضربني واكرمني زيد، اور کبھی مفعول بنانے کے بارے میں ہوگا جیسے ضربت واكرمت زيدا، اور کبھی فاعل اور مفعول بنانے کے بارے میں ہوگا اس حال میں کہ دونوں فعل تقاضا کرنے میں مختلف ہوں، پس بصریوں نے دوسرے فعل کو عمل دینا اختیار کیا ہے جبکہ کوفیوں نے پہلے فعل کو۔

تشریح:

تنازع فعلان کسے کہتے ہیں؟

کسی کلام میں دو یا دو سے زیادہ افعال ہوں اور ان کے بعد ایک ایسا اسم ظاہر آجائے جس میں ماقبل افعال کے لئے علی سبیل البدلیت معمول بننے کی صلاحیت ہو اور ان میں سے ہر فعل یہ تقاضا کرے کہ یہ میرا معمول بن جائے۔ اس تقاضا کرنے کو اصطلاح نحو میں تنازع فعلان کہتے ہیں۔

"فقد یکون فی الفاعلیۃ سے لے کر وفی الفاعلیۃ والمفعولیۃ مختلفین" تک وضاحت:

یہاں پر مصنف علیہ الرحمہ نے تنازع فعلان کی چار صورتیں بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) دونوں فعل مابعد اسم ظاہر کو اپنا فاعل بنانا چاہتے ہوں جیسے ضَرَبَنِيْ وَأَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ

(2) دونوں فعل مابعد اسم ظاہر کو اپنا مفعول بنانا چاہتے ہوں جیسے ضَرَبْتُ وَأَكْرَمْتُ زَيْدًا

(3) پہلا فعل فاعل بنانا چاہتا ہو جبکہ دوسرا مفعول، جیسے ضَرَبَنِيْ وَأَكْرَمْتُ زَيْدًا

(4) پہلا فعل مفعول بنانا چاہتا ہو جبکہ دوسرا فاعل، جیسے ضَرَبْتُ وَأَكْرَمَنِيْ زَيْدٌ

بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف:

دونوں کے اختلاف کو بیان کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ ان دونوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دونوں فعلوں میں سے کسی بھی فعل کو عمل دینا جائز ہے۔ اختلاف صرف اور صرف اس بات میں ہے کہ کس فعل کو عمل دینا زیادہ بہتر ہے۔ چنانچہ کوفیوں کے نزدیک فعل اول کو پہلے آنے کی وجہ سے عمل دینا زیادہ بہتر ہے جبکہ بصریوں کے نزدیک فعل ثانی کو قریب ہونے کی وجہ سے عمل دینا زیادہ بہتر ہے۔

متن: فَإِنْ اَعْمَلْتَ الثَّانِي اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْاَوَّلِ عَلٰى وَفْقِ الظَّاهِرِ دُوْنَ الْحَذْفِ خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ وَجَازَ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ وَحَذَفْتَ الْمَفْعُوْلَ إِنِ اسْتُغْنِيَ عَنْهُ وَإِلَّا اَظْهَرْتَ

ترجمہ: اوراگر آپ دوسرے فعل کو عمل دیتے ہیں تو پہلے فعل کو اسم ظاہر کے موافق ضمیر دینگے نہ یہ کہ آپ اسے حذف کردیں، بخلاف امام کسائی کے، اور جائز ہے فعل ثانی کو عمل دینا بخلاف فراء کے، اور مفعول کو حذف کرینگے جبکہ وہ ذکر سے مستغنی ہو ورنہ ظاہر کرینگے۔

تشریح:

بصریوں کے نزدیک فعل اول کو عمل دیتے وقت قطع تنازع:

چونکہ مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک بصریوں کا قول راجح ہے اس لئے انہوں نے اختلاف بیان کرتے ہوئے اس پہلے ذکر کیا ہے اسی طرح قطع تنازع بیان کرتے ہوئے بھی اسے ہی مقدم کیا ہے۔

بصریوں کے نزدیک اگر فعل ثانی کو عمل دیا جائے تو پہلے فعل کو دیکھا جائے گا کہ وہ فاعل کا تقاضا کررہا ہے یا مفعول کا، اگر فاعل کا تقاضا کررہا ہے تو تین حال سے خالی نہیں ہوگا:

(1) فاعل کو سرے سے ہی حذف کردیا جائے۔ (2) فاعل ذکر کردیا جائے۔ (3) فاعل کی ضمیر لے آئی جائے۔

فاعل کو حذف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فاعل عمدہ ہوتا ہے اور عمدہ کو اس کے قائم مقام کے بغیر حذف کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح فاعل ذکر بھی نہیں کرسکتے کیونکہ ذکر کرنے کی صورت میں تکرار لازم آئے گی جو فصحاء کے نزدیک قبیح عمل ہے۔ اب جب یہ معلوم ہوگیا کہ فاعل حذف کرنا اور ذکر کرنا دونوں درست نہیں تو متعین ہوگیا کہ فاعل کی ضمیر ذکر کردی جائے لیکن یہ

ضروری ہے کہ وہ ضمیر اسم ظاہر کے موافق ہو کیونکہ راجع اور مرجع میں مطابقت ضروری ہوتی ہے۔اس بات کو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جیسے ضَرَبَنِي وَاَكْرَمَنِي زَيْدٌ میں زَيْدٌ ،اَكْرَمَنِي کا فاعل ہو گا اور ضَرَبَنِي میں ھو ضمیر جو کہ اسم ظاہر کے موافق ہے، نکال کر فاعل بنادی جائے گی۔

امام کسائی اور امام فراء کا اختلاف:

امام کسائی کے نزدیک تینوں صورتوں میں سے صرف ایک صورت درست ہے اور وہ ہے فاعل کو حذف کر نادینا کیونکہ فاعل ذکر کرنے سے تکرار لازم آئے گی اور فاعل کی ضمیر لانے سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گی۔

امام کسائی اور بصریوں کے درمیان اختلاف کے ثمرہ کا ظہور:

ان دونوں کے درمیان اختلاف کا اثر اس وقت ظاہر ہو گا جب بعد والا اسم ظاہر تثنیہ اور جمع ہو جیسے تثنیہ کی صورت میں بصریوں کے نزدیک " ضرباني وا كرمني الزيدان "ہو گا اور امام کسائی کے نزدیک "ضربني وا كرمني الزيدان" ہو گا۔اسی طرح جمع کی صورت میں بصریوں کے نزدیک "ضربوني وا كرمني الزيدون"ہو گا جبکہ امام کسائی کے نزدیک "ضربني وا كرمني الزيدون"ہو گا۔

"وجاز خلافا للفراء" کی وضاحت:

جَازَ جملہ معترضہ ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے جمہور کے نزدیک اگرچہ فعل اول فاعل کا تقاضا کر رہا ہو پھر بھی فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے۔جبکہ امام فراء نے کہا کہ فعل اول جب عمل کا تقاضا کر رہا ہو تو اسے ہی عمل دینا جائز ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ فعل ثانی کو عمل دیدیں اور فعل اول کے فاعل کو حذف کر دیں یا فعل اول کے فاعل کو ذکر کر دیں یا فعل اول کے فاعل کی ضمیر لے آئیں کیونکہ فاعل کو حذف کرنا ایک عمدہ چیز کو حذف کرنا کہلائے گا اور ذکر کرنا تکرار کو لازم کرے گا اور ضمیر لانے سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا لہٰذا فعل نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ فعل اول کو ہی عمل دیا جائے۔

"وحذفت المفعول ان استغنى عنه" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ اگر فعل اول اسم ظاہر کو مفعول بنانے کا تقاضا کرے تو دیکھا جائے گا کہ فعل اول افعال قلوب میں سے ہے یا نہیں، اگر افعال قلوب میں سے نہ ہو تو گویا وہ مفعول سے مستغنی ہے لہٰذا اس کے مفعول کو حذف

کرلیں گے کیونکہ ضمیر لانے سے اضمار قبل الذکر لازم آے گا اوراظہار کی صورت میں تکرار لازم آئے گا، رہا حذف کرنا تو وہ جائز ہے اس لئے کہ یہ فضلہ ہے اور فضلہ کو حذف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہوتا جیسے ضَرَبْتُ وَاَکْرَمْتُ زَیْدًا۔

"والا اظہرت" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں فعل اول جو مفعول کا تقاضا کررہا ہو وہ اگر مفعول سے مستغنی نہ ہو یعنی افعال قلوب میں سے ہو تو مفعول کو ظاہر کر دیا جائے گا کیونکہ ضمیر لانے کی صورت میں فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور حذف کرنا درست نہیں ہے کیونکہ افعال قلوب کا کوئی بھی مفعول حذف نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا اظاہر کرنا متعین ہو گیا جیسے حَسِبَنِی مُنْطَلِقاً وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقاً۔ اس مثال میں حَسِبَنِی کو فاعل اور مفعول کی ضرورت تھی جس کے لئے وہ زَیْد کو اپنا فاعل اور مُنْطَلِقاً کو اپنا مفعول بنانے کا تقاضا کررہا تھا جبکہ حَسِبْتُ کو دو مفعولوں کی ضرورت تھی جس کے لئے وہ زَیْد اور مُنْطَلِقاً دونوں کو اپنے لئے مفعول بنانے کا تقاضا کررہا تھا، لہٰذا فعل ثانی کو عمل دے کر فعل اول کے لئے ضمیر مان لی اور دوسرے مفعول کے لئے بعد والے اسم ظاہر یعنی مُنْطَلِقاً کی طرح دوسرا مُنْطَلِقاً ظاہر کر کے اس کے لئے مفعول بنادیا تو حَسِبَنِی مُنْطَلِقاً وَحَسِبْتُ زَیْدًا مُنْطَلِقاً بن گیا۔

متن: وَاِنْ اَعْمَلْتَ الْاَوَّلَ اَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الثَّانِي وَالْمَفْعُوْلَ عَلَى الْمُخْتَارِ اِلَّا اَنْ يَّمْنَعَ مَانِعٌ فَتُظْهِرَ وَقَوْلُ اِمْرِءِ الْقَيْسِ :كَفَانِي وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِّنَ الْمَالِ، لَيْسَ مِنْهُ لِفَسَادِ الْمَعْنَى

ترجمہ: اور اگر آپ پہلے کو عمل دیں تو فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر دینگے اور مختار قول کے مطابق مفعول کی بھی، مگر یہ کہ کوئی ضمیر دینے کو کوئی مانع ہو تو ظاہر کروگے اور امرئ القیس کا قول کفانی ولم اطلب قلیل من المال، تنازع فعلان کی بحث سے نہیں ہے معنی کی خرابی کی وجہ سے۔

تشریح:

کوفیوں کے نزدیک فعل اول کا فاعل کا تقاضا کرتے وقت قطع تنازع:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کوفیوں کے نزدیک رفع تنازع کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں چنانچہ اگر کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیدیاجائے توفعل ثانی کودیکھاجائے گاکہ وہ فاعل کاتقاضاکررہاہے یامفعول کا،اگرفاعل کاتقاضاکررہاہو تواسے ضمیر دیدینگے کیونکہ فاعل حذف کرناقبیح ہے کیونکہ اس میں ایک عمدہ کوحذف کرنالازم آئے گااور فاعل ذکرکرنابھی درست نہیں ہے کیونکہ اس سے تکرارلازم آئے گی۔جیسے ضربنی واکرمنی زید،ضربنی واکرمانی الزیدان،ضربت واکرمنی زیدا،ضربت واکرمانی الزیدین۔

اوراگرفعل ثانی مفعول کاتقاضاکررہاہواب دیکھاجائے گاکہ وہ افعال قلوب میں سے ہے یانہیں،اگرنہیں توتنازع ختم کرنے کی دوصورتیں ہیں ضمیر دیدینااور حذف کردینا،اور یہ دونوں جائز ہیں کیونکہ فضلہ حذف کرناجائز ہے اور ضمیر دینابھی جائز ہے اس لئے کہ ضمیر لانے کی صورت میں مخاطب پر متکلم کی مراد ظاہر ہوجائے گی جیسے ضربت واکرمتہ زیدًا،اس سے مخاطب کو یہ ظاہر ہوجائے گاکہ ماربھی زید کوگیاہے اوراکرام بھی زید کاکیاگیاہے۔

"الاان یمنع مانع"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگرمفعول حذف کرنے سے کوئی مانع موجودہے یعنی فعل ثانی افعال قلوب میں سے ہے تووہاں حذف کرناجائز نہیں ہے اس لئے کہ افعال قلوب دومفعولوں کوچاہتے ہیں اوران میں سے کسی ایک کوبھی حذف نہیں کیاجاسکتا۔اور ضمیر لانابھی درست نہیں ہے کیونکہ یہ دوحال سے خالی نہیں ہوگایاتوضمیر مفرد کی لائیں گے یاتثنیہ کی ،مفرد کی ضمیر لانے کی صورت میں راجع اور مرجع یعنی ایاہ اورمنطلقاًکے درمیان مطابقت توہوگی لیکن دوسرے فعل کے دونوں مفعولوں یعنی "حسبتھما"کے "ھما"اور"ایاہ" میں مطابقت نہیں رہے گی جیسے" حسبنی وحسبتھماایاہ الزیدان منطلقاً،"اوراگرتثنیہ کی ضمیر لائیں توفعل ثانی کے دونوں مفعولوں میں اگرچہ مطابقت توآجائیگی لیکن راجع اورمرجع یعنی "ایاھما"اور"منطلقاً"میں مطابقت نہیں رہے گی جیسے" حسبنی وحسبتھماایاھماالزیدان منطلقاً،"لہٰذافعل ثانی کے دوسرے مفعول کوذکرکرنے کے سواکوئی چارہ نہیں ہے۔اس صورت میں عبارت یوں بن جائے گی حسبنی وحسبتھمامنطلقین الزیدان منطلقاً۔

امرئ القیس کاشعر اوراس میں عدم تنازع:

کوفیوں نے اپنے دعوی کی دلیل کے طور پر امرئ القیس کے ایک شعر کو پیش کیا کَفَانِي وَلَمْ اَطْلُبْ قَلِيْلٌ مِّنَ الْمَالِ، کہ یہاں اسم ظاہر قَلِيْلٌ میں كَفَانِي اور لَمْ اَطْلُبْ کا تنازع ہے اور عمل فعل اول یعنی کَفَانِي کو دیا گیا ہے کیونکہ قَلِيْلٌ مرفوع ہے۔

لیکن مصنف علیہ الرحمہ نے لَيْسَ مِنْهُ لِفَسَادِ الْمَعْنَى کہہ کر کوفیوں کو جواب دیدیا کہ یہ شعر تنازع فعلان سے تعلق ہی نہیں رکھتا کیونکہ مکمل شعر یوں ہے:

ولو انما اسعی لادنی معیشة　　کفانی ولم اطلب قلیل من المال

اگر ہم اس شعر کو تنازع فعلان والا مان لیں تو معنی غلط ہو جائے گا اور وہ یوں کہ لو کے بارے میں یہ قاعدہ ہے کہ وہ جملہ مثبت جملے کو منفی اور منفی کو مثبت بنا دیتا ہے، لہٰذا اس نے اِنَّمَا اَسْعٰى جملہ مثبتہ کو جملہ منفیہ بنا دیا ہے، اور لَمْ اَطْلُبْ جملہ منفیہ کو مثبتہ بنا دیا کیونکہ اس کا عطف اِنَّمَا اَسْعٰى پر ہو رہا ہے، لہٰذا اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا: "اگر میں ادنی معیشت کے لئے کوشش کرتا تو میرے لئے تھوڑا سا مال کافی ہو جاتا لیکن میں تھوڑا سا مال طلب کرتا ہوں۔" یہ ترجمہ غلط ہے اگر ہم قَلِيْلٌ کو کَفَانِي کا فاعل اور لَمْ اَطْلُبْ کا مفعول اَلْمَجْدَ الْمؤثل محذوف مان لیں جس پر اگلا شعر دلالت کر رہا ہے تو ترجمہ بالکل درست ہو جائے گا۔ اگلا شعر یہ ہے:

ولكنما اسعى لمجد مؤثل　　وقد يدرك المجد المؤثل أمثالى

(ترجمہ: میں ادنی معیشت کے لئے کوشش نہیں کرتا کیونکہ کم مال میرے لئے کافی نہیں، لیکن میں کوشش کرتا ہوں دائمی بزرگی کی اور یقینی بات ہے کہ میرے جیسے لوگ بھی دائمی بزرگی پا لیتے ہیں۔)

متن: مَفْعُوْلُ مَالَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهٗ كُلُّ مَفْعُوْلٍ حُذِفَ فَاعِلُهٗ اُقِيْمَ هُوَ مَقَامَهٗ وَشَرْطُهٗ اَنْ تَغَيَّرَ صِيْغَةُ الْفِعْلِ اِلٰى فُعِلَ اَوْيُفْعَلُ وَلَايَقَعُ الْمَفْعُوْلُ الثَّانِيْ مِنْ بَابِ عَلِمْتُ وَالثَّالِثِ مِنْ بَابِ اَعْلَمْتُ وَالْمَفْعُوْلُ لَهٗ وَالْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ كَذٰلِكَ وَاِذَاوُجِدَالْمَفْعُوْلُ بِهٖ تَعَيَّنَ لَهٗ تَقُوْلُ ضُرِبَ زَيْدٌيَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ

اَلْاَمِیْرِ ضَرْبًا شَدِیْدًا فِي دَارِهٖ فَتَعَیَّنَ زَیْدٌ فَاِنْ لَمْ یَکُنْ فَالْجَمِیْعُ سَوَاءٌ وَالْاَوَّلُ مِنْ بَابِ اَعْطَیْتُ اَوْلٰی مِنَ الثَّانِي

ترجمہ: اور مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اسے اس کے قائم مقام ٹھہرایا جائے۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے فعل کے صیغہ کو فُعِلَ یا یُفعَل کی طرف متغیر کر دینا، اور باب علمت کا دوسرا مفعول اور باب اعلمت کا تیسرا مفعول، اور مفعول لہ، اوا سی طرح مفعول معہ (فاعل کی جگہ) واقع نہیں ہو گا۔ اور جب مفعول بہ پایا جائے تو وہ قائم مقام ہونے کے لئے متعین ہو جائے گا پس تو کہے گا ضرب زید یوم الجمعۃ امام الامیر ضربا شدیدا فی دارہ، پس زید (قائم مقام ہونے کے لئے) متعین ہو گیا اور اگر مفعول بہ نہ ہو تو سب برابر ہیں اور باب اعطیت کا مفعول اول، مفعول ثانی سے اولی ہے۔

تشریح:

"مفعول مالم یسم فاعلہ سے لے کر الی فعل او یفعل" تک کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مرفوعات میں سے دوسری قسم مفعول مالم یسم فاعلہ کو بیان فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ بطور نمونہ ثلاثی مجرد ابواب کے افعال کے لئے ماضی مجہول اور مضارع مجہول کے اوزان بتا دیئے کہ اگر آپ نے کسی اسم کو نائب الفاعل بنانا ہے تو اس میں شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے والا فعل اگر ماضی ہے تو اس کا فُعِلَ کے وزن پر ہونا اور مضارع ہو ہے تو یُفْعَلُ کے وزن پر ہونا ضروری ہے۔

"ولا یقع المفعول الثانی سے لے کر والمفعول معہ کذلک" تک کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ وہ اسماء بیان فرما رہے ہیں جو نائب الفاعل نہیں بن سکتے، چنانچہ ایسے اسماء چار ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) باب عَلِمْتُ (یعنی عَلِمْتُ، ظَنَنْتُ، حَسِبْتُ، زَعَمْتُ، خِلْتُ، رَأَیْتُ، وَجَدْتُّ) کا دوسرا مفعول نائب الفاعل نہیں بن سکتا جیسے عَلِمْتُ زَیْدًا فَاضِلاً، اس میں "عُلِمَ فَاضِلٌ زَیْدًا" نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ زَیْدٌ فَاضِلٌ، عَلِمْتُ کے

داخل ہونے سے پہلے آپس میں مبتدا خبر تھے اس صورت میں زَیْدٌ مسند الیہ تھا اور فَاضِلٌ مسند تھا لیکن فَاضِلٌ کو اگر نائب الفاعل بنایا جائے تو یہ مسند الیہ بن جائے گا جس سے ایک ہی اسم کا مسند اور مسند الیہ ہونا لازم آئے گا جو درست نہیں ہے۔

(2) باب اَعْلَمْتُ (یعنی اَعْلَمُ، أَرٰی، أَنْبَأَ، اَخْبَرَ، خَبَّرَ، نَبَّأَ اور حَدَّثَ) کا مفعول ثالث بھی نائب الفاعل نہیں بن سکتا اس میں بھی وہی وجہ ہے جو باب عَلِمْتُ میں گزری۔

(3) مفعول لہ کے استعمال کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ لام کے ساتھ ۲: بغیر لام کے۔

لام کے ساتھ ہو تو نائب الفاعل بن سکتا ہے جیسے ضُرِبَ لِلتَّأْدِیْبُ، لیکن اگر بغیر لام کے ہو تو وہ نائب الفاعل نہیں بن سکتا کیونکہ مفعول لہ ما قبل فعل کے لئے علت بنتا ہے اور اس کی علت بننے پر اس کا منصوب ہونا دلالت کر رہا ہوتا ہے لیکن نائب الفاعل بنانے کی صورت میں یہ مرفوع ہو گا اور مرفوع ہونے کی صورت میں اس کے مفعول ہونے پر کوئی دلالت نہیں رہے گی، اور جب دلالت نہیں رہی تو گویا وہ مفعول لہ ہی نہیں رہا، لہٰذا "زَیْدٌ ضُرِبَ تَأْدِیْبًا" سے " زَیْدٌ ضُرِبَ تَأْدِیْبٌ "نہیں کہا جا سکتا۔

(4) مفعول معہ بھی نائب الفاعل نہیں بن سکتا کیونکہ نائب الفاعل بناتے وقت ہم واؤ کو ذکر کرینگے یا نہیں، اگر کرینگے تو نائب الفاعل اپنے فعل کے ساتھ اتصال چاہتا ہے اور اس صورت میں اتصال نہیں رہے گا، اور اگر ذکر نہیں کرتے تو وہ مفعول معہ نہیں رہے گا چنانچہ اس خرابی سے بچنے کے لئے ہم نے یہ کہہ دیا کہ مفعول معہ نائب الفاعل نہیں بن سکتا۔

"واذا وجد المفعول بہ تعین لہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرما رہے ہیں کہ اگر کسی جملہ میں مفاعیل خمسہ سارے کے سارے پائے جائیں یا بعض پائے جائیں اور ان میں سے ایک مفعول بہ بھی ہو تو ایسی صورت میں اگر فعل عامل کسی ایک کو اپنا نائب الفاعل بنانے کا تقاضا کرے تو مفعول بہ کو نائب الفاعل بنانا متعین ہو جائے گا کیونکہ فعل عامل کے ساتھ مفعول بہ کا تعلق دیگر مفاعیل سے زیادہ پختہ ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ فعل جس طرح اپنے وجود میں فاعل کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح مفعول کا بھی محتاج ہوتا ہے جیسے "ضُرِبَ زَیْدٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ الْاَمِیْرِ ضَرْبًا شَدِیْدًا فِیْ دَارِهٖ،" یہ اصل میں "ضَرَبَ سَعِیْدٌ زَیْدًا یَوْمَ الْجُمُعَةِ اَمَامَ

الْاَمِیْرِضَرْبًاشَدِیْدًافِی دَارِہٖ "تھا،سَعِیْدٌ جوفاعل تھاجب اسے حذف کیاگیاتو"ضُرِبَ "فعل مجہول کونائب الفاعل کی ضرورت ہوئی جسے پوراکرنے کے لئے ہمارے پاس پانچ چیزیں ہیں لیکن اس ضرورت کوپوراکرنے کے لئے بقیہ کوچھوڑدیااورصرف مفعول بہ کونائب الفاعل بنادیا۔

"فان لم یکن فالجمیع سواء"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ اگرکلام میں مفعول بہ کے علاوہ بقیہ تمام مفاعیل پائے جائیں تو ان میں سے ہر ایک نائب الفاعل بننے کاحق رکھنے میں برابرہوگاجیسے ذُھِبَ بِزَیْدٍیَوْمَ الْجُمْعَۃِ اَمَامَ الْاَمِیْرِذِھَابًاشَدِیْدًافِی دَارِہٖ،اس مثال میں ہر ایک کونائب الفاعل بنایاجاسکتاہے۔

"والاول من باب اعطیت اولی من الثانی"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ فرمارہے ہیں کہ باب اَعْطَیْتُ جودومفعولوں کوچاہتاہے جیسے "اَعْطَیْتُ زَیْدًادِرْھَمًا"ان میں سے اختیارہے جس کوبھی نائب الفاعل بناناچاہیں بناسکتے ہیں لیکن پہلے کوعمل دینازیادہ بہترہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مفعول اول زَیْدًامیں کچھ نہ کچھ فاعلیت کامعنی پایاجاتاہے وہ اس طرح کہ آپ اسے درہم دے رہے ہیں اوروہ آپ سے درہم وصول کررہاہے،لہٰذااس میں فاعلیت کامعنی پایاجاتاہے،جبکہ دِرْھَمًااس کامفعول ثانی صرف دیااورلیاجاتاہے یعنی اس میں صرف مفعولیت کامعنی پایاجاتاہے اسی وجہ سے اُعْطِیَ زَیْدٌدِرْھَمًاپڑھنااولی ہے اوراُعْطِیَ دِرْھَمٌ زَیْدًاپڑھناجائزہے۔اوراگرالتباس لازم آرہاہویعنی دونوں مفعولوں میں فاعلیت کامعنی پایاجارہاہوتومفعول اول کونائب الفاعل بناناواجب ہے جیسے اَعْطَی بَکْرٌزَیْدًاکِتَابًاسے اُعْطِیَ زَیْدٌکِتَابًا۔

متن: **وَمِنْھَاالْمُبْتَدَأُوَالْخَبَرُفَالْمُبْتَدَأُھُوَالْاِسْمُ الْمُجَرَّدُعَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِیَّۃِ مُسْنَدًااِلَیْہِ اَوِالصِّفَۃُ الْوَاقِعَۃُ بَعْدَحَرْفِ النَّفْیِ اَوْاَلِفِ الْاِسْتِفْھَامِ رَافِعَۃً لِظَاھِرٍمِثْلُ زَیْدٌقَائِمٌ وَمَاقَائِمٌ نِ الزَّیْدَانِ وَأَقَائِمٌ نِ الزَّیْدَانِ فَاِنْ طَابَقَتْ مُفْرَدًاجَازَالْاَمْرَانِ**

ترجمہ: مرفوعات میں سے مبتدا اور خبر بھی ہیں۔ پس مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو در حال کہ وہ مسند الیہ بھی ہو، یا وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو اس ظاہر کو رفع دے رہا ہو جیسے زَیْدٌ قَائِمٌ وَمَا قَائِمٌ نِ الزَّیْدَانِ وَأَقَائِمُ نِ الزَّیْدَانِ ، پھر اگر صیغہ صفت اسم ظاہر کے ساتھ مفرد ہونے میں برابر ہو تو اس میں دونوں امر جائز ہیں۔

تشریح:

ومنھا المبتدأ والخبر سے لے کر مسندا الیہ تک کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مرفوعات کی تیسری اور چوتھی قسم بیان فرمارہے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرفوعات کی بقیہ اقسام کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے جبکہ ان دونوں کو اکٹھا ہی بیان کر دیا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں ایک تو یہ کہ یہ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں عامل معنوی میں شریک ہیں لہٰذا اس شرکت کی بنا پر انہیں ایک ساتھ ذکر کر دیا گیا۔

مصنف علیہ الرحمہ نے مبتدا کی تعریف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ **المبتدأ ھو الاسم المجرد عن العوامل اللفظیۃ مسندا الیہ** یعنی مبتدا وہ اسم حقیقی یا تاویلی ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو جیسے حقیقی کی مثال زید قائم، اور اسم تاویلی کی مثال: وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ، یہاں اَن مصدریہ تصدقوا فعل مضارع پر داخل ہوا ہے جو اسے مصدر کی تاویل میں کر کے مبتدا بنا رہا ہے۔

مبتدا کی تعریف میں فوائد وقیود:

"اَلْمُبْتَدَأُ" معرف ہے اور "**ھو الاسم** سے **مسندا الیہ**" تک مبتدا کی تعریف ہے، پھر **ھو الاسم** جنس کے درجہ میں ہے جو تمام اسماء کو شامل ہے، "**المجرد عن العوامل اللفظیۃ**" اس کے لئے فصل اول ہے جس سے وہ تمام اسماء خارج ہو جائینگے جن میں عوامل لفظیہ عمل کر رہے ہوں جیسے افعال ناقصہ اور حروف مشبہ بالفعل کا اسم اور خبر وغیرہ۔ "**المسندا الیہ**" فصل ثانی ہے جسے سے خبر اور مبتدا کی قسم ثانی خارج ہو جائے گی۔

"الصفة الواقعة بعد حرف النفی او الف الاستفهام رافعة لظاهر" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مبتدا کی قسم ثانی کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ ہر وہ صیغہ صفت جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو در حال کہ وہ اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو تو یہ مبتدا کی قسم ثانی بنے گا جیسے مَاقَائِمٌ ن الزَّيْدَانِ وَأَقَائِمٌ ن الزَّيْدَانِ ۔یہ تعریف کے اعتبار سے اَ قائمان الزیدان اوراَ قائمون الرجال وغیرہ مبتدا کی قسم ثانی میں داخل نہیں ہیں کیونکہ ان میں اسم ظاہر کے بجائے ضمیر مستتر مرفوع ہے۔

"فان طابقت مفردا جاز الامران" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ اگر صیغہ صفت بعد والے اسم ظاہر کے ساتھ مفرد ہونے میں موافق ہو جائے،یعنی صفت بھی مفرد ہو اور اسم ظاہر بھی مفرد ہو جیسے أقائم زَيْد،تو دو طریقوں سے پڑھنا جائز ہے:(۱)صیغہ صفت کو مبتدا کی قسم ثانی بنانا اور اسم ظاہر کو اس کے لئے فاعل بنا کر خبر کے قائم مقام کر دینا۔(۲)صیغہ صفت کو خبر مقدم بنانا اور اسم ظاہر کو مبتدا موٴخر بنانا۔

متن:وَالْخَبَرُهُوَالْمُجَرَّدُالْمُسْنَدُبِهِ الْمُغَايِرُلِلصِّفَةِ الْمَذْكُوْرَةِ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَاِ اَلتَّقْدِيْمُ وَمِنْ ثَمَّ جَازَفِي دَارِهِ زَيْدٌوَامْتَنَعَ صَاحِبُهَا فِي الدَّارِوَقَدْيَكُوْنُ الْمُبْتَدَأُنَكِرَةً اِذَاتُخُصِّصَتْ بِوَجْهٍ مَّامِثْلُ وَلَعَبْدٌمُّؤْمِنٌ خَيْرٌمِّنْ مُشْرِكٍ وَاَرَجُلٌ فِي الدَّارِاَمْ اِمْرَأَةٌ وَمَااَحَدٌخَيْرٌمِّنْكَ وَشَرٌّاَهَرَّذَانَابٍ وَفِي الدَّارِرَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ

ترجمہ:اور خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظی سے خالی ہو مسند بہ ہو اور صفت مذکورہ کے مغائر ہو اور مبتدا کی اصل تقدیم ہے اور اسی وجہ سے جائز ہے فی الدار زید،اور صاحبھا فی الدار جائز نہیں ہے۔اور مبتدا کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے جبکہ اسے کسی طریقے سے خاص کر دیا گیا ہو جیسے ولعبد مؤمن خیر من مشرك ،اور أرجل فی الدار ام امرأة،اور ما احد خیر منك،اور شر اھر ذاناب،اور فی الدار رجل اور سلام علیك

تشریح:

خبر کی تعریف:

هو الاسم المجرد عن العوامل اللفظية المسند به المغاير للصفة المذكورة بعد حرف النفي او اداة الاستفهام یعنی خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند نہ ہو اور اس صیغہ صفت کا مخالف و مغایر ہو جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو جیسے زید قائم میں قائم خبر ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہے، مسند بہ بھی ہے یعنی اس کے ذریعے مبتدا پر حکم لگایا جارہا ہے اور صیغہ صفت مبتدا کی قسم ثانی کا مخالف بھی ہے کیونکہ زید نہ توصیغہ صفت ہے اور نہ ہی حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو رہا ہے۔

واصل المبتدا التقديم سے لے کر وامتنع صاحبها في الدار تک کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ مبتدا کی اصل صورت یہ ہے کہ وہ خبر سے پہلے آتا ہے کیونکہ مبتدا موصوف اور ذات پر دلالت کرتا ہے اور خبر صفت اور حال پر دلالت کرتی ہے اور ذات صفت اور حال سے مقدم ہوتی ہے لہٰذا مبتدا بھی خبر پر مقدم ہو گا۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ مبتدا خبر سے مقدم ہوتا ہے لیکن ہم آپ کو ایک ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں خبر مبتدا پر مقدم ہے وہ مثال یہ ہے في الدار زيد، یہ کیوں جائز ہے؟

جواب: آپ کی بیان کردہ مثال میں مبتدا اگرچہ لفظی طور پر مؤخر ہے لیکن رتبۃً مقدم ہے اور جب رتبے کے اعتبار سے مقدم ہے تو اضمار قبل الذکر بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ وہ لفظاً اور رتبۃً دونوں طور پر ہو تو ناجائز و ممنوع ہے لہٰذا اس آپ کا اعتراض درست نہیں ہے۔

اعتراض: آپ نے کہا کہ مبتدا مقدم ہوتا ہے خبر پر لیکن ہم آپ کو ایک ایسی مثال دکھاتے ہیں جس میں مبتدا مقدم بھی ہے لیکن آپ نے اسے ناجائز اور ممنوع قرار دیا ہے اور وہ مثال یہ ہے صاحبها في الدار، یہ ممنوع کیوں ہے؟

جواب: یہ مثال اضمار قبل الذکر لازم آنے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ وہ ایسے کہ صاحبها کی ها ضمیر الدار کی طرف لوٹ رہی ہے اور الدار لفظاً بھی مؤخر ہے اور رتبۃً بھی، لہٰذا اسے ناجائز کہنے میں کوئی قباحت نہیں۔

وقد یکون المبتدا نکرۃ--الخ، کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ مبتدا کے لئے اصل تو یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو لیکن کبھی کبھار نکرہ بھی مبتدا بن سکتاہے جس کی چند صورتیں ہیں:

(1) جب اسے صفت کے ساتھ خاص کر دیا جائے جیسے **ولعبد مؤمن خیر من مشرك**، اس مثال میں **عبد** اگر چہ نکرہ ہے لیکن مؤمن کے ساتھ اس کی صفت بیان کر دی گئی ہے جس اس میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے اور یہ معرفہ کے کچھ نہ کچھ مشانہ ہو گیا ہے اس لئے اسے مبتدا بنادیا گیا۔

(2) جب اسے دو جنسوں میں سے کسی ایک جنس کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہو جیسے **اَرَجُلٌ فِی الدَّارِ اَمْ اِمْرَأَۃٌ**، اس مثال میں **رجل** اور **امرأۃ** نکرہ ہونے کے باوجود مبتدا بن سکتے ہیں کیونکہ انہیں ایک جنس کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے۔

(3) جب نکرہ حیز نفی کے تحت واقع ہو جیسے **مَا اَحَدٌ خَیْرٌ مِّنْكَ**۔ اس مثال میں **احدٌ** اسم نکرہ ہے جو نفی کے تحت واقع ہے اور قاعدہ ہے کہ نکرہ نفی کے تحت عمومیت کا فائدہ دیتا ہے لہٰذا اس میں تخصیص پیدا ہوئی جس کی بنا پر اسے مبتدا بناسکتے ہیں۔

(4) جب نکرہ صفت محذوفہ کے ساتھ خاص ہو یا اس چیز کی تقدیم کے ساتھ خاص ہو جس کا حق مؤخر تھا جیسے **شَرٌّ اَهَرَّ ذَا نَابٍ**۔ اس مثال میں شر نکرہ ہے جس کی صفت محذوفہ مان کر اسے خاص کیا گیا ہے یعنی یہ یوں تھا **شَرٌّ عَظِیْمٌ اَهَرَّ ذَا نَابٍ**، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ **شَرٌّ**، **اَهَرَّ** کی ضمیر فاعل سے بدل بن رہا ہو اور بدل، فاعل کے حکم میں ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ فاعل فعل کے بعد ہی ہوتا ہے لہٰذا فاعل حکمی یعنی بدل بھی اپنے مبدل منہ کے بعد ہی واقع ہو گا لیکن یہاں **شَرٌّ** جو کہ فاعل حکمی ہے کو **اَهَرَّ** کی ضمیر فاعل پر مقدم کیا گیا ہے جس سے شر نکرہ میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے۔

(5) جب خبر مقدم ہو جیسے **فِی الدَّارِ رَجُلٌ**، اس مثال میں **فِی الدَّارِ** خبر کو نکرہ سے مقدم کیا گیا ہے جس کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے لہٰذا اسے مبتدا بنایا جاسکتا ہے۔

(6)جب متکلم کی طرف نسبت کر دی جائے جیسے سَلَامٌ عَلَيْكَ،یہ اصل میں "سَلَّمْتُ سَلَامًا عَلَيْكَ" تھا،سَلَامًا مفعول مطلق کے فعل سَلَّمْتُ کو حذف کیا گیا جس پر سَلَامًا مفعول مطلق کا منصوب ہونا دلالت کر رہا ہے اس کی تخصیص اس طرح ہوئی کہ سَلَام نکرہ کی نسبت متکلم کی طرف کی گئی ہے۔

سوال: اگر سَلَامًا مفعول مطلق تھا تو سَلَامًا عَلَيْكَ ہونا چاہیے تھا جبکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ اس کی نسبت متکلم کی طرف کی ہی نہیں گئی؟

جواب: سَلَامًا عَلَيْكَ جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور سَلَامٌ عَلَيْكَ جملہ اسمیہ دعائیہ ہے جو استقرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے اور یہی دعا کا مقصود ہے لہٰذا سَلَامًا منصوب پڑھنے کے بجائے سَلَامٌ مرفوع پڑھ دیا گیا۔

متن: وَالْخَبَرُ قَدْ يَكُوْنُ جُمْلَةً مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ،وَزَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ، فَلَابُدَّ مِنْ عَائِدٍ وَقَدْ يُحْذَفُ وَمَا وَقَعَ ظَرْفًا فَالْاَكْثَرُ عَلٰى اَنَّهٗ مُقَدَّرٌ بِجُمْلَةٍ

ترجمہ: اور خبر کبھی کبھار جملہ کی صورت میں بھی آتی ہے جیسے زیدٌ ابوہ قائمٌ اور زیدٌ قامَ ابوہ، پس (ایسی صورت میں) مبتدا کی طرف لوٹنے والی عائد کا ہونا ضروری ہے۔ اور کبھی کبھار اس عائد کو حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ خبر جو ظرف واقع ہو اکثر نحویوں کے نزدیک اس کے لئے جملہ مقدر نکالا جاتا ہے۔

تشریح:

"والخبر قد يكون جملة" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ خبر میں اصل تو یہ ہے کہ وہ مفرد ہو لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خبر جملہ کی صورت میں آجاتی ہے اب وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ، اسمیہ کی مثال زَيْدٌ اَبُوْهُ قَائِمٌ، فعلیہ کی مثال زَيْدٌ قَامَ اَبُوْهُ۔

"فلابد من عائد" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب خبر جملہ ہوگی تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں ایک ضمیر ہو جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہو جیسے زَیْدٌ اَبُوْہُ قَائِمٌ میں اَبُوْہُ کی ضمیر زَیْدٌ مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہے۔

"وقد یحذف" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی کبھار خبر میں موجود ضمیر جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہوتی ہے قرینہ پائے جانے کی وجہ سے حذف بھی کر دی جاتی ہے جیسے "اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ بِدِرْھَمٍ"، یہ اصل میں "اَلسَّمْنُ مَنَوَانِ مِنْہُ بِدِرْھَمٍ" تھا۔ اس مثال میں ضمیر عائد کو اس وجہ سے حذف کیا گیا کہ بیچنے والا جب گھی بیچنے کی آواز لگا رہا ہوتا ہے اس کے ساتھ قیمت کی بھی آواز لگا رہا ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ قیمت اسی گھی کی بتا رہا ہوگا چنانچہ اس قرینہ کی وجہ سے ضمیر عائد حذف کر دی گئی۔

"وما یقع ظرفا فالاکثر علی انہ مقدر بجملۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر خبر جار مجرور یا ظرف کی صورت میں ہو تو اس کا متعلَّق ہونا ضروری ہے اور وہ متعلَّق یا تو جملہ فعلیہ ہوگا یا مفرد اسم مشتق کی صورت میں نکالا جائے گا۔ بصریوں اور اکثر نحویوں کے نزدیک جو محذوف نکالا جائے گا وہ فعل ہوگا جو اپنے فاعل کے ساتھ مل کر پورا جملہ بنے گا۔ کوفیوں کے نزدیک جو متعلق محذوف نکالا جائے گا وہ مفرد یعنی اسماء مشتقہ میں سے کوئی ایک ہوگا۔

متن: وَإِذَا كَانَ الْمُبْتَدَأُ مُشْتَمِلًا عَلٰى مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ مَنْ اَبُوْكَ؟ اَوْ كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ، اَوْ مُتَسَاوِيَيْنِ نَحْوُ اَفْضَلُ مِنْكَ اَفْضَلُ مِنِّيْ، اَوْ كَانَ الْخَبَرُ فِعْلًا لَهٗ مِثْلُ زَيْدٌ قَامَ وَجَبَ تَقْدِيْمُهٗ

ترجمہ: اور جب مبتدا ایسی چیز پر مشتمل ہو جس کے لئے صدر کلام ہو جیسے من ابوك؟ یا مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں، یا دونوں تخصیص میں برابر ہوں جیسے افضل منك افضل منی، یا خبر اس (یعنی مبتدا) کا فعل ہو جیسے زید قام تو اسے مقدم کرنا واجب ہے۔

تشریح:

مذکورہ عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ ان جگہوں کو بیان فرمارہے ہیں جہاں مبتدا کو خبر پر مقدم کرناواجب ہے ان جگہوں کی تفصیل یہ ہے:

1:۔۔۔جب مبتدا اس چیز پر مشتمل جو جو صدارت کلام چاہتی ہو جیسے مَنْ اَبُوْكَ ؟اس مثال میں مبتدا کو مقدم کوناواجب ہے کیونکہ من صدارت کلام چاہتاہے اور اگر اسے مؤخر کر دیاجائے تو اس کی صدارت ختم ہو جائے گی۔ضمناً یہ بھی یادرہے کہ ایسی چھ چیزیں ہیں جو صدارت کلام چاہتی ہیں: شرط، قسم، تعجب، استفہام، نفی اور لام ابتدائیہ۔

2:۔۔۔جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور مبتداء کی تعیین پر کوئی قرینہ بھی نہ جیسے اَلْقُرْآنُ کِتَابُنَا۔

3:۔۔۔جب مبتدا اور خبر دونوں نکرہ مخصوصہ ہوں اور تخصیص کی مقدار میں بھی دونوں برابر ہوں جیسے اَفْضَلُ مِنْكَ اَفْضَلُ مِنِّی،اس مثال میں افضل اسم تفضیل نکرہ ہے اور ان دونوں کی تخصیص مِنْ کے ذریعے ضمائر کے ساتھ کی گئی ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں تخصیص کی مقدار میں برابر ہیں۔

4:۔۔۔جب خبر جملہ فعلیہ کی صورت میں ہو جیسے زَیْدٌ قَامَ۔

متن: وَاِذَا تَضَمَّنَ الْخَبْرُ الْمُفْرَدُ مَالَهٗ صَدْرُ الْكَلَامِ مِثْلُ اَیْنَ زَیْدٌ؟ اَوْكَانَ مُصَحِّحًا لَهٗ مِثْلُ فِی الدَّارِ رَجُلٌ اَوْلِمُتَعَلِّقِهٖ ضَمِیْرٌ فِی الْمُبْتَدَا مِثْلُ عَلَی التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زَبَدًا اَوْكَانَ خَبْرًا عَنْ اَنَّ مِثْلُ عِنْدِیْ اَنَّكَ قَائِمٌ وَجَبَ تَقْدِیْمُهٗ وَقَدْ یَتَعَدَّدُ الْخَبْرُ مِثْلُ زَیْدٌ عَالِمٌ عَاقِلٌ

ترجمہ: اور جب مفرد خبر ایسے کلمہ کو متضمن ہو جس کو صدارت کلام حاصل ہو جیسے این زید؟ یاوہ خبر کا تصحیح کنندہ ہو جیسے فی الدار رجل، یا اس کے متعلق کے لئے مبتدا میں کوئی ضمیر پائی جارہی ہو جیسے علی التمرۃ مثلھا زیدا، یاوہ اَنَّ کے اسم اور خبر سے بناہو اہو جیسے عندی انك قائم تو خبر کو مقدم کرناواجب ہے اور کبھی کبھار ایک مبتدا کی کئی خبریں آسکتی ہیں جیسے زید عالم عاقل۔

تشریح:

مذکورہ عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے دو باتیں بیان فرمائی ہیں:۱۔ خبر کو مبتدا پر مقدم کرنا واجب ہے اور یہ چار مقامات پر ہو گا۔۲:۔ کبھی کبھار مبتدا کی ایک سے زیادہ خبریں بھی آسکتی ہیں۔

خبر کو مبتدا پر مقدم کرنے کی جگہیں:

1:۔۔۔جب خبر ایسے مفرد کی ہو جو صدارت کلام چاہتا ہو جیسے اَیْنَ زَیْدٌ؟ مصنف علیہ الرحمہ نے خبر کے ساتھ مفرد کی قید اس لئے لگائی کہ اگر خبر جملہ استفہامیہ کی صورت میں ہو تو اس وقت خبر کو مقدم نہیں کیا جائے گا بلکہ حرف استفہام کو اپنے مدخول پر مقدم کیا جائے گا جیسے زَیْدٌ مَنْ اَبُوْہُ؟

2:۔۔۔جہاں خبر کو مقدم کرنے سے خود مبتدا کا مبتدا ہونا صحیح ہو جیسے فِی الدَّارِ رَجُلٌ۔اس مثال میں تقدیم خبر یعنی فی الدار کی وجہ سے رجل کا مبتدا ہونا صحیح ہوا کیونکہ تقدیم خبر کی وجہ سے رجل نکرہ میں تخصیص آئی ہے جس سے اس کا مبتدا ہونا صحیح ہوا ہے۔اور اگر خبر مقدم نہ ہوتی تو رجل میں تخصیص نہ آتی اور جب اس میں تخصیص نہ آتی تو اسے مبتدا بنانا بھی درست نہ ہوتا۔

3:۔۔۔جب مبتدا میں خبر کے متعلق کے لئے کوئی ضمیر ہو جیسے عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زَبَدًا،اس مثال میں عَلَی التَّمْرَۃِ خبر مقدم ہے اور مِثْلُھَا زَبَدًا، ممیز تمیز مل کر مبتدا موٴخر ہے جس میں ھَا ضمیر خبر کے جزء التمرۃ کی راجع ہے اور اگر خبر کو مقدم نہ رکھا جائے اور یوں پڑھا جائے مِثْلُھَا زَبَدًا عَلَی التَّمْرَۃِ،تو مِثْلُھَا میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً دونوں طرح لازم آئے گی جو ناجائز ہے لہٰذا ضروری ہے کہ خبر کو مقدم کر دیا جائے۔

4:۔۔۔جب خبر ایسے مبتدا کی ہو جو اَنَّ کے اسم اور خبر سے مل کر بنی ہو جیسے عِنْدِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ،اس مثال میں عِنْدِیْ ایسے مبتدا کی خبر ہے جو اَنَّ کے اسم اور خبر سے مل کر رہا ہے۔

مبتدا کی ایک سے زیادہ خبریں لانا بھی جائز ہے جیسا کہ مصنف علیہ الرحمہ نے متن میں اسے بیان فرمادیا ہے اور ساتھ ایک مثال بھی تحریر فرمادی ہے۔

متن: وَقَدْ يَتَضَمَّنُ الْمُبْتَدَأُ مَعْنَى الشَّرْطِ فَيَصِحُّ دُخُوْلُ الْفَاءِ فِي الْخَبَرِ وَذٰلِكَ الْاِسْمُ الْمَوْصُوْلُ بِفِعْلٍ اَوْ ظَرْفٍ اَوِ النَّكِرَةُ الْمَوْصُوْفَةُ بِهِمَا مِثْلُ الَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ اَوْ فِي الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ وَكُلُّ رَجُلٍ يَأْتِيْنِيْ اَوْ فِي الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ مَانِعَانِ بِالْاِتِّفَاقِ وَاَلْحَقَ بَعْضُهُمْ اِنَّ بِهِمَا

ترجمہ: اور بسا اوقات مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس وقت خبر میں دال کا داخل ہونا درست ہوتا ہے اور وہ مبتدا اسم موصول ہے جو فعل کے ساتھ یا ظرف کے ساتھ ہو یا وہ مبتدا ایسا اسم نکرہ ہو جو ان دونوں کے ساتھ موصوف ہو جیسے الذی یأتینی، فی الدار فلہ درھم، کل رجل یأتینی اور فی الدار فلہ درھم اور لیت اور لعل بالاتفاق دونوں خبر پر فاء داخل کرنے سے منع کرنے والے ہیں اور بعض نے ان دونوں کے ساتھ ان کو بھی ملا دیا ہے۔

تشریح:

مذکورہ عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ اس چیز کو بیان فرما رہے ہیں کہ جب مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو اور خبر جزاء کے معنی کو تو جس طرح جزاء پر فاء داخل کی جاتی ہے اسی طرح خبر پر بھی اس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے فاء داخل کرنا درست ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے ابتداءً اس کی دو صورتیں بیان کی ہیں پھر ان میں سے ہر ایک کی مزید دو دو صورتیں بیان کی ہیں تفصیل یہ ہے: مبتدا یا تو اسم موصول کی شکل میں ہوگا یا اسم نکرہ موصوفہ کی شکل میں۔ اسم موصول کی شکل میں ہو تو اس کی دو صورتیں بنتی ہیں مبتدا اسم موصول ہو اور اس کے بعد صلہ جملہ فعلیہ کی شکل میں ہو جیسے اَلَّذِيْ يَأْتِيْنِيْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ، دوسری صورت یہ ہے کہ مبتدا اسم موصول کی شکل میں ہو اور اس کا صلہ ظرف ہو جیسے اَلَّذِيْ فِي الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ

اسم نکرہ موصوفہ ہو تب بھی دو صورتیں بنتی ہیں مبتدا اسم نکرہ موصوفہ کی صورت میں ہو اور صفت اسم ظرف کی صورت میں ہو جیسے كُلُّ رَجُلٍ يَأْتِيْنِيْ فَلَهٗ دِرْهَمٌ، دوسری صورت یہ ہے کہ نکرہ موصوفہ کی صورت میں ہو اور صفت اسم ظرف کی شکل میں ہو جیسے كُلُّ رَجُلٍ فِي الدَّارِ فَلَهٗ دِرْهَمٌ، ان چاروں پر فاء داخل کرنا جائز ہے۔

"ولیت ولعل مانعان بالاتفاق" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی ایسا مبتدا ہو جس کی خبر پر فاء کا داخل ہونا جائز ہے لیکن اس پر لَعَلَّ یا لَیْتَ داخل ہو جائے تو اس کی خبر پر فاء داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ مبتدا اور خبر مل کر جملہ خبریہ بنتا ہے اسی طرح شرط اور جزا مل کر جملہ خبریہ بنتا ہے لیکن جب اس پر لَیْتَ اور لَعَلَّ میں سے کوئی داخل ہو جائے تو یہ جملہ انشائیہ بن جائے گا جس کی وجہ سے شرط کے ساتھ مشابہت نہ رہے گی لہذا فاء کا داخل ہونا ممنوع ہو جائے گا۔

اوران کے داخل ہونے سے فاء کا داخل ہونا ممنوع ہے اس بارے میں اختلاف ہے بعض نحویوں یعنی سیبویہ اور اس کے متبعین نے اسے بھی لَیْتَ اور لَعَلَّ کے ساتھ ملادیا ہے اور بعض نے نہیں ملایا۔ دوسرا قول زیادہ صحیح ہے جس پر آیت قرآنی بھی دلالت کرتی ہے۔

متن: وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُبْتَدَأُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِ الْمُسْتَهِلِّ اَلْهِلَالُ وَاللّٰهِ وَالْخَبَرُ جَوَازًا مِثْلُ خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبُعُ وَوُجُوْبًا فِيْمَا الْتُزِمَ فِي مَوْضِعِهِ غَيْرُهُ مِثْلُ لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا وَمِثْلُ ضَرْبِي زَيْدًا قَائِمًا وَكُلُّ رَجُلٍ وَضَيْعَتُهُ وَلَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ كَذَا

ترجمہ: اور کبھی کبھار مبتدا کو کسی قرینہ کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے چاند دیکھنے والے کا کہنا الهلال واللہ، اور کبھی خبر کو بھی جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے خرجت فاذا السبع، اور ایسے مقام پر جہاں اس کی جگہ پر اس کے علاوہ کوئی اور چیز آگئی تو وہاں خبر کو وجوبی طور پر حذف کیا جائے گا جیسے لولا زید لکان کذا، اور ضربی زیدا قائما، اور کل رجل وضیعتہ، ولعمرك لافعلن کی مثال۔

تشریح:

"وقد یحذف المبتدا لقیام قرینۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مبتدا کو جوازی طور پر حذف کرنے کی صورت بیان فرمارہے ہیں یعنی جب قرینہ پایا جائے تو مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے جیسے چاند دیکھنے والے افراد کو جب چاند نظر آئے تو اس وقت ان کا شور سے کہنا اَلْھِلَالُ وَاللہِ، یہ اصل میں تھا ھٰذَا الْھِلَالُ وَاللہِ، یہاں قرینہ حالیہ کی وجہ سے مبتدا حذف کیا گیا ہے۔

"والخبر جوازا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ مبتدا کی طرح کبھی کبھار خبر کو بھی جوازی طور پر حذف کردیا جاتا ہے بشرطیکہ خبر کے قائم مقام کوئی اور چیز نہ ہو جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ، یہاں "اَلسَّبُعُ" مبتدا ہے اور "وَاقِفٌ" اس کی خبر محذوف ہے۔ قرینہ اِذَا مفاجاتیہ ہے جو پورے جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جبکہ یہاں جملہ پر نہیں بلکہ صرف اسم مفرد پر داخل ہوا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اس کی خبر محذوف ہے۔

"ووجوبا فیما التزم" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ خبر کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی چار صورتیں بیان فرمارہے ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1:۔۔۔اس مبتدا کی خبر حذف کرنا واجب ہے جو مبتدا "لولا" کے بعد واقع ہو جیسے لَوْلَا زَيْدٌ لَكَانَ كَذَا، اس میں "مَوْجُوْدٌ" خبر ہے جو حذف کردیا گیا ہے اور لَكَانَ كَذَا یعنی جواب لَوْلَا کو اس کا قائم مقام کردیا گیا ہے۔ اور قرینہ "لَوْلَا" ہے کیونکہ یہ اول کے وجود کی وجہ سے انتفاء ثانی کے لئے آتا ہے۔

2:۔۔۔جہاں کہیں مبتدا مصدر حقیقی یا تاویلی کی صورت میں ہو اور اس مصدر کی اضافت اپنے فاعل یا مفعول میں سے کسی ایک یا دونوں کی طرف ہو رہی ہو اور اس کے بعد فاعل یا مفعول میں سے کسی ایک سے یا دونوں سے حال واقع ہو یا یہ کہ مبتدا صیغہ اسم تفضیل کی شکل میں ہو اور اس کی اضافت مصدر حقیقی یا تاویلی کی طرف ہو رہی ہو پھر اس مصدر کی اضافت اپنے فاعل یا مفعول میں سے کسی ایک یا دونوں کی طرف ہو رہی ہو، اس طرح کل چھتیس صورتیں بنتی ہیں: مبتدا مصدر حقیقی ہو اور اس کی اضافت (۱) فاعل (۲) مفعول (۳) یا دونوں کی طرف ہو۔ مبتدا مصدر تاویلی ہو اور اس کی اضافت (۴) فاعل (۵) مفعول (۶) یا ان دونوں کی طرف ہو۔ مبتدا اسم تفضیل ہو اور اس کی نسبت ایسے مصدر حقیقی کی طرف ہو جس کی اضافت (۷) فاعل (۸) مفعول (۹) یا ان دونوں کی طرف ہو۔ یا مبتدا اسم تفضیل ہو اور اس کی اضافت ایسے مصدر تاویلی کی طرف

ہو جس کی اضافت (۱۰) فاعل (۱۱) مفعول (۱۲) یا ان دونوں کی طرف ہو۔اس طرح کل بارہ صورتیں بن جاتی ہیں اور ان بارہ میں سے ہر ایک کی تین تین صورتیں بنتی ہیں وہ اس طرح کہ وہ فاعل سے حال واقع ہو گا یا مفعول سے حال واقع ہو گا یا ان دونوں سے حال واقع ہو گا اس طرح کل چھتیس صورتیں بنتی ہیں ان سب صورتوں میں ظرف کو خبر کے قائم مقام بنا کر خبر کو حذف کرنا واجب ہے پھر حال کو ظرف کے قائم مقام بنا کر ظرف کو حذف کرنا واجب ہے جیسے " ضَرْبِی زَیْدًا قَائِمًا " یہ اصل میں ضَرْبِی زَیْدًا حَاصِلٌ اِذَا کَانَ قَائِمًا تھا۔یہاں " حَاصِلٌ " جو خبر ہے کو حذف کر کے "اِذَا کَانَ" ظرف کو اس کے قائم مقام بنایا تو جملہ اس طرح بنا" ضَرْبِی زَیْدًا اِذَا کَانَ قَائِمًا "، خبر کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ "اِذَا کَانَ "ظرف ہے جو متعلق کو چاہتا ہے اور ما قبل میں حاصل کے علاوہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے تعلق اسے کیا جائے۔پھر "اِذَا کَانَ" ظرف کو بھی حذف کر کے حال "قَائِمًا" کو اس کے قائمقام بنایا تو ضَرْبِی زَیْدًا قَائِمًا بن گیا۔

3:۔۔۔وہ مبتدا جس کی خبر میں مقارنت کا معنی پایا جا رہا ہو اس پر ایسے واؤ کے ذریعے عطف ڈالا گیا جو مع کے معنی میں ہو اور وہ واوَ بمعنی مَعَ اس خبر پر دلالت کر رہی ہو تو ایسی خبر کا عطف کرنا واجب ہے جیسے کُلُّ رَجُلٍ وَضَیْعَتُہٗ، یہ اصل میں کُلُّ رَجُلٍ مَقْرُوْنٌ مَعَ ضَیْعَتِہٖ تھا پھر "مَقْرُوْنٌ "خبر کو حذف کر کے "ضَیْعَتُہٗ "کو اس کے قائم مقام کر دیا۔مَقْرُوْنٌ کے حذف ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ وَضَیْعَتُہٗ میں واوَ بمعنی مَعَ ہے تو عبارت یوں بنے گی مَعَ ضَیْعَتِہٖ مضاف، مضاف الیہ مل کر ظرف بنے گا اور ظرف اپنے لئے متعلق چاہتا ہے جبکہ ما قبل میں ایسا کوئی کلمہ نہیں ہے جسے ہم متعلق بنا لیں لہٰذا مَقْرُوْنٌ یا مُقْتَرِنٌ کو محذوف نکالا کر ظرف کو اس کے ساتھ متعلق کر دینگے۔

4:۔۔۔ہر وہ جگہ جہاں مقسم بہ یعنی جس پر قسم اٹھائی گئی ہو، مبتدا بن رہا ہو تو اس کی خبر کو حذف کر کے جواب قسم کو اس کے قائم مقام بنانا واجب ہو گا جیسے لَعَمْرُكَ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا، یہ اصل میں "لَعَمْرُكَ قَسَمِیْ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا " تھا، لَاَفْعَلَنَّ کَذَا جواب قسم کو مبتدا کے قائم مقام بنا کر قَسَمِی کو حذف کر دیا گیا۔یہاں قرینہ لَعَمْرُكَ کا لام ہے جو قسم پر دلالت کر رہا ہے۔

متن: خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِ هٰذِهِ الْحُرُوْفِ مِثْلُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَاَمْرُهٗ كَاَمْرِ الْمُبْتَدَاءِ اِلَّا فِيْ تَقْدِيْمِهٖ اِلَّا اِذَا كَانَ ظَرْفًا

ترجمہ: مرفوعات میں ان اوراس کے اخواتھا کی خبر بھی ہے وہ ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے ان زیدا قائم، اوراس کا معاملہ مبتدا کی طرح ہے مگر مقدم ہونے میں سوائے اس کے کہ وہ خبر ظرف ہو۔

تشریح:

"خبران واخواتھا ھوالمسند بعد دخول ھذہ الحروف" کی وضاحت:

مذکورہ عبارت میں **ھو** کا مرجع خبر ہے جو معرف ہے اور **المسند** سے لے کر **ھذہ الحروف** تک خبر ہے، پھر **المسند** جنس ہے جو مبتدا کی خبر، حرف مشبہ بالفعل کی خبر، افعال ناقصہ کی خبر اور لائے نفی جنس وغیرہ کی خبر کو شامل ہے کیونکہ یہ سب مسند ہوتی ہیں۔ اور **بعد دخول ھذہ الحروف**، فصل ہے جس کے ذریعے حرف مشبہ بالفعل کے علاوہ تمام خبریں خارج ہو گئیں۔

"وامرہ کامر خبر المبتدا الا فی تقدیمہ الا اذا کان ظرفا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جو احکام مبتدا کی خبر کے ہیں وہی حروف مشبہ بالفعل کی خبر کے ہیں سوائے یہ کہ مبتدا کی خبر بعض صورتوں میں وجوبی طور پر مقدم کی جاتی ہے جبکہ ان حروف کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔ اوراگر خبر ظرف ہو اور اسم معرفہ ہو تو حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو اسم پر مقدم کرنا جائز ہے جیسے قرآن پاک میں فرمایا گیا: اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَهُمۡ، اسے اِنَّ اِیَابَهُمۡ اِلَیۡنَا پڑھنا بھی جائز ہے۔ اوراگر اسم نکرہ ہو تو خبر کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا۔

متن: خَبَرُ لَا الَّتِي لِنَفْيِ الْجِنْسِ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا وَيُحْذَفُ كَثِيْرًا وَبَنُوْ تَمِيْمٍ لَا يُثْبِتُوْنَهُ

ترجمہ: لائے نفی جنس کی خبر وہ مسند ہے لا کے داخل ہونے کے بعد جیسے **لا غلام رجل ظریف فیھا**، اوراسے اکثر حذف کر دیا جاتا ہے اور بنی تمیم والے اسے ثابت نہیں رکھتے۔

تشریح:

"خبرلا التی لنفی الجنس ھو المسند بعد دخولھا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ لائے نفی جنس کی تعریف بیان فرمارہے ہیں جس میں ھو ضمیر کا مرجع ہے "خبرلا التی لنفی الجنس "جو معرف ہے اور "المسند بعد دخولھا "اس کی تعریف ہے۔"المسند" جنس ہے جس سے تمام خبریں شامل ہوگئی ہیں اور "بعد دخولھا "فصل ہے یعنی اس سے وہ تمام مسند نکل گئے جو مسند تو ہیں لیکن لائے نفی جنس کے داخل ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے مسند ہیں۔

"یحذف کثیرا" کی وضاحت:

لائے نفی جنس کی خبر اکثر طور پر حذف کردی جاتی ہے جیسے لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ، یہ اصل میں " لَااِلٰہَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا اللہ "تھا۔اسی طرح "لَاسَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار "اصل میں "لَاسَیْفَ مَوْجُوْدٌ اِلَّا ذُوالْفِقَار "تھا۔

"وبنوتمیم لا یثبتونہ" کی وضاحت:

اس عبارت کے دو مطلب ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ بنی تمیم لائے نفی جنس کی خبر مانتے تو ہیں لیکن یہ کہتے ہیں کہ اس کی خبر حذف کرنا واجب ہے۔دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتاہے کہ وہ لائے نفی جنس کی خبر کو سرے سے ہی نہیں مانتے نہ لفظاًاور نہ تقدیرا،لہذا ان کے نزدیک لَااَھْلَ وَلَامَالَ جیسے جملوں میں خبر نکالنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہوگا اِنْتَفَی الْمَالُ وَالْاَھْلُ۔اور جب جملوں میں خبر مذکور ہوتی ہے تو یہ لوگ اس کو صفت کے معنی میں لیتے ہیں جیسے لَارَجُلٌ قَاىِٕمٌ ،اس مثال میں قَاىِٕمٌ رَجُلٌ کی صفت ہے نہ کہ لائے نفی جنس کی خبر۔

متن:اِسْمُ مَاوَلَاالْمُشَبَّھَتَانِ بِلَیْسَ ھُوَالْمُسْنَدُاِلَیْہِ بَعْدَدُخُوْلِھَامِثْلُ مَازَیْدٌقَاىِٕمًاوَلَارَجُلٌ اَفْضَلُ مِنْکَ وَھُوَفِیْ لَاشَاذٌّ

ترجمہ: ماولا مشبھتان بلیس کا اسم وہ مسند الیہ ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے ما زید قائما اور لا رجل افضل منک اور وہ لا میں شاذ ہے۔

تشریح:

ماولا المشبھتان بلیس کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ماولا المشبھتان کے اسم کی تعریف بیان فرمارہے ہیں "ھو" کا مرجع ماولا المشبھتان بلیس کا اسم ہے جو معرف ہے اور المسند الیہ جنس ہے جو مبتدا اور حروف مشبہ بالفعل وغیرہ اسماء کو بھی شامل ہے۔ بَعْدَ دُخُوْلِھَا فصل ہے جس کے ذریعے ماولا مشبھتان بلیس کے اسم کے علاوہ دیگر تمام اسماء خارج ہو گئے۔

"وھو فی لا شاذ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ لیس کے ساتھ عملی مشابہت میں صرف "لَا" شاذ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ لَا، لَیْسَ کے ساتھ کامل مشابہت نہیں رکھتا کیونکہ لَیْسَ حال کی نفی کے لئے آتا ہے اور "لَا" مطلق نفی کے لئے آتا ہے اور پھر بھی عمل اس جیسا کرتا ہے اس لئے کہ یہ شاذ ہے۔

متن: اَلْمَنْصُوْبَاتُ ھُوَمَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْمَفْعُوْلِیَّۃِ فَمِنْہُ الْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَھُوَ اِسْمُ مَا فَعَلَہٗ فَاعِلُ فِعْلٍ مَذْکُوْرٍ بِمَعْنَاہٗ وَقَدْ یَکُوْنُ لِلتَّاکِیْدِ وَالنَّوْعِ وَالْعَدَدِ نَحْوُ جَلَسْتُ جُلُوْسًا وَجِلْسَۃً وَجَلْسَۃً فَالْاَوَّلُ لَا یُثَنّٰی وَلَا یُجْمَعُ بِخِلَافِ اَخَوَیْہِ وَقَدْ یَکُوْنُ بِغَیْرِ لَفْظِہٖ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوْسًا

ترجمہ: منصوبات جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو ان میں سے مفعول مطلق ہے، اور یہ وہ اسم ہے جس کو اس کے ہم معنی فعل مذکور نے کیا ہو، اور کبھی یہ تاکید کے معنی کے لئے بھی آتا ہے اور نوع اور عدد کے بیان کے لئے بھی آتا ہے جیسے جلست جلوسا، جلسۃ، وجلسۃ (یعنی میں بیٹھنے والے کے ساتھ بیٹھا، میں خاص انداز سے بیٹھا، میں ایک مرتبہ بیٹھا) پس پہلی

قسم تثنیہ اور جمع کی صورت میں نہیں آسکتی بخلاف اس کی دونوں قسموں کے ،اور کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے لفظ کے بغیر ہوتا ہے جیسے قعدت جلوسا۔

تشریح:

"المنصوبات ھو مااشتمل علی علم المفعولیۃ" کی وضاحت:

منصوب کامفعولیت کی علامت پر مشتمل ہونایا تولفظی ہوگا جیسے رَأَیْتُ زَیْدًا، یاتقدیری ہوگا جیسے رَأَیْتُ فَتیً، اور یامحلاً ہوگا جیسے رَأَیْتُ ھٰؤُلَاءِ،

مفعولیت کی علامتیں:

مفعولیت کی چار علامتیں ہیں:(۱) فتح: یہ مفرد منصرف صحیح، جاری مجری صحیح، جمع مکسر منصرف اور غیر منصرف میں ہے جیسے رَأَیْتُ زَیْدًا، وَظَبْیًا وَرِجَالًا وَمَسَاجِدَ۔

(۲) کسرہ: یہ جمع مؤنث سالم میں مفعولیت کی علامت ہے جیسے رَأَیْتُ مُسْلِمَاتٍ

(۳) الف: یہ اسماء ستہ مکبرہ میں مفعولیت کی علامت ہے جیسے زُرْتُ اَبَاكَ وَاَخَاكَ

(۴) یاء: یہ تثنیہ اوراس کے اخوات میں اور جمع مذکر سالم اوراس کے اخوات میں مفعولیت کی علامت ہوتی ہے جیسے رَأَیْتُ مُسْلِمَیْنَ وَمُسْلِمِیْنَ۔

"المفعول المطلق" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ مفعول مطلق وہ اسم ہے جو ایسے فعل کے معنی میں ہو جس کاذکر اس سے پہلے ہوچکاہو، چاہے وہ حقیقتاًہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا اور جَلَسْتُ جُلُوْسًا، یاحکماًہو جیسے فَضَرْبُ الرِّقَابِ یہ اصل میں فَاضْرِبُوا ضَرْبَ الرِّقَابِ تھا، اس میں فَاضْرِبُوْا کاذکر ضَرْب مصدر میں حکمی طور پر آچکا تھا۔

"وقد یکون للتاکید" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے استعمال کے طریقے بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق کلام میں تاکید پیدا کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جیسے جَلَسْتُ جُلُوْسًا، اور کبھی نوع یعنی ہیئت اور کیفیت بیان کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جیسے لَاتَمْشِ مِشْیَةَ الْمُخْتَالِ یعنی تکبر کرنے والے کی چال نہ چل، اور کبھی فعل مذکور کے عدد کو بیان کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبَةً یعنی میں نے ایک مرتبہ مارا۔

"فالاول لایثنی ولا یجمع" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ مفعول مطلق کی پہلی قسم یعنی برائے تاکید والی قسم تثنیہ اور جمع کی صورت میں نہیں آسکتی، کیونکہ فعل اصل ہے اور مصدر فرع، تو چونکہ فعل تثنیہ اور جمع کی صورت میں نہیں آسکتا لہٰذا اس کی فرع یعنی مصدر بھی تثنیہ اور جمع کی صورت میں نہیں آسکتا۔

"بخلاف اخویہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ مفعول مطلق برائے تاکید کی تو تثنیہ اور جمع نہیں آسکتی لیکن بقیہ دونوں کی تثنیہ اور جمع آسکتی ہے۔

"وقد یکون بغیر لفظہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق فعل مذکور کے مادہ کے علاوہ کسی اور مادہ سے بھی آجاتا ہے جیسے جَلَسْتُ قُعُوْدًا، اور قَعَدْتُ جُلُوْسًا۔

متن:وَقَدْ يُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِمَنْ قَدِمَ خَيْرَ مَقْدَمٍ وَوُجُوْبًا سِمَاعًا مِثْلُ سَقْيًا وَرَعْيًا وَخِيْبَةً وَجَدْعًا وَحَمْدًا وَشُكْرًا وَعَجَبًا وَقِيَاسًا فِي مَوَاضِعَ مِنْهَا مَا وَقَعَ مُثْبِتًا بَعْدَ نَفْيٍ اَوْ مَعْنَى نَفْيٍ دَاخِلٍ عَلَى اِسْمٍ لَا يَكُوْنُ خَبْرًا عَنْهُ اَوْ وَقَعَ مُكَرَّرًا نَحْوُ مَا اَنْتَ اِلَّا سَيْرًا وَمَا اَنْتَ اِلَّا سَيْرَ الْبَرِيْدِ وَاِنَّمَا اَنْتَ سَيْرًا وَزَيْدٌ سَيْرًا سَيْرًا

ترجمہ:اور کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے فعل کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کسی آنے والے کو تیرا کہنا خیر مقدم،اور کبھی سماعی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے سقیا، رعیا، خیبۃ، جدعا، حمدا، شکرا، عجبا،اور چند جگہوں میں سماعی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے،ان میں سے وہ مفعول مطلق ہے جو نفی کے بعد مثبت ہو کر واقع ہو یا ایسے معنیٰ نفی کے بعد واقع ہو جو داخل ہو ایسے اسم پر کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ ہو یا مفعول مطلق مکرر ہو کر آئے جیسے ما انت الا سیرا،وما انت الا سیر البرید،وانما انت سیرا وزید سیرا سیرا۔

تشریح:

"وقد یحذف الفعل--الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق کا فعل قرینہ پائے جانے کی وجہ سے جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کوئی سفر سے آئے تو اسے "خَيْرَ مَقْدَمٍ" کہنا۔فعل کو حذف کرنے سے پہلے عبارت یوں تھی "قَدِمْتَ قُدُوْمًا خَيْرَ مَقْدَمٍ" تھا،لیکن قرینہ حالیہ کی وجہ سے "قَدِمْتَ" کو حذف کر دیا پھر "قُدُوْمًا" کو بھی حذف کر دیا گیا اور اس کی صفت "خَيْرَ مَقْدَمٍ" کو اس کے قائم مقام بنا دیا۔

اعتراض:"خیر"کو مفعول مطلق کہنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ اسم تفضیل ہے اور مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے؟

جواب:"خیر"کو موصوفِ مقدر کا اعتبار کرتے ہوئے مفعول مطلق کہا گیا ہے کیونکہ اصل میں مفعول مطلق "قُدُوْمًا" مقدر ہے اور "خیر" اس کی صفت ہے۔

"ووجوبا سماعا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے اور یہ حذف کرنا کبھی سماعی ہوتا ہے اور کبھی قیاسی۔[4]

سماعی کی مثالیں: سَقْيًا، اصل میں سَقَاكَ اللهُ سَقْيًا تھا، رَعْيًا، اصل میں رَعَاكَ اللهُ رَعْيًا تھا، خَيْبَةً، اصل میں خَابَ الرَّجُلُ خَيْبَةً تھا، جَدْعًا، اصل میں جَدُعَ جَدْعًا تھا، حَمْدًا، اصل میں حَمِدْتُ حَمْدًا تھا، شُكْرًا، اصل میں شَكَرْتُ شُكْرًا تھا، عَجَبًا، اصل میں عَجِبْتُ عَجَبًا تھا۔ ان سب مثالوں میں سماعی طور پر فعل حذف کیا گیا ہے۔

"وقیاسا فی مواضع۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے فعل کو قیاسی طور پر حذف کرنے کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں کہ چند مقامات ایسے ہیں جہاں مفعول مطلق کے فعل کو قیاساً حذف کرنا واجب ہے۔ ان مقامات میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ جہاں مفعول مطلق نفی یا معنی نفی کے بعد مثبت واقع ہو اور جس اسم پر نفی داخل ہو مفعول مطلق اس سے خبر نہ بن سکتا ہو۔ جیسے "مَا اَنْتَ اِلَّا سَيْرًا" اور "مَا اَنْتَ اِلَّا سَيْرَ الْبَرِيْدِ" ان دونوں کی اصل " مَا اَنْتَ اِلَّا تَسِيْرُ سَيْرًا، "اور "مَا اَنْتَ اِلَّا تَسِيْرُ سَيْرَ الْبَرِيْدِ" تھی۔ اور اِنَّمَا اَنْتَ سَيْرًا، اس کی اصل "اِنَّمَا اَنْتَ تَسِيْرُ سَيْرًا" تھی۔ پہلی دو مثالوں میں مفعول مطلق نفی کے بعد جبکہ تیسری مثال میں معنی نفی کے بعد واقع ہے اور ہر مثال میں مفعول مطلق نفی یا معنی نفی والے اسم سے خبر واقع نہیں ہو رہا لہذا "تَسِيْرُ" فعل کو قیاساً حذف کرنا واجب ہے۔

"زید سیرا سیرا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کا دوسرا مقام بیان فرمارہے ہیں کہ جب مفعول مطلق مکرر ہو اور اس سے پہلے ایسا اسم ہو جو مبتدا ہو اور خبر کا تقاضا کر رہا ہو لیکن مفعول مطلق اس کے لئے خبر نہ بن سکے تو فعل

---

[4]: قیاسی اسے کہتے ہیں جہاں فعل حذف کرنے کے لیے کوئی قاعدہ مقرر ہو۔

کو حذف کرنا واجب ہے جیسے زَیْدٌ سَیْرًا سَیْرًا، تقدیری عبارت یوں تھی" زَیْدٌ یَسِیْرُ سَیْرًا۔ پھر یَسِیْرُ فعل کو حذف کر دیا گیا اور سَیْرًا کو اس کے قائم مقام بنا دیا گیا۔

متن:وَمِنْهَا مَا وَقَعَ تَفْصِيلًا لِاَثَرِ مَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ مِثْلُ "فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً" وَمِنْهَا مَا وَقَعَ لِلتَّشْبِيْهِ عِلَاجًا بَعْدَ جُمْلَةٍ مُشْتَمِلَةٍ عَلٰى اِسْمٍ بِمَعْنَاهُ وَصَاحِبِهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِهِ فَاِذَا لَهُ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ وَصُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى

ترجمہ:اور ان میں سے ہے جو جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کے لیے تفصیل واقع ہو جیسے "فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء" اور ان میں سے ہے جو (مفعول مطلق) تشبیہ واقع ہو اس حال میں کہ وہ مفعول مطلق افعال جوارح میں سے (کسی فعل کا مصدر) ہو، ایسے جملے کے بعد ہو جو اسم کا ہم معنی ہو اور صاحب اسم پر مشتمل ہو جیسے مررت بہ فاذا لہ صوت صوت حمار وصراخ صراخ الثکلی۔

"منھا ما وقع تفصیلا لاثر مضمون جملۃ متقدمۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کا تیسرا مقام بیان فرما رہے ہیں کہ جب کسی جگہ مفعول مطلق مضمون جملہ متقدمہ کی غرض اور فائدے کا بیان واقع ہو رہا ہو تو ایسے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے "فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً" یہاں "فَشَدُّوا الْوَثَاقَ "جملہ ہے بمعنی مضبوط باندھ لو، اور "شَدَّ یَشُدُّ" کا مصدر "شَدًّا" آتا ہے جسے اپنے مفعول کی طرف مضاف کیا تو "شَدُّ الْوَثَاقِ "مضمون جملہ ہے اور اثر جملہ یعنی غرض یہ ہے کہ مضبوط باندھنے کے بعد کافروں پر احسان کر لو یا ان سے فدیہ لو، اور اس غرض کے بیان کے لئے مفعول مطلق "فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً"، لایا گیا۔ لہٰذا مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا تقدیری عبارت یوں تھی "فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا تَمَنُّوْنَ مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا تَفْدُوْنَ فِدَاءً"۔

فعل کو وجوبا حذف کرنے کی وجہ:

فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی دو وجہیں ہیں:

(1) اگر فعل کو حذف نہ کیا جائے تو "تحصیل الحاصل" اور "اشتغال بمالایعنی" لازم آئے گا کیونکہ "مَنًّا" اور "فِدَاءً" دونوں سے غرض خود بخود معلوم ہو رہی ہے تو فعل کو ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

(2) یہاں فعل اگرچہ خود مذکور نہیں ہے لیکن اس کا قائمقام اور اس کی ترجمانی کرنے والا مفعول مطلق موجود ہے اور حذف فعل پر قرینہ بھی موجود ہے یعنی مفعول مطلق کا منصوب ہونا، اس لئے کہ یہاں فعل محذوف کے علاوہ کوئی اور عامل ناصب نہیں ہے۔

"ومنها ما وقع للتشبیه علاجا بعد جملة مشتملة علی اسم بمعناه وصاحبه" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی چوتھی صورت بیان فرما رہے ہیں کہ ہر وہ مفعول مطلق جو افعال جوارح میں سے کسی فعل کا مفعول ہو اور مشبہ بہ ہو یعنی اس سے کسی چیز کی تشبیہ دی گئی ہو اور یہ مفعول مطلق ایک ایسے جملے کے بعد واقع ہو جس میں اس مفعول مطلق کا ہم معنی اسم بھی ہو اور صاحب اسم بھی، تو ایسے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے "مَرَرْتُ بِزَيْدٍ فَإِذَا لَهُ صَوْتٌ صَوْتَ حِمَارٍ" اس مثال میں فعل حذف کرنے پر قرینہ اور قائمقام دونوں پائے جا رہے ہیں، قرینہ تو مفعول مطلق کا منصوب ہونا ہے جو اپنے لئے عامل ناصب کا تقاضا کر رہا ہے اور پورے جملے میں اس کے لئے کوئی عامل ناصب نہیں ہے، لہٰذا لامحالہ فعل کو محذوف ماننا پڑے گا اور قائمقام بھی یہاں وہی مفعول مطلق ہے۔ **صوت حمار**، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مطلق ہے اور مشبہ بہ ہے کیونکہ اس کے ساتھ ماقبل والے **اسم صوت** کی تشبیہ دی گئی ہے اور اس سے پہلے جملہ متقدمہ کا مصداق "**فاذا له صوت**" ہے جو مفعول مطلق کے ہم معنی اسم یعنی "**صوت**" پر اور صاحب اسم یعنی "**له**" پر مشتمل ہے لہٰذا اس میں "**یصوت**" فعل وجوبا محذوف ہے یہی تفصیل "**مررت به فاذا له صراخ صراخ الثکلی**" والی مثال میں ہے کہ اس میں "**یصرخ**" فعل وجوبی طور پر محذوف ہے۔

متن: وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَّا مُحْتَمِلَ لَهَا غَيْرُهُ، نَحْوُ: لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ اِعْتِرَافًا وَيُسَمّٰى تَاكِيْدًا لِنَفْسِهٖ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مَضْمُوْنَ جُمْلَةٍ لَّهَا مُحْتَمِلٌ غَيْرُهٗ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ حَقًّا، وَيُسَمّٰى تَاكِيْدًا لِغَيْرِهٖ وَمِنْهَا مَا وَقَعَ مُثَنًّى مِثْلُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ

ترجمہ: اوران مقامات میں سے وہ مفعول مطلق بھی ہے جو ایسے جملے کا مضمون واقع ہو جس میں اس کے غیر کا احتمال نہ ہو جیسے لہ علی الف درھم اعترافا، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا تاکید لنفسہ کے ساتھ، اوران مقامات میں سے وہ مفعول مطلق بھی ہے جو ایسے جملے کا مضمون واقع ہو جس میں اس کے غیر کا بھی احتمال ہو جیسے زید قائم حقا، اور نام رکھا جاتا ہے اس کا تاکید لغیرہ کے ساتھ، اوران مقامات میں سے وہ مفعول مطلق بھی ہے جو تثنیہ واقع ہو جیسے لبیك وسعدیك۔

"ومنها ما وقع مضمون جملة لا محتمل لها غيره" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی پانچویں صورت بیان فرمارہے ہیں کہ جب مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون یعنی خلاصہ واقع ہو جس جملے میں مفعول مطلق کے معنی کے سوا دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو جیسے لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٌ اِعْتِرَافًا اَیْ اِعْتَرَفْتُ اِعْتِرَافًا، اس مثال میں لَهٗ عَلَيَّ اَلْفُ دِرْهَمٍ، جملہ ہے اور اس کا مضمون وخلاصہ ہزار درہم کا اقرار ہے جو اقرار کے سوا کسی اور معنی کا احتمال نہیں رکھتا کیونکہ جملہ میں لفظ "عَلَيَّ" لزوم مقر بہ علی النفس کے لئے ہے پس یہ انکار کا احتمال نہیں رکھتا اور "اِعْتِرَافًا" مفعول مطلق ہے جو مذکورہ جملے کا مضمون واقع ہوا ہے۔ ایسے مفعول مطلق کو تاکید لنفسہ بھی کہتے ہیں کیونکہ دونوں کا مدلول اور مقصد ایک ہی ہے۔

"ومنها ما وقع مضمون جملة لها محتمل غيره" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کی چھٹی صورت بیان فرمارہے ہیں کہ جب مفعول مطلق ایسے جملے کا مضمون یعنی خلاصہ واقع ہو جس میں مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور چیز کی بھی گنجائش ہو جیسے "زَيْدٌ قَائِمٌ" یہ اصل میں "زَيْدٌ قَائِمٌ اَحُقُّ حَقًّا" تھا، "حَقًّا" مفعول مطلق ہے جو کہ "زَيْدٌ قَائِمٌ" کا خلاصہ ہے لیکن "زَيْدٌ قَائِمٌ" میں اس کے علاوہ کا یعنی اس کے کھڑے نہ ہونے کا بھی احتمال تھا، کیونکہ یہ جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے لیکن "حَقًّا" مفعول مطلق جو برائے تاکید ہے نے آکر اس احتمال کو ختم کر دیا اور صدق والے احتمال کی تاکید کر دی۔ ایسے مفعول مطلق کو تاکید لغیرہ بھی کہتے ہیں کیونکہ جس طرح یہ اپنے فعل کی تاکید کے لئے آتا ہے ایسے ہی غیر کے احتمال کو تاکید کے ساتھ دفع کرنے کے لئے بھی آتا ہے۔

"ومنھا ماوقع مثنی"کی وضاحت:

یہاں مصنف علیہ الرحمہ مفعول مطلق کے فعل کووجوبی طور پر حذف ہونے کا ساتواں مقام بیان فرمارہے ہیں کہ ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں واقع ہو اور تثنیہ سے تثنیہ مراد نہ ہو بلکہ کثرت اور تکرار ہو بشرطیکہ اس کی اضافت فاعل یا مفعول کی طرف ہو، تو ایسے مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے جیسے لبیك وسعدیك، یہ اصل میں "اُلِبُّ لَكَ اِلْبَابَیْنِ" تھا، "اُلِبُّ" فعل کو حذف کر دیا گیا اور لام جارہ کو اختصاراً حذف کیا، پھر "اِلْبَابَیْنِ" کے شروع سے الف کو حذف کرکے لام کو فتحہ دی تو بن گیا "لَبَابَیْنِ" پھر "لَبَا" کے الف کو حذف کیا اور کاف کو مضاف یعنی "لَبَبَیْنِ" کے آخر میں لگادیا اور نون بوجہ اضافت حذف کیا اور باء کا باء میں ادغام کیا تو "لَبَّیْكَ" بن گیا، اسی طرح "سَعْدَیْكَ" بھی اصل میں "اُسْعِدُكَ اِسْعَادَیْنِ" تھا "لَبَّیْكَ" اگرچہ حقیقتاً تثنیہ نہیں مگر بصورت تثنیہ ہے۔

متن: اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَمَاوَقَعَ عَلَیْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ نَحْوُضَرَبْتُ زَیْدًاوَقَدْیُتَقَدَّمُ عَلَی الْفِعْلِ نَحْوُزَیْدًاضَرَبْتُ وَقَدْیُحْذَفُ الْفِعْلُ لِقِیَامِ قَرِیْنَةٍ جَوَازًاكَقَوْلِكَ زَیْدًالِمَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ وَوُجُوْبًا فِیْ اَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ اَلْاَوَّلُ سِمَاعِیٌّ نَحْوُاِمْرَأً وَنَفْسَهٗ وَاِنْتَهُوْاخَیْرًالَّكُمْ وَاَهْلًاوَّسَهْلًا

ترجمہ: مفعول بہ وہ ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضربت زیدا، اور کبھی مفعول بہ مقدم ہوتا ہے جیسے زیدا ضربت، اور کبھی مفعول بہ فعل پر مقدم ہوتا ہے جیسے زیدا ضربت، اور کبھی فعل کو جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے، جیسے تیرا قول زیدا، اس کے جواب میں جس نے کہا "من اضرب" اور چار مقامات پر فعل کو وجوباً حذف کیا جاتا ہے، اول سماعی ہے جیسے امرأ ونفسہ"، انتھوا خیرلکم" اور اھلاً وسھلاً۔

تشریح:

"المفعول بہ ھوماوقع علیہ فعل الفاعل" کی وضاحت:

مذکورہ عبارت میں مصنف علیہ الرحمہ نے مفعول بہ کی تعریف بیان فرمائی ہے جس میں ھو ضمیر کا مرجع "المفعول بہ" ہے جو کہ معرف ہے اور "مَاوَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ" اس کی تعریف، پھر "مَا" جنس ہے جو ہر قسم کے اسماء کو شامل ہے، "وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ" فصل ہے جس کی وجہ سے مفعول بہ کے علاوہ باقی سارے اسماء خارج ہو گئے۔

"وقد يتقدم على الفعل" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی مفعول بہ کو اپنے فعل عامل پر مقدم کر دیا جاتا ہے جیسے زَيْدًا ضَرَبْتُ، یہ مقدم کرنا کبھی جوازی طور پر ہوتا ہے اور کبھی وجوبی طور پر۔

"وقد يحذف الفعل لقيام قرينة جوازا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی قرینہ پائے جانے کی وجہ سے مفعول بہ کے فعل کو جوازی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے چاہے قرینہ حالیہ ہو یا مقالیہ، قرینہ مقالیہ کی مثال جیسے کوئی سوال کرے "مَنْ اَضْرِبُ؟" تو اس کے جواب میں کہا جائے "زَيْدًا"۔ یہاں مفعول بہ تو ہے لیکن اس کا کوئی عامل ناصب نظر نہیں آرہا اس لئے کہ اسے قرینہ مقالیہ یعنی سائل کے سوال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔ قرینہ حالیہ کی مثال یہ ہے کہ کوئی آدمی حج کے لئے جارہا ہو اور راستے میں اسے کوئی کہے "مَكَّةَ" تو یہاں "اَتُرِيْدُ" فعل محذوف ہے جس پر قرینہ مخاطب کا حال یعنی توجہ الی الکعبہ ہے۔

"ووجوبا في اربعة مواضع" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ چار مقامات ایسے ہیں جہاں مفعول بہ کے عامل کو وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے جن میں سے پہلا سماعی اور باقی تین قیاسی ہیں۔

سماعی سے مراد یہ ہے کہ اس کے حذف کرنے پر ہمارے پاس کوئی قاعدہ اور قانون موجود نہ ہو لیکن ہم نے عربوں سے اسی طرح سنا ہو۔ جیسے اِمْرَأً وَّنَفْسَهٗ یعنی چھوڑو بھائی اس آدمی کو اور اس کی ذات کو، یہاں "اِمْرَأً" سے پہلے "اُتْرُكْ" فعل ناصب محذوف ہے جس کی وجہ سے "اِمْرَأً" منصوب نظر آرہا ہے۔

اعتراض:

آپ کی دی ہوئی مثال میں نَفْسَہٗ کا اِمْرَأً پر عطف پڑ رہا ہے یا پھر نَفْسَہٗ، اِمْرَأً کی تاکید ہے لیکن یہ دونوں باتیں درست نہیں ہے عطف کی صورت میں عَطْفُ الشَّیْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ لازم آئے گا کیونکہ "اِمْرَأً" اور "نَفْسَہٗ" دونوں سے ایک ہی ذات مراد ہے۔ اور تاکید کی صورت میں مؤکد اور تاکید کے درمیان حرف عطف کے ساتھ فصل لازم آرہا ہے؟

جواب:

اس مثال میں واؤ برائے عطف لیں یا تاکید دونوں صورتیں جائز ہیں۔ واؤ برائے عطف ہو تو عَطْفُ الشَّیْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ لازم نہیں آتا کیونکہ "اِمْرَأً" اور "نَفْسَہٗ" میں مغایرت ثابت ہے کہ "اِمْرَأً" سے مراد شخص ہے اور "نَفْسَہٗ" سے مراد مال ہے۔ اور اگر برائے تاکید لیں تو بھی درست ہے کیونکہ تاکید اور مؤکد کے درمیان فصل بحرف العطف جائز ہے جیسے قرآن پاک میں ہے "کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ"

سماعی کی دوسری مثال: "اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ" یہاں "خَیْرًا" مفعول بہ ہے جس کا عامل ناصب محذوف ہے۔

سوال: آپ کو چاہیے کہ "خَیْرًا" کا عامل محذوف ماننے کے بجائے اسے "اِنْتَھُوْا" کے لئے مفعول بہ بنادیں۔

جواب: ایسا کرنے سے معنی میں خرابی لازم آئے گی کیونکہ اس وقت معنی یہ بن جائے گا کہ "منع ہو جاؤ اس چیز سے جو تمہارے لئے بہتر ہو" لہٰذا اس خرابی سے بچنے کے لئے ہم نے اس کا عامل محذوف نکالا تو اصل عبارت یوں بنی "اِنْتَھُوْا عَنِ التَّثْلِیْثِ وَاقْصُدُوْا خَیْرًا لَّکُمْ" یعنی اے نصاریٰ! تم تثلیث کے عقیدے سے رک جاؤ اور اس چیز کا ارادہ کرو جو تمہارے لیے بہتر ہے، چنانچہ معلوم ہوا کہ یہاں "خَیْرًا" کا عامل محذوف "اُقْصُدُوْا" ہے۔

سماعی کی تیسری اور چوتھی مثال: "اَھْلًا وَّسَھْلًا"، یہ دونوں عامل محذوف کی وجہ سے منصوب ہیں جو قرینہ حالیہ کی وجہ سے محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں تھی "اَتَیْتَ اَھْلًا وَّوَطِئْتَ سَھْلًا" تھا۔ یعنی آپ اپنے ہی اہل میں آئے ہیں اور نرم و صلح والی زمین آپ نے روندی ہے۔

متن: وَالثَّانِیْ اَلْمُنَادٰی وَھُوَالْمَطْلُوْبُ اِقْبَالُہٗ بِحَرْفٍ نَائِبٍ مَنَابَ اَدْعُوْلَفْظًااَوْتَقْدِیْرًاوَیُبْنٰی عَلٰی مَایُرْفَعُ بِہٖ اِنْ کَانَ مُفْرَدًامَعْرِفَۃً نَحْوُیَازَیْدُوَیَارَجُلُ وَیَازَیْدَانِ وَیَازَیْدُوْنَ وَیُخْفَضُ بِلَامِ الْاِسْتِغَاثَۃِ نَحْوُیَالَزَیْدٍوَیُفْتَحُ لِاِلْحَاقِ اَلِفِھَاوَلَالَامَ فِیْہِ نَحْوُیَازَیْدَاہُ وَیُنْصَبُ مَاسِوَاھُمَانَحْوُیَاعَبْدَاللّٰہِ وَیَاطَالِعًاجَبَلًاوَیَارَجُلًالِغَیْرِمُعَیَّنٍ

ترجمہ: اوردوسرامقام منادی ہے اور منادی وہ اسم ہے جس کی توجہ مطلوب ہوایسے حرف کے ذریعے جوادعو فعل کا قائمقام ہوچاہے لفظی طورپریاتقدیری طورپر،اوراگر منادی مفرد معرفہ ہوتورفع کی علامت پر مبنی ہوگاجیسے یازیدُاوریارجل اوریازیدان اوریازیدون،اوراسے جردیاجائے گالام استغاثہ کے ساتھ جیسے یالزیدٍاوراسے فتحہ دی جائے گی الف استغاثہ کے لاحق ہونے کے ساتھ اوراس میں لام استغاثہ نہیں ہوگاجیسے یازیداہ،اوراس کے علاوہ کی صورتوں کونصب دیاجائے گاجیسے یاعبداللہ ویاطالعاجبلا اوریارجلا غیر معین کے لئے۔

تشریح:

"والثانی المنادی"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول بہ کے عامل ناصب فعل کووجوبی طورپرحذف کرنے کادوسرامقام بیان فرمارہے ہیں چنانچہ جہاں منادی منفعول بہ واقع ہووہاں اس کے عامل ناصب کوحذف کرناواجب ہے جیسے "یَازَیْدُ"،یہ اصل میں "اَدْعُوْزَیْدًا"تھا،ادعو فعل کوحذف کرکےیاحرف نداء کواس کے قائمقام بنایاکیونکہ نداءکااستعمال کثرت سے ہواکرتاہے اور کثرت اختصارکاتقاضاکرتی ہے اوراختصار"اَدْعُوْ"کے بجائے"یَا"میں بدرجہ اتم پایاجاتاہے۔

منادی کی لغوی اوراصطلاحی تعریف:

منادی کالغوی معنی ہے پکاراہوا،جبکہ اصطلاحی تعریف مصنف علیہ الرحمہ نے متن میں ہی بیان فرمادی ہے یعنی منادی وہ اسم ہے جس کواپنی طرف متوجہ کرنامطلوب اور مقصودواس کومتوجہ کرناایسے حرف کے ذریعے ہوجو"اَدْعُوْ"فعل کے قائمقام ہووہ

قائمقام لفظی طور پر ہو یا تقدیری طور پر۔ لفظی طور پر جیسے یَازَیْدُ اصل میں "اَدْعُوْزَیْدًا" تھا اور تقدیری طور پر جیسے "یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا" یہ اصل میں "یَا یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ ھٰذَا" تھا۔ پھر توجہ کی دو قسمیں ہیں اگر مخاطب ذی روح میں سے ہے تو اس کی توجہ حقیقی ہو گی جیسے یَازَیْدُ اور اگر ذی روح نہ ہو تو اس کی توجہ حکمی ہو گی جیسے یَاجِبَالُ۔

"ویبنی علی ما یرفع بہ ---الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منادی کی چھ قسمیں بیان فرمارہے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1:--- منادی مفرد معرفہ ہو گا یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو اگرچہ تثنیہ یا جمع ہو اس صورت میں منادی مبنی بر رفع ہوتا ہے جیسے یَازَیْدُ، یَازَیْدَانِ اور یَازَیْدُوْنَ

2:--- منادی بلام الاستغاثہ ہو گا۔ اس صورت میں منادی پر لام استغاثہ داخل ہو کر اسے مجرور کر دیتا ہے کیونکہ اس صورت میں منادی معرب ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی کسی مظلوم کے لئے کسی قوم سے مدد طلب کرے اور کہے کہ یَالَلْقَوْمِ لِلْمَظْلُوْمِ، اس مثال میں منادی مجرور ہے۔

3:--- منادی بالف الاستغاثہ ہو گا۔ اس صورت میں منادی کے شروع میں لام استغاثہ داخل نہیں ہو گا بلکہ آخر میں الف استغاثہ داخل ہو کر منادی کو منصوب کر دیتا ہے کیونکہ الف اپنے ماقبل فتحہ کو چاہتا ہے جیسے یَازَیْدَاہُ

4:--- منادی مضاف ہو گا۔ اس صورت میں منادی منصوب ہو گا جیسے یَاعَبْدَاللّٰہِ

5:--- منادی مشابہ مضاف ہو گا یعنی وہ اسم ہو جس کا پورا معنی اس وقت تک سمجھ نہ آتا ہو جب تک اس کے ساتھ اس کے مابعد اسم کو نہ ملایا جائے۔ اس صورت میں بھی منادی منصوب ہو جیسے یَاطَالِعًا جَبَلاً

6:--- منادی نکرہ غیر معینہ ہو گا اس صورت میں بھی منادی منصوب ہو گا جیسے نابینا آدمی بغیر کسی تعین کے کسی آدمی کو پکارے یَارَجُلاً خُذْ بِیَدِیْ۔

متن: وَتَوَابِعُ الْمُنَادٰى الْمَبْنِي الْمُفْرَدَةِ مِنَ التَّاكِيْدِ وَالصِّفَةِ وَعَطْفُ الْبَيَانِ وَالْمَعْطُوْفُ بِحَرْفِ الْمُمْتَنِعِ دُخُوْلُ يَاعَلَيْهِ تُرْفَعُ عَلٰى لَفْظِهٖ وَتُنْصَبُ عَلٰى مَحَلِّهٖ مِثْلُ يَازَيْدُنِ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ وَالْخَلِيْلُ فِي الْمَعْطُوْفِ يَخْتَارُ الرَّفْعَ وَاَبُوْعَمْرٍو النَّصْبَ وَاَبُوْالْعَبَّاسِ اِنْ كَانَ كَالْحَسَنِ فَكَالْخَلِيْلِ وَاِلَّا فَكَاَبِي عَمْرٍو

ترجمہ: اور مبنی مفردہ منادی کے توابع یعنی تاکید، صفت، عطف بیان وہ معطوف بحرف جس پر یاء کا داخل ہونا ممتنع ہو، ان سب کو منادی کے لفظ پر حمل کرکے رفع دیئے جاتے ہیں اور منادی کے محل پر حمل کرکے نصب دیئے جاتے ہیں جیسے یازید العاقلُ والعاقلَ، اور خلیل معطوف میں رفع اختیار کرتے ہیں اور ابو عمرو نصب اختیار کرتے ہیں اور ابو عباس، اگر وہ معطوف الحسن کی طرح ہو تو اس کا قول خلیل کی طرح ہے ورنہ ابو عمرو کی طرح ہے۔

تشریح:

"توابع المنادی۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منادی کی پہلی قسم مفرد معرفہ کے چار توابع ذکر فرمائے ہیں یعنی تاکید، صفت، عطف بیان اور وہ عطف بالحرف جس پر یاء کا داخل ہونا منع ہو یعنی معطوف معرف باللام ہو۔ تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے اس لئے کہ تاکید لفظی صرف لفظ کے تابع ہوتی ہے اور صفت اور عطف بیان سے مراد عام ہے کہ صفت بحالہ ہو یا صفت بحال متعلقہ ہو اسی طرح عطف بیان چاہے معرف باللام ہو یا غیر معرف باللام ہو۔

"ترفع علی لفظہ وتنصب علی محلہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منادی کے مذکورہ چار توابع کے اعراب کی دو وجہیں بیان کررہے ہیں:

1:۔۔۔ جس طرح ان کا متبوع مبنی بر رفع ہوتا ہے اسی طرح ان کو بھی لفظ پر محمول کرتے ہوئے مرفوع پڑھا جائے، چاہے منادی لفظاً مرفوع ہو جیسا کہ "یَا زَیْدُنِ الْعَالِمُ"، یا تقدیراً مرفوع ہو جیسا کہ "یَا قَاضِی الْعَالِمُ" یا محلاً مرفوع ہو جیسا کہ "یَا هٰؤُلَاءِ الْكِرَامُ"۔

2:۔۔۔ ان کو محل پر حمل کر کے منصوب پڑھا جائے، اس لئے کہ منادی "ادعو" فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے محلاً منصوب ہوتا ہے لہٰذا اس کے توابع کو بھی منصوب پڑھیں گے۔

مذکورہ توابع کی مثالیں:

تاکید کی مثال "یَا قَوْمُ اَجْمَعُوْنَ واَجْمَعِیْنَ" صفت کی مثال "یَا زَیْدُنِ الْعَاقِلُ وَالْعَاقِلَ" عطف بیان کی مثال "یَا غُلَامُ بَشَرٌ وَبَشَرًا" معطوف معرف باللام کی مثال "یَا زَیْدُانِ لْحَارِثُ وَالْحَارِثَ"۔

سوال: مصنف نے مذکورہ توابع میں سے صرف صفت کی مثال دی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ صفت کا استعمال زیادہ ہے اس لیے اسی کی مثال پر اقتصار کیا۔

"وَالْخَلِیْلُ فِی الْمَعْطُوْفِ---الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف مذکورہ معطوف کے اعراب میں اختلاف کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ

خلیل نحوی کے نزدیک مذکورہ معطوف کو مرفوع پڑھنا اولی ہے اس لئے کہ یہ بھی مستقل منادی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ان پر حرف ندا داخل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں ایک ہی اسم میں دو علامات تعریف جمع ہو جاتیں ہیں یعنی معرف باللام اور حرف نداء، اور یہ ممنوع ہے۔

ابو عمرو بن العلاء المازنی کے نزدیک مذکورہ معطوف کو منصوب پڑھنا اولی ہے کیونکہ جب اس پر حرف ندا داخل نہیں ہو سکتا لہٰذا یہ مستقل منادی بھی نہیں ہے، بلکہ معطوف کے حکم میں ہو گا اور معطوف کو معطوف علیہ کے محل پر محمول کیا جاتا ہے اس لئے یہاں بھی ایسا ہی ہو گا اور یہاں چونکہ معطوف علیہ منادی محلاً منصوب ہے لہٰذا یہ بھی منصوب ہو گا۔

ابوالعباس مبرد کے نزدیک منادی اگر "الحسن" کی طرح ہو یعنی اصل وضع میں اسکے ساتھ الف لام نہ ہو بلکہ بعد میں لگایا گیا ہو تو اس کے شروع میں حرف نداء لانا صحیح ہو گا اور جب اس پر حرف نداء داخل ہو سکتا ہے تو یہ مستقل منادی کے حکم میں ہو گا اور منادی مفرد معرفہ چونکہ مرفوع ہوتا ہے اس لئے یہ بھی اس کے تابع ہونے کی وجہ سے مرفوع ہونگا جیسا کہ خلیل نحوی نے کہا ہے۔

اور جو اسم اصل وضع میں الف لام کے ساتھ ہو تو ایسے اسم پر چونکہ حرف نداء کا داخل ہونا ممتنع ہوتا ہے لہٰذا اس کا منادی نہ ہونا اور معطوف ہونا متعین ہو گیا، اور قاعدہ یہ ہے کہ معطوف کا حمل معطوف علیہ پر ہوتا ہے اور معطوف چونکہ محلاً منصوب ہے تو یہ بھی منصوب ہو گا جیسا کہ ابو عمرو بن العلاء المازنی نے کہا ہے۔

متن: وَالْمُضَافَةُ تُنْصَبُ وَالْبَدَلُ وَالْمَعْطُوْفُ غَيْرُمَاذُكِرَحُكْمُهُ حُكْمُ الْمُسْتَقِلِّ مُطْلَقًا وَالْعَلَمُ الْمَوْصُوْفُ بِابْنٍ اَوْابْنَةٍ مُضَافًا اِلٰى عَلَمٍ آخَرَيُخْتَارُفَتْحُهُ

ترجمہ: اور مضاف توابع منصوب ہوتے ہیں اور بدل اور وہ معطوف جو اس کا غیر ہو جس کا حکم ذکر کیا گیا اس کا حکم مستقل منادی کی طرح ہے اور وہ نام جس کی ابن یا ابنۃ کے ساتھ صفت بیان کی گئی در حال کہ وہ ابن یا ابنۃ کسی دوسرے نام کی طرف مضاف ہو تو اس پر فتحہ پڑھنا اختیار کیا گیا ہے۔

تشریح:

"والمضافۃ تنصب" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان توابع کو بیان فرما رہے ہیں جو اضافت حقیقی کے ساتھ مضاف ہونگے یعنی اگر مذکورہ چاروں قسمیں مضاف ہو کر استعمال ہوں تو انہیں منصوب پڑھا جائے گا۔

تاکید کی مثال: یَا تَیْمُ کُلَّھُمْ، یَا طُلَّابُ کُلَّکُمْ،

صفت، مضاف ہو کر تابع بنے تو اس کی مثال یَا زَیْدُ ذَاالْمَالِ و یَا بَکْرُ اَعْلَمَ النَّاسِ،

عطف بیان کسی اسم کی طرف مضاف ہو اور پھر منادی کا تابع ہو کر استعمال ہو تو اس کی مثال یَا رَجُلُ اَبَا عَبْدِاللّٰہِ،

جو مضاف معرف باللام ہو وہ اس قاعدہ میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مضاف نہیں ہو سکتا۔

"والبدل والمعطوف غیر ماذکر حکمہ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ منادی کے توابع میں سے بدل اور معطوف غیر معرف باللام کا اعراب مستقل منادی کے اعراب کی طرح ہے یعنی جو اعراب منادی کا اپنا ہے وہی ان کو بھی دیا جائے گا۔

"مطلقاً" کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ لفظ "**مطلقًا**" سے اس بات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ بدل اور معطوف مفرد معرفہ ہو یا مضاف یا مشابہ مضاف یا نکرہ غیر معینہ، ان سب صورتوں میں ان کا اعراب وہی ہو گا جو مستقل منادی کا ہوتا ہے تفصیل درج ذیل ہے:

1:۔۔۔بدل مفرد معرفہ ہو تو مرفوع ہو گا کیونکہ منادی بھی مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں مرفوع ہوتا ہے جیسے **یَازَیْدُ بَکْرُ**، اسی طرح معطوف غیر معرف باللام بھی مرفوع ہو گا جیسے **یَازَیْدُ وَبَکْرُ**

2:۔۔۔بدل مضاف ہو تو منصوب ہو گا کیونکہ منادی بھی مضاف ہونے کی صورت میں منصوب ہوتا ہے جیسے **یَازَیْدُ اَخَاعَمْرٍو**، اسی طرح معطوف غیر معرف باللام بھی منصوب ہو گا جیسے **یَازَیْدُ وَاَخَاعَمْرٍو**

3:۔۔۔بدل مشابہ مضاف ہو تو منصوب ہو گا کیونکہ منادی بھی ایسی صورت میں منصوب ہوتا ہے جیسے **یَازَیْدُ طَالِعًا جَبَلًا**، اسی طرح معطوف غیر معرف باللام بھی منصوب ہو گا جیسے **یَازَیْدُ وَطَالِعًا جَبَلًا**

4:۔۔۔بدل نکرہ غیر معین ہو تو مرفوع ہو گا کیونکہ منادی بھی ایسی صورت میں مرفوع ہوتا ہے جیسے **یَازَیْدُ رَجُلًا صَالِحاً**، اسی طرح معطوف غیر معرف باللام بھی مرفوع ہو گا جیسے **یَازَیْدُ وَرَجُلًا صَالِحًا**

5:۔۔۔بدل کے ساتھ جب لام استغاثہ ہو تو مجرور ہو گا کیونکہ منادی بھی ایسی صورت میں مجرور ہوتا ہے جیسے **یَالَزَیْدٍ لِعَمْرٍو**، اسی طرح معطوف غیر معرف باللام بھی مجرور ہو گا جیسے **یَالَزَیْدٍ وَلِعَمْرٍو**

6:۔۔۔بدل کے ساتھ جب الف استغاثہ ہو تو منصوب ہو گا کیونکہ منادی بھی ایسی صورت میں منصوب ہوتا ہے جیسے **یَازَیْدَاہُ سَعِیْدَاہُ**، اسی طرح معطوف غیر معرف باللام بھی منصوب ہو گا جیسے **یَازَیْدَاہُ وَسَعِیْدَاہُ**

"والعلم الموصوف بابن او ابنۃ مضافا الی علم آخر یختار فتحہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ منادی مفرد معرفہ مبنی بر رفع ہوتا ہے لیکن اگر اسی منادی مفرد معرفہ کے آگے لفظ اِبْنٌ یا اِبْنَۃٌ کے ذریعے صفت بیان ہو رہی ہو اور اس اِبْنٌ یا اِبْنَۃٌ کی اضافت کسی دوسرے علم کی طرف ہو رہی

ہو تو ایسے منادی مفرد معرفہ کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن منصوب پڑھنا زیادہ بہتر ہے جیسے یَا زَیْدُ بْنَ عَمْرٍو۔

وَاِذَا نُوْدِیَ الْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ قِیْلَ یَا اَیُّهَا الرَّجُلُ،وَیَا هٰذَا الرَّجُلُ،وَیَا اَیُّهَا هٰذَا الرَّجُلُ،وَالْتَزَمُوْا رَفْعَ الرَّجُلِ لِاَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ بِالنِّدَاءِ وَتَوَابِعِهِ لِاَنَّهَا تَوَابِعُ مُعْرَبٍ وَقَالُوْا یَا اَللّٰهُ خَاصَّةً وَلَكَ فِیْ مِثْلِ یَا تَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ اَلضَّمُّ وَالنَّصْبُ وَالْمُضَافُ اِلٰی یَاءِ الْمُتَكَلِّمِ یَجُوْزُ فِیْهِ یَا غُلَامِیْ وَیَا غُلَامِیَ وَیَا غُلَامِ وَیَا غُلَامَا وَیَا بِالْهَاءِ وَقْفًا وَقَالُوْا یَا اَبِیْ وَیَا اُمِّیْ وَیَا اَبَتِ وَیَا اُمَّتِ فَتْحًا وَكَسْرًا وَبِالْاَلِفِ دُوْنَ الْیَاءِ وَیَا ابْنَ اُمِّ وَیَا ابْنَ عَمِّ خَاصَّةً مِثْلُ بَابِ غُلَامِیْ وَقَالُوْا یَا ابْنَ اُمَّ وَیَا ابْنَ عَمَّ

ترجمہ: اور جب معرف باللام کو نداء دی جائے تو کہا جائے گا یاایہا الرجل، یاھذا الرجل اور یاایہاھذا الرجل، اور نحویوں نے الرجل کے رفع کا التزام کیا ہے کیونکہ وہی مقصود بالنداء ہے۔ اور اس کے توابع کے رفع کا بھی التزام کیا ہے کیونکہ وہ معرب کے توابع ہیں اور اہل عرب نے یااللہ خاص کر کہا ہے۔ اور تیرے لیے یاتیم تیم عدی، جیسی مثالوں میں ضمہ اور نصب دونوں کا اختیار ہے اور منادی جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں سکون یاء، حذف یاء اور یاء کو الف سے بدلنا سب جائز ہے اور چاروں صورتوں میں وقف کی حالت میں ھاء داخل ہو جاتی ہے۔ اور نحویوں نے کہا "**یَا اَبِیْ وَیَا اُمِّیْ وَیَا اَبَتِ وَیَا اُمَّتِ**" تاء کے فتحہ، تاء کے کسرہ اور الف کے ساتھ نہ کہ یاء کے ساتھ، اور یاابن ام اور یاابن عم میں خاص کر باب غلامی کی طرح چاروصورتیں جائز ہیں اور نحویوں نے کہا ہے "یاابن ام یاابن عم" (میم کے فتحہ کے ساتھ)۔

تشریح:

"واذا نودی المعرف۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منادی معرب اللام کو نداء دینے کے تین طریقے بیان فرمار ہے ہیں:

1:۔۔۔ معرف باللام کو براہ راست منادی بنانے کے بجائے اس کے شروع میں کوئی اسم مبہم لا کر اس کو منادی بنادیا جائے اور اس معرف باللام اسم کو اس کی صفت بنادیا جائے جیسے یَا اَیُّهَا الرَّجُلُ

2:۔۔۔ معرف باللام کے شروع میں اسم اشارہ لاکر اس کو منادی بنادیا جائے جیسے یَاهٰذَاالرَّجُلُ

3:۔۔۔ معرف باللام کے شروع میں اسم مبہم اور اسم اشارہ کو ملاکر منادی بنایا جائے اور معرف باللام کو اس کی صفت بنائی جائے جیسے یَااَیُّهَاالرَّجُلُ

"والتزموا رفع الرجل--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں کہ اشکال یہ ہے کہ "یَااَیُّهَا" "یَاهٰذَا" اور "یَااَیُّهٰذَا" یہ تینوں منادی مفرد معرفہ ہیں اور قاعدہ گزر چکا کہ منادی مفرد معرفہ کے تابع پر رفع اور نصب دونوں اعراب پڑھنا جائز ہیں لہٰذا "الرَّجُلُ" میں بھی دونوں اعراب پڑھنا جائز ہونا چاہیے جبکہ ایسا نہیں ہے کیوں؟

جواب: اس اشکال کا جواب مصنف علیہ الرحمہ نے یہ دیا کہ ان مثالوں میں مقصود بالنداء "الرَّجُلُ" ہے تو در حقیقت منادی بھی "الرَّجُلُ" ہی ہے لہٰذا مرفوع بھی الرجل ہی ہو گا۔

"وتوابعه" کی وضاحت:

یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ جب "الرَّجُلُ" مقصود بالنداء ہے تو یہ منادی مفرد معرفہ کے حکم میں ہے اس لئے "الرَّجُلُ" کے توابع میں رفع و نصب دونوں جائز ہونے چاہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ "الرَّجُلُ" کے توابع میں صرف رفع جائز ہے جیسے "یَااَیُّهَاالرَّجُلُ الظَّرِیْفُ" میں "الظَّرِیْفُ" مرفوع ہے اور "یَااَیُّهَاالرَّجُلُ ذُوْالْمَالِ" میں "ذُوْالْمَالِ" مرفوع ہے؟ جواب اس کا یہ دیا کہ "الرَّجُلُ" چونکہ مستقل مفرد معرفہ کی طرح نہیں ہے اس لئے معرب ہے اور معرب کے توابع لفظ کے تابع ہوتے ہیں اور لفظ "الرَّجُلُ" مرفوع ہے لہٰذا اس کا تابع بھی مرفوع ہو گا۔

"وقالوا یا اللہ خاصة" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ قاعدہ گزر چکا ہے کہ کوئی اسم معرف باللام ہو تو اس پر براہ راست حرف نداء داخل نہیں ہو سکتا لیکن یہ قاعدہ عام اسماء کے لیے ہے، اللہ اسم جلالت اس سے مستثنیٰ ہے اس پر بلاواسطہ حرف ندا "یَا" داخل ہو سکتا ہے اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ھا برائے تنبیہ ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات مبارکہ تنبیہ سے پاک ہے کیونکہ تنبیہ غافل کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ غفلت سے پاک ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اسم اشارہ کا استعمال کسی حسی چیز کے لئے ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم سے پاک ہے۔

"ولك فی مثل یاتیم تیم عدی الضم والنصب" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ ہر وہ جملہ جس میں منادی مفرد معرفہ صورۃً مکرر ہو اور اس کے بعد کوئی اسم مضاف الیہ بھی موجود ہو جیسے "یَاتَیْمُ تَیْمَ عَدِیٍّ" اس میں "تیم" منادی مفرد معرفہ ہے اور دوسرا "تیم، اس کی تاکید ہے اور اس کے بعد عَدِی مضاف الیہ ہے تو اس جیسی مثالوں میں پہلے اسم کو مضموم اور منصوب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ مرفوع تو اس وجہ سے پڑھ سکتے ہیں کہ یہ منادی مفرد معرفہ بن رہا ہے لہٰذا منادی مفرد معرفہ والا اعراب دیا جا سکتا ہے اور منصوب اس وجہ سے پڑھ سکتے ہیں کہ یہ منادی مضاف واقع ہو رہا ہے کیونکہ پہلا "تَیم" مؤکد اور دوسرا اس کی تاکید ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ تابع اور متبوع دونوں شیءواحد کے حکم میں ہوتے یں لہٰذا یہ دونوں بھی شیءواحد کے حکم میں ہو کر "عَدِیٍّ" کی طرف مضاف ہو رہے ہیں لہٰذا یہ منادی مضاف کی صورت بن رہی ہے اس لئے اسے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔

"والمضاف الی یاء المتکلم یجوز فیہ یاغلامی --الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ منادی جب یا متکلم کی طرف مضاف ہو گا تو اس کو چار طرح پڑھنا جائز ہے:

1:۔۔۔یا متکلم کے سکون کے ساتھ جیسے یَاغُلَامِیْ

2:۔۔۔یاء متکلم کے فتحہ کے ساتھ جیسے یَاغُلَامِیَ

3:۔۔۔کسرہ پر اکتفاء کر کے اور اس کو یاء متکلم کا قائمقام بنا کر خود یاء کو حذف کرنے کے ساتھ جیسے یَاغُلَامِ

4:۔۔۔یاء کوالف سے بدل کر ما قبل کسرہ کوالف کی مناسبت سے مفتوح کرنے کے ساتھ جیسے یَاغُلَامَا

مذکورہ چاروں صورتوں کے آخر میں ھاء برائے وقف لگانا بھی جائز ہے جیسے یَاغُلَامِیَہْ،یَاغُلَامَیَہْ،یَاغُلَامِہْ ویَاغُلَامَاہْ

"وقالوایاابی ویاامی"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ لفظ "اَبٌ" اور "اُمٌّ "کواگر یاء متکلم کی طرف مضاف کر دیاجائے توانہیں چھ طرح پڑھناجائزہے جن میں سے چارر تووہی ہیں جواوپر ذکر ہوئے جبکہ پانچواں طریقہ یہ ہے کہ یاء متکلم کو تاء کے ساتھ تبدیل کر کے اس پر فتحہ اور کسرہ دونوں اعراب پڑھے جاسکتے ہیں جیسے یَااَبَتِ ویَااَبَتَ اوریَااُمَّتِ ویَااُمَّتَ۔چھٹی صورت یہ بنتی ہے کہ تاء کے بعد الف زیادہ کر کے یَااِبْتَا اوریَااُمَّتَا پڑھ سکتے ہیں۔

"دون الیاء"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب یاء متکلم کوالف یاتاء کے ساتھ تبدیل کرلیاگیاہو توپھر دوبارہ ایسی یاء کوذکر کر کے یَااِبْتِی اوریَااُمَّتِی اوریَااُمَّتَای اوریَااِبْتَای پڑھناجائز نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں الف اور تاء ،اسی یاء متکلم کے عوض میں آئے ہیں لہٰذااگر آخر میں بھی یاء آجائے توعوض اور معوض کا جمع ہونالازم آئے گاجوناجائزہے۔

"ویاابن ام ویاابن عم خاصۃ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ لفظ "اِبْنٌ" جب "اُمٌّ "یا"عَمٌّ"کی طرف مضاف ہوتواس میں پانچ طریقے جائزہیں مذکورہ چاراورپانچواں طریقہ یہ ہے کہ چوتھی صورت میں جب یاء کوالف سے بدلاتواس کو حذف کر کے صرف فتحہ پراکتفاء کر کے پڑھناجائزہے جیسے یَااِبْنَ اُمَّ ویَااِبْنَ عَمَّ،آخر میں "خَاصَّۃً"کہہ کراس بات کی طرف اشارہ کر دیاکہ یہ خصوصیت صرف اُمٌّ اورعَمٌّ کے لئے ہے ان کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں ہے۔

متن: وَتَرْخِيمُ الْمُنَادىٰ جَائِزٌ وَفِي غَيْرِهِ ضَرُوْرَةً وَهُوَحَذْفٌ فِي آخِرِهِ تَخْفِيفًا وَشَرْطُهُ اَنْ لَّايَكُوْنَ مُضَافًا وَلَا مُسْتَغَاثًا وَلَا جُمْلَةً وَيَكُوْنُ اِمَّا عَلَمًا زَائِدًا عَلٰى ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ وَاِمَّا بِتَاءِ التَّانِيْثِ فَاِنْ كَانَ فِي آخِرِهِ زِيَادَتَانِ فِي حُكْمِ الْوَاحِدَةِ كَاَسْمَاءَ وَمَرْوَانَ اَوْحَرْفٌ صَحِيْحٌ قَبْلَهُ مَدَّةٌ وَهُوَاَكْثَرُمِنْ اَرْبَعَةِ اَحْرُفٍ حُذِفَتَا وَاِنْ كَانَ مُرَكَّبًا حُذِفَ الْاِسْمُ الْاَخِيْرُ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَحَرْفٌ وَاحِدٌ وَهُوَفِي حُكْمِ الثَّابِتِ عَلَى الْاَكْثَرِ فَيُقَالُ يَاحَارِ وَيَاثَمُوْ وَيَاكَرَو وَقَدْ يُجْعَلُ اِسْمًا بِرَأْسِهِ فَيُقَالُ يَاثَمِيْ وَيَاكَرَا

ترجمہ: اور ترخیم منادی جائز ہے اور غیر منادی میں ضرورۃ جائز ہے اور ترخیم اسم کے آخری حرف کو تخفیف کے لئے حذف کرنا ہے اوراس کی شرط یہ ہے کہ منادی مضاف نہ ہو اور نہ مستغاث ہو اور نہ جملہ ہو اور منادی یا تو ایسا علم ہو جو تین سے زائد ہو یا اس کے آخر میں تاء تانیث ہو، پس اگر اس کے آخر میں دو حروف زائد ہوں ایک کے حکم میں ہو جیسے اسماء اور مروان یا ایک حرف صحیح ہو اور اس سے پہلے مدہ ہو اس حال میں کہ وہ چار حرفوں سے زائد پر مشتمل ہو تو دونوں حرف حذف ہوں گے اور اگر مرکب ہو تو آخری اسم کو حذف کر دیا جائیگا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو صرف ایک حرف کو حذف کیا جائے گا اور وہ حذف شدہ حرف اکثر نحویوں کے نزدیک حرف ثابت کے حکم میں ہوا کرتا ہے پس کہا جائے گا یاحار و یاثمو و یاکرو، اور کبھی منادی مرخم کو مستقل اسم قرار دیا جاتا ہے پس کہا جائے گا یاحار و یاثمی و یاکرا

تشریح:

"وترخیم المنادی--الخ" کی وضاحت:

ترخیم کا لغوی معنی ہے نرمی اور آسانی کرنا، اصطلاح نحو میں اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کلمہ کو آسان بنانے کے لئے اس کے آخر سے ایک یا دو حرف یا ایک کلمہ کو حذف کر دینا جیسے حَارِثُ سے یَاحَارُ، اور عُثْمَانُ سے یَاعُثْمُ

منادی کا حکم:

منادی میں ترخیم مطلقا جائز ہے چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو، جبکہ غیر منادی میں بوقت ضرورت جائز ہے لیکن بلاضرورت جائز نہیں ہے۔

"وشرائطہ ان لایکون مضافا--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ترخیم منادی کی شرائط بیان فرمارہے ہیں جو درج ذیل ہے:

1:۔۔۔منادی کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف نہ ہو۔

2:۔۔۔منادی مستغاث نہ ہو۔

3:۔۔۔منادی ایسا جملہ نہ ہو جو کسی کا نام ہو۔

4:۔۔۔منادی ایسا علم ہو جو تین حروف سے زائد ہو۔

5:۔۔۔اگر کوئی کلمہ نہ تو کسی کا علم ہو اور نہ ہی زائد علی الثلاثہ ہو تو کم از کم اس کے آخر میں تاء تانیث ضرور ہو۔اور اس تاء تانیث کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ کسی صیغہ صفت میں نہ ہو جیسے فَاسِقَۃٌ،فَاجِرَۃٌ کیونکہ ان کی ترخیم کی صورت میں مذکر کے صیغہ کے ساتھ التباس واقع ہو گا۔

"فان کان فی آخرہ زیادتان--الخ" تک کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منادی کے آخر میں ترخیم کی صورتیں بیان فرمارہے ہیں چنانچہ،

اگر منادی میں دو حرف زائد ہوں لیکن وہ دونوں حرف ایک ہی زیادتی کے حکم میں ہوں مثلاً اس کے آخر میں الف اور نون زائد تان یا الف ممدودہ ہو جیسے "مَرْوَانُ" اور "اَسْمَاء" یا وہ ایسا زائد از چار حرفی اسم ہو جس کے آخر میں حرف صحیح ہو لیکن اس سے پہلے والا حرف صحیح نہ ہو بلکہ حرف مدہ ہوں تو ان صورتوں میں منادی میں ترخیم کر کے اس کے آخر سے دو حرفوں کو حذف کیا جائے گا جیسے "یَامَرْوَانُ" سے "یَامَرْوُ" اور "یَااَسْمَاءُ" سے "یَااَسْمُ" پڑھنا جائز ہے۔

"وفی حکم واحد" کا مطلب یہ ہے کہ جو دو حرف زائد ہوں وہ دونوں ایک حرفِ زائد کے حکم میں ہوں یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی اسم میں ان دونوں میں سے ایک ہو دوسرا نہ ہو بلکہ یا تو دونوں ایک ساتھ موجود ہونگے یا محذوف،یعنی ان دونوں کا ہونا نہ ہونا ایک ساتھ ہو گا۔

"وان کان مرکبا حذف الاسم الاخیر" کی وضاحت:

اور اگر منادی مرکب منع صرف یا مرکب بنائی ہو تو ان دونوں صورتوں میں دوسرے پورے کلمے کو حذف کر دیا جائے گا جیسے بَعْلَبَكّ سے یَا بَعْلُ، اور حَضَرمَوْت سے یَا حَضَرُ۔

"وان کان غیر ذالك" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی ایسی صورت ہو جو ماقبل صورتوں کے علاوہ ہو چاہے جیسی بھی ہو تو ایسے اسماء سے صرف ایک حرف کو حذف کر دیا جائے گا جیسے یَا حَارِثُ سے یَا حَارِ اور یَا شُعَیْبُ سے یَا شَعْی پڑھنا۔

"وھو فی حکم الثابت علی الاکثر" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منادی مرخم کا اعراب بیان فرمارہے ہیں جس میں نحویوں کے کے دو مذہب ہیں۔ جمہور نحویوں کے نزدیک ترخیم سے پہلے جس طرح کی حرکت تھی ویسی ہی اب بھی رہے گی یعنی یَا حَارِثُ کو ترخیم کے بعد کہا پڑھا جائے گا یَا حَارِ اور ثَمُوْدُ کو یَا ثَمُو پڑھا جائے گا۔

"وقد یجعل اسما برأسه" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ دوسرے مذہب کو بیان فرمارہے ہیں کہ بعض نحویوں کے نزدیک ترخیم کے بعد باقی حروف کو بھی مستقل اسم مانا جائے گا لہذا ترخیم سے پہلے جو اس کا اعراب تھا وہی اب بھی پڑھا جائے گا جیسے یَا حَارِثُ سے یَا حَارُ اور یَا ثَمُوْدُ سے یَا ثَمِیْ پڑھا جائے گا کیونکہ ثَمُوْدُ سے یَا ثَمُوْ بنا جس میں واؤ طرف میں واقع ہو رہی ہے اس وجہ سے یاء سے بدل گیا پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کر دیا پھر یدعو اور یرمی کے قاعدہ سے یاء کی حرکت کو گرا دیا تو بن گیا یَا ثَمِیْ۔ اور یَا کَرَوَانِ کو یَا کَرَا پڑھا جائے گا کیونکہ کرو کو ماقبل مفتوح ہونے کے قَالَ اور بَاعَ کے قاعدہ سے واؤ کو الف سے بدل دیا۔

متن: وَقَدِاسْتَعْمَلُوْا صِيْغَةَ النِّدَاءِ فِي الْمَنْدُوْبِ وَهُوَ الْمُتَفَجَّعُ عَلَيْهِ بِيَا أَوْوَا وَاخْتُصَّ بِوَا وَحُكْمُهُ فِي الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ حُكْمُ الْمُنَادىٰ وَلَكَ زِيَادَةُ الْاَلِفِ فِي آخِرِهِ فَاِنْ خِفْتَ اللُّبْسَ قُلْتَ وَاغُلَامَكِيْهِ وَاغُلَامَكُمُوْهُ وَلَكَ الْهَاءُ فِي الْوَقْفِ وَلَايُنْدَبُ اِلَّا الْمَعْرُوْفُ فَلَايُقَالُ وَارَجُلَاهُ وَامْتَنَعَ وَازَيْدُ الطَّوِيْلَاهُ خِلَافًا لِيُوْنُسَ

ترجمہ: اوراہل عرب نے نداء کے صیغہ کو مندوب میں استعمال کیاہے اوروہ نام ہے اس چیز کا جس پر دردمندی سے رویا جائے یاءیاوا کے ساتھ، اور مندوب کے ساتھ وا کو خاص کیا گیاہے اوراعراب وبناء میں اس کا حکم منادی کے حکم کی طرح ہے اورآپ کے لئے جائز ہے کہ اس کے آخر میں الف کی زیادتی کر دیں۔اوراگر آپ کو التباس کا خوف ہو تو آپ کہیں گے واغلامکیہ، واغلامکموہ۔اورآپ کے لئے حالت وقف میں ھاء کی زیادتی بھی جائز ہے۔اور مندوب صرف معروف پر ہی ہوتا ہے پس وارجلاہ نہیں کہا جائے گا اور وازیدالطویلاہ کہنا ممنوع ہے بخلاف امام یونس کے۔

تشریح:

"وقداستعملوا صیغۃ النداء فی المندوب--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان مندوب کی تعریف بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید اہل عرب کی عادت بیان فرمارہے ہیں کہ وہ حرف نداءیا کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں۔مندوب کی منادی کے ساتھ مناسبت بیان کرنے کے بعد مصنف علیہ الرحمہ مندوب کی تعریف بیان فرمارہے ہیں۔مندوب کا لغوی معنی ہے وہ میت جس کی خوبیوں کو یاد کرکے دردمندی سے رویا جائے، جبکہ نحویوں کے نزدیک مندوب وہ ہے جس پر یا اور وا کے ساتھ دردمندی سے رویا جائے جیسے وَاحَسْرَتَاہ۔

"**واختص بوا**" سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ وا صرف مندوب کے ساتھ خاص ہے جبکہ یا مندوب اور منادی دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

"وحکمہ فی البناء والاعراب حکم المنادی" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مندوب کے مبنی اور معرب ہونے کے اعتبار سے اوراعراب کے اعتبار سے حکم بیان فرمارہے ہیں اوروہ یہ ہے کہ مندوب کا حکم وہی ہے جو منادی کا ہےیعنی جب یہ مفرد معرفہ ہو گا تو اس کا اعراب منادی کی طرح مبنی بر رفع ہو گا اوراضافت کی صورت میں منصوب ہو گا وغیرہ۔

"ولك زيادة الالف فی آخره" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مندوب کے استعمال کا طریقہ بیان فرمارہے ہیں کہ مندوب کے آخر میں الف بھی لایا جاسکتا ہے جیسے "یَازَیْدُ" سے "یَازَیْدَاهْ"۔اوراگر الف کا اضافہ کرنے کی صورت میں کسی دوسرے صیغہ سے التباس لازم آرہاہوتواس وقت الف کا اضافہ نہیں کرینگے جیسے کسی واحد مؤنثہ مخاطبہ کا غلام فوت ہو جائے اور کسی نے اس پر ندبہ کرنا ہو تو کہے گاوَاغُلَامَكِ،یَاغُلَامَكِ،لیکن اگر اس کے آخر میں الف بڑھاکر اس کے بعد ھاء وقف بھی لگادی جائے تو"وَاغُلَامَکَاه "بن جائے گا اور یہی صورت بعینہ اس وقت بھی بن جائے گی جب واحد مذکر حاضر کے غلام پر اسی طرح ندبہ کرنا ہو لہٰذا اس التباس سے بچنے کے لئے اس کے آخر میں الف کے بجائے یاء ساکنہ کا اضافہ کردینگے یعنی اسے یوں پڑھیں گے "یَاغُلَامَكِیْه"۔اور جمع مذکر حاضر کے غلام پر ندبہ کرناہوتواس کے آخر میں الف لگادیاتو "وَاغُلَامَكُمْ" سے "وَاغُلَامَكُمَاه" بن جائے گا جو کہ تثنیہ مذکر حاضر کے ساتھ ملتبس ہورہاہے لہٰذا اس التباس سے بچنے کے لئے اس کے آخر میں واؤاوراس کے بعد ھاء برائے وقف لگاکر پڑھیں گے یعنی وَاغُلَامَكُمُوْه۔

"ولا یندب الا المعروف" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ ندبہ صرف معروف شخص پر کیا جاسکتا ہے کسی مجہول اورامعلوم شخص پر نہیں کیا جاسکتا لہٰذا "وَارَجُلَاه "کہنا درست نہیں ہے۔

"وامتنع وازید الطویلاه" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر موصوف پر ندبہ کرناہو تو اس کے آخر میں الف اور ھاء لانا جائز ہے لیکن اس کی صفت کے آخر میں یہ دونوں نہیں لاسکتے لہٰذا "وَازَیْدُالطَّوِیْلُ" کہنا تو درست ہے لیکن " وَازَیْدُالطَّوِیْلَاهُ"

کہنا درست نہیں ہے۔ یہ مذہب جمہور کا ہے جبکہ امام یونس کہتے ہیں کہ الف اور ھاء دونوں صفت کے آخر میں بھی لائے جاسکتے ہیں کیونکہ جب مضاف مندوب ہو تو مضاف الیہ کے ساتھ الف اور ھاء دونوں لگائے جاسکتے ہیں باوجودیکہ مضاف اور مضاف الیہ ایک دوسرے کا غیر ہوتے ہیں، جبکہ موصوف اور صفت جو دونوں ذات واحد ہیں لہٰذا اس کی صفت پر الف یا ھاء کا لگانا تو بدرجہ اولی جائز ہونا چاہیے ان کے نزدیک جیسے "وَاغُلَامَكَاهُ" جائز ہے اسی طرح "وَازَيْدُ الطَّوِيْلَاهُ" بھی جائز ہے۔

متن: وَيَجُوْزُ حَذْفُ حَرْفِ النِّدَاءِ إِلَّا مَعَ إِسْمِ الْجِنْسِ وَالْإِشَارَةِ وَالْمُسْتَغَاثِ وَالْمَنْدُوْبِ نَحْوُ "يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا" وَأَيُّهَا الرَّجُلُ "وَشَذَّ أَصْبِحْ لَيْلُ وَافْتَدِ مَخْنُوْقُ وَأَطْرِقْ كَرَا وَقَدْ يُحْذَفُ الْمُنَادىٰ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا مِثْلُ أَلَا يَا اسْجُدُوْا

ترجمہ: اور حرف نداء کا حذف کرنا جائز ہے مگر اسم جنس اور اسم اشارہ اور مستغاث اور مندوب سے، جیسے یوسف اعرض عن ھذا" اور ایہا الرجل اور اصبح لیل، افتد مخنوق اور اطرق کرا شاذ ہے۔ اور کبھی جوازی طور پر منادی کو کسی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الا یا اسجدوا۔

تشریح:

"ویجوز حذف حرف النداء" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر منادی میں کوئی قرینہ پایا جائے تو حرف نداء کو حذف کرنا جائز ہے جیسے "يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا" یہاں قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے "یا" حرف نداء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ قرینہ یہ ہے کہ اگر "یوسف" سے پہلے "یا" حرف ندا کو محذوف نہ مانا جائے تو "یوسف" کو مبتدا بنانا پڑتا اور مبتدا اپنے لیے خبر کو چاہتا ہے اور یہاں "اعرض عن ھذا" کے علاوہ کوئی اور کلمہ نہیں ہے جسے اس کی خبر بنایا جائے اور نہ ہی "اعرض عن ھذا" خبر بن سکتا ہے کیونکہ یہ جملہ انشائیہ ہے اور خبر کے لئے جملہ خبریہ ہونا ضروری ہے۔ اور اگر حرف نداء محذوف مانا جائے تو کوئی خرابی لازم نہیں آے گی کیونکہ دونوں جملہ انشائیہ بن جائیں گے۔ اسی طرح "ایہا الرجل" میں بھی قرینہ موجود ہے وہ

یہ کہ معرف باللام پر "ایھا" تب داخل کیا جاتا ہے جبکہ اس پر "یا" حرف نداء پہلے سے داخل ہو جبکہ یہاں تو کوئی حرف نداء نظر نہیں آرہا اور پھر بھی "ایھا" اس پر داخل ہے تو لازمی طور پر یہ ماننا پڑے گا کہ یہاں حرف نداء محذوف ہو گا۔

"الامع اسم الجنس والاشارۃ والمستغاث والمندوب" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ قاعدہ سے چار چیزیں مستثنیٰ کر رہے ہیں:

1,2:۔۔۔اسم جنس اور اسم اشارہ کو منادی بنا کر اس سے حرف نداء کو حذف نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسم علم عام طور پر منادی بنتا رہتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں اسم جنس اور اسم اشارہ بہت کم منادی بنتے ہیں لہٰذا اس کے قلیل الاستعمال ہونے کے باوجود اگر حرف نداء کو بھی حذف کیا جائے تو دیکھنے والا اسی طرح اسم جنس کو نکرہ اور اسم اشارہ کو اسم اشارہ ہی سمجھے گا جیسے "یا رجل" اور "یا ھذا" سے "یا" حرف نداء کو حذف کر کے رجل اور ھذا ہی رہ جائینگے جن کا پتہ نہیں چلے گا کہ یہ منادی ہیں یا نکرہ، اس لئے ان دونوں موقعوں پر حرف نداء کا ذکر کرنا ضروری ہو گا تا کہ خرابی لازم نہ آئے۔

3,4:۔۔۔منادی مستغاث اور مندوب سے بھی حرف نداء کا حذف کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ان دونوں میں درازی صوت یعنی آواز بڑھانا مقصود ہوتا ہے اور درازی صوت منادی کی صورت میں ہو سکتا ہے لیکن حرف نداء کو اگر حذف کر دیا جائے تو وہ منادی نہیں رہے گا اور منادی نہ رہنے کی صورت می درازی صوت نہیں رہے گی اور درازی صوت نہ رہنے کی صورت میں وہ مستغاث اور مندوب ہی نہیں رہیں گے لہٰذا جو اصل مقصود ہے وہ فوت ہو جائے گا۔

"وشذ اصبح لیل وافتد مخنوق واطرق کرا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک اشکال کا جواب دے رہے ہیں اشکال یہ ہے کہ ابھی قاعدہ گزرا کہ اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کرنا جائز نہیں ہے جبکہ ہم آپ کو چند مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں اسم جنس سے حرف نداء کو حذف کیا گیا ہے وہ مثالیں یہ ہیں "اصبح لیل، افتد مخنوق اور اطرق کرا" یہ کیسے جائز ہو گیا؟

مصنف علیہ الرحمہ ان سب مثالوں ایک ہی جواب دیا اور وہ یہ کہ جو مثالیں آپ نے پیش کی ہیں وہ سب شاذ ہیں۔

"وقد یحذف المنادی لقیام قرینۃ جوازا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ کبھی قرینہ کے پائے جانے کی وجہ سے منادی کو حذف کردیا جاتا ہے جیسے "اَلَایَااسْجُدُوْا" یہ اصل میں "اَلَایَاقَوْمِ اسجدوا" تھا۔"قوم "منادی تھا اسے جوازاحذف کیا کیونکہ اس کے حذف کرنے کے بعد "الااسجدوا" اسکے حذف دلالت کررہاہے کیونکہ حرف نداء کبھی فعل پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں ہو رہا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ منادی محذوف ہے۔

متن:وَالثَّالِثُ مَااُضْمِرَعَامِلُهُ عَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِوَهُوَكُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْشِبْهُهُ مُشْتَغِلٌ عَنْهُ بِضَمِيْرِهِ اَوْمُتَعَلِّقِهِ لَوْسُلِّطَ عَلَيْهِ هُوَاَوْمُنَاسِبُهُ لَنَصَبَهُ مِثْلُ زَيْدًاضَرَبْتُهُ وَزَيْدًامَرَرْتُ بِهِ وَزَيْدًاضَرَبْتُ غُلَامَهُ وَزَيْدًاحَسِبْتُ عَلَيْهِ يُنْصَبُ بِفِعْلٍ مُضْمَرٍيُفَسِّرُهُ مَابَعْدَهٗ اَیْ ضَرَبْتُ وَجَاوَزْتُ وَاَهَنْتُ وَلَابَسْتُ

ترجمہ:اورتیسراوہ اسم ہے جس کے عامل کوتفسیر کی شرط پرمقدرکردیاگیاہواوروہ(یعنی جس کے عامل کو مقدر کیا گیاہو)ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یاشبہ فعل ہواوروہ فعل یاشبہ فعل اس اسم کواعراب دینے سے اعراض کررہاہواس لئے کہ وہ یاتواس کی ضمیر کو عمل دے رہاہو یااس کے متعلق کو،اگرفعل یاشبہ فعل کوخودیااس کے مناسب کسی فعل کوما اضمر عاملہ پرداخل کیاجائے تووہ یقینااس کو نصب دے گا جیسے زیدا ضربتہ وزیدامررت بہ وزیدا ضربت غلامہ وزیدا حسبت علیہ اور نصب دیاجائے گااس اسم کوایسے فعل مقدرکے ذریعے جس کامابعداس کی تفسیرکرے یعنی ضربت وجاوزت واھنت ولابست

تشریح:

"والثالث مااضمرعاملہ علی شریطۃ التفسیر--الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول بہ کے فعل کووجوبی طورحذف کرنے کاتیسرامقام بیان فرمارہے ہیں چنانچہ مصنف علیہ الرحمہ نے مااضمر عاملہ کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ مااضمر عاملہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یاشبہ فعل ہولیکن فی الحال وہ مذکوراسم میں کوئی عمل نہیں کررہا،اس لئے کہ وہ فعل یاشبہ فعل یاتومذکوراسم کی ضمیر میں عمل کررہاہو گایااس کے متعلق

میں، لیکن وہی فعل یا شبہ فعل یا اس کا مناسب فعل ایسا ہو کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی ما اضمر عاملہ کے شروع میں لگا کر براہ راست اس کا عامل بنادیا جائے تو ان میں سے ہر ایک اس کو اپنا معمول یعنی مفعول بہ بنا کر نصب دے سکتا ہو۔ جیسے زَیْدًا ضَرَبْتُہٗ یہ اصل میں ضَرَبْتُ زَیْدًا ضَرَبْتُہٗ تھا اس میں زَیْدًا وہ اسم ہے جس کے فعل عامل کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے لئے لگائی گئی شرط بھی موجود ہے کہ اس کے بعد جو ضَرَبْتُ فعل ہے یہ اس حذف شدہ فعل کی تفسیر کر رہا ہے اور فی الحال زَیْدًا میں عمل اس لئے نہیں کر رہا کہ یہ اسی زَیْد کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو عمل دے رہا ہے لیکن اگر اس کو اس ضمیر سے فاررغ کر کے زَیْدًا کے شروع میں لگادیا جائے تو یہ اس کو بھی اپنا معمول بنا کر نصب دے سکتا ہے جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا، ایسے موقع پر مفعول بہ کو حذف کرنا اس لئے واجب ہے کہ حذف نہ کرنے کی صورت میں مفسر اور مفسر کا جمع ہونا لازم نہ آئے۔

زَیْدًا مَرَرْتُ بِہٖ: یہ اصل میں جَاوَزْتُ زَیْدًا مَرَرْتُ بِہٖ تھا، جاوزت فعل کو حذف کر کے مَرَرْتُ بِہٖ کے ذریعے اس کی تفسیر بیان کی گئی اور اس نے زید کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں عمل کیا ہے اب اگر اس کے مناسب فعل جَاوَزْتُ کو اسی ما اضمر عاملہ یعنی زَیْدًا کے شروع میں لگادیا جائے تو یہ اس کو نصب دے گا جیسے جَاوَزْتُ زَیْدًا، یہاں براہ راست مَرَرْتُ کو مسلط نہیں کر سکتے اس لئے کہ مَرَرْتُ کو یا تو حرف جر کے ساتھ مسلط کرینگے یا بغیر حرف جر کے، اگر حرف جر کے ساتھ مسلط کرینگے تو وہ مفعول بہ کا تقاضا تو کرے گا لیکن اس کو نصب نہیں دے سکے گا کیونکہ وہ تو اسی باء حرف جر کی وجہ سے مجرور ہو گا اور اگر باء کے بغیر مسلط کرینگے تو پھر مَرَرْتُ فعل لازم ہے جو کہ مفعول بہ کا محتاج نہیں ہے لہٰذا جب دونوں صورتوں میں اس کو نصب نہیں دے سکتا تو لازمی طور پر اس کا فعل مناسب نکالنا پڑے گا تا کہ وہ اس کو نصب دے سکے اور وہ ہے جَاوَزْتُ زَیْدًا اَیْ مَرَرْتُ بِہٖ۔

زَیْدًا ضَرَبْتُ غُلَامَہٗ:

اس مثال میں بعد والا فعل مفعول بہ کے متعلق یعنی غُلَام میں عمل کر رہا ہے اس کو اگر ما قبل والے اسم پر داخل کر دیا جائے تو یہ اس کو بھی نصب دے گا مثلاً ضَرَبْتُ زَیْدًا، لیکن فی الحال اس میں عمل اس لئے نہیں کر رہا کہ یہ اس کے متعلق یعنی غُلَامَہٗ کے ساتھ عمل میں مشغول ہے اور اس کو نصب دے رہا ہے۔

زَیْدًا حَسِبْتُ عَلَیْہِ:

یہ اصل میں اس اسم کی مثال ہے جس کے بعد والا فعل اس اسم کی ضمیر میں عمل کر رہا ہو اور بعینہ اسی فعل کو ما قبل والے اسم پر مسلط نہیں کر سکتے اس لئے اس کو یا تو عَلٰی حرف جر کے ساتھ مسلط کیا جائے گا یا اس کے بغیر، اگر اس کے ساتھ ہی مسلط کیا جائے گا تو یہ اس کو نصب کے بجائے جر دے گا اور اگر اس کے بغیر مسلط کیا جائے تو یہ اس کو نائب فاعل ہونے کی وجہ سے رفع دے گا تو یہاں بھی اس کے مناسب اور ہم معنی فعل لَابَسْتُ کو اس پر مسلط کر دینگے تو یہ اس کو نصب دے گا جیسے لَابَسْتُ زَیْدًا اَیْ حَسِبْتُ عَلَیْہِ

"وینصب بفعل مضمر یفسرہ ما بعدہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ما اضمر عاملہ کا اعراب بیان فرما رہے ہیں کہ یہ منصوب ہو گا اور عامل ناصب اس کا وہ تقدیری فعل ہو گا جس کی تفسیر ما بعد والا فعل کر رہا ہو جیسے پہلی مثال میں فعل مقدر ضَرَبْتُ اور دوسری میں جَاوَزْتُ اور تیسری میں اَھَنْتُ اور چوتھی میں لَابَسْتُ ہے۔

متن: وَيُخْتَارُ الرَّفْعُ بِالْاِبْتِدَاءِ عِنْدَ عَدَمِ قَرِيْنَةٍ خِلَافُهُ اَوْ عِنْدَ وُجُوْدِ اَقْوٰى مِنْهَا كَاَمَّا مَعَ غَيْرِ الطَّلَبِ وَاِذَا لِلْمُفَاجَاةِ وَيُخْتَارُ النَّصْبُ بِالْعَطْفِ عَلٰى جُمْلَةٍ فِعْلِيَّةٍ لِلتَّنَاسُبِ وَبَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَاِذَا الشَّرْطِيَّةُ وَحَيْثُ وَفِي الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ اِذْ هِيَ مَوَاقِعُ الْفِعْلِ وَعِنْدَ خَوْفِ لُبْسِ الْمُفَسِّرِ بِالصِّفَةِ مِثْلُ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ وَيَسْتَوِي الْاَمْرَانِ فِي مِثْلِ زَيْدٌ قَامَ وَعَمْرًا اَكْرَمْتُهُ

ترجمہ: اور رفع ابتداء کی وجہ سے مختار ہے جب اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو یا جب اس سے کوئی قوی قرینہ پایا جائے جیسے اما جب جمہ انشائیہ کے ساتھ نہ ہو اور اذا مفاجات کے بعد ہو۔ اور نص مختار ہے جملہ فعلیہ پر عطف کی وجہ سے تناسب کے

لئے، اور حرف نفی اوراستفہام اوراذاشرطیہ اور حیث کے بعد اورامرونہی میں، اس لئے کہ یہ فعل کے مقامات ہیں اور جب مفسر کا صفت کے ساتھ التباس کا خوف ہو جیسے انا کل شیء خلقناہ بقدر، اورزید قام وعمرواکرمتہ جیسے مثالوں میں دونوں امر جائز ہے۔

تشریح:

"ویختار الرفع--الخ" کی وضاحت:

کلام عرب میں تین مقامات ایسے ہیں جہاں اسم پر رفع پڑھنا اولی ہے وہ یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں:

1:۔۔۔ کوئی اسم مبتدا واقع ہو رہا ہو اور مااضمر عاملہ کے قبیل سے بھی بن رہا ہو اور دونوں قبیل سے ہونے پر باقاعدہ قرائن بھی موجود ہوں لیکن مااضمر عاملہ والا قرینہ یا تو نسبتا کمزور ہو یا زیادہ سے زیادہ مرفوع پڑھنے والے قرینے کے مساوی ہو تو ایسے موقع پر اس کو مرفوع پڑھنا اولی ہوگا جیسے زَیْدٌ ضَرَبْتُہُ، اس کو مرفوع اور منصوب پڑھنا دونوں طرح درست ہے مرفوع کی صورت میں زید کو مبتدا بنادینگے اور منصوب کی صورت میں اس کو مااضمر عاملہ کے قبیل سے مان لیں گے لیکن منصوب پڑھنے میں چونکہ ضَرَبْتُ فعل کا حذف لازم آتا ہے اور مرفوع پڑھنے میں کو حذف لازم نہیں آتا اس لئے مرفوع پڑھنا اولی اور بہتر ہوا۔

2:۔۔۔ کسی جملے میں اس اسم کے مرفوع اور منصوب پڑھنے کے قرائن بھی پائے جاتے ہوں اور دونوں میں سے ہر ایک کے قرینے کے لئے وجہ ترجیح بھی حاصل ہو لیکن دونوں میں سے رفع کی ترجیح اقوی ہو تو ایسے موقع پر بھی اس کو مرفوع پڑھنا مختار ہوگا۔ جیسے کوئی ایسا اسم ہو جس کے شروع میں اَمَّا ہو اور اس کے بعد جملہ خبریہ ہو انشائیہ نہ ہو تو ایسے اسم کو مرفوع پڑھا جائے گا جیسے لَقِیْتُ الْقَوْمَ وَاَمَّا زَیْدٌ فَاَکْرَمْتُہُ، یہاں زَیْد، اِمَّا کے بعد آیا ہے اس کو منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے اور ہر ایک کے لئے قرینہ مصححہ اور مرجحہ موجود ہے۔

منصوب پڑھنے کا قرینہ مصححہ یہ ہے کہ اس کو مااضمر عاملہ کے قبیل سے مان کر بعد والے فعل کو اس کے لئے تفسیر بنادی جائے۔ اور قرینہ مرجحہ یہ ہے کہ منصوب پڑھنے کی صورت میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مناسبت پیدا ہو جائیگی وہ اس طرح کہ یہ دونوں جملہ فعلیہ بن جائینگے اور اَکْرَمْتُ فعل کا عطف لَقِیْتُ فعل پر اور زَیْدًا اسم کا عطف الْقَوْمَ اسم

پر ہو جائے گا اور تقدیری عبارت یوں ہو گی لَقِيْتُ الْقَوْمَ وَاَمَّا اَكْرَمْتُ زَيْدًا فَاَكْرَمْتُهُ، تو جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر اور جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر آجائے گا۔

مرفوع پڑھنے کے لئے بھی دونوں قسم کے قرینے موجود ہیں، قرینہ مصححہ یہ ہے کہ زَيْد اسم علم ابتداء میں واقع ہوا ہے اور اس سے پہلے کوئی عامل لفظی موجود نہیں ہے، لہٰذا اس کو مبتداء بنا کر مرفوع پڑھا جائے۔ قرینہ مرجحہ یہ ہے کہ امّا کے بعد اکثر مبتداء آتا ہے اور چونکہ مرفوع ہوتا ہے اس لئے یہ بھی مرفوع ہو گا۔ دونوں قرائن کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوا کہ مرفوع پڑھنا یہ قوی ہے اس لئے کہ منصوب پڑھنے کی صورت میں صرف معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مطابقت مطلوبہ حاصل ہو جائیگی جبکہ اس کے مقابلے میں اس کا برعکس بھی جائز ہے کیونکہ کلام عرب میں اس کی کافی مثالیں مل سکتی ہیں اور اس صورت میں فعل کو بھی محذوف ماننا پڑ رہا ہے جبکہ عدم حذف، حذف سے اولیٰ ہے۔ مرفوع پڑھنے سے دو چیزیں حاصل ہو جاتی ہیں: ایک یہ کہ اما کے بعد کبھی فعل نہیں آتا بلکہ اسم ہی آتا ہے جیسا کہ موجودہ صورت میں ہے اور دوسری صورت میں کسی چیز کا حذف کرنا لازم نہیں آتا بلکہ جملے میں اس کے کل اجزاء موجود ہوتے ہیں تو رفع کے قرائن قوی ہو گئے اس لئے اس کا مرفوع پڑھنا ہی مختار ہے جیسے لَقِيْتُ الْقَوْمَ وَاَمَّا زَيْدٌ فَاَكْرَمْتُهُ۔

3:۔۔۔جب کوئی اسم اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو تو بھی اس کو منصوب و مرفوع دونوں طرح پڑھنا جائز ہے لیکن رفع کے قرائن اقوی ہونے کی وجہ سے مرفوع پڑھنا اولیٰ ہے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا زَيْدٌ يَضْرِبُهُ عَمْرٌو، اس مثال میں زَيْد کے منصوب پڑھنے کا قرینہ مصححہ یہ ہے کہ زَيْد کو ما اضمر عاملہ کے قبیل سے مان کر بعد والے يَضْرِبُهُ فعل کو اس کے لئے تفسیر بنا دی جائے۔ اور قرینہ مرجحہ یہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مطابقت مطلوبہ حاصل ہو جائیگی یعنی جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر اور جملہ اسمیہ پر آجائے گا۔

اور زَيْد کو مرفوع پڑھنے کے لئے قرینہ مرجحہ یہ ہے کہ زید عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور دوسرا یہ کہ اس پر اذا مفاجاتیہ داخل ہے تو ان دونوں وجہوں سے اس کو مرفوع پڑھا جا سکتا ہے۔ اور قرینہ مرجحہ یہ ہے کہ اذا مفاجاتیہ اسم پر ہی داخل ہوتا ہے فعل پر کبھی داخل نہیں ہوتا، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نصب کی صورت میں فعل کا حذف کرنا لازم آتا ہے جبکہ مرفوع پڑھنے کی صورت میں کوئی حذف لازم نہیں آتا، لہٰذا مرفوع پڑھنے کے قرائن اقوی ہو گئے اس لئے اس کو مرفوع ہی پڑھنا اولی ہو گا۔

"ويختار النصب بالعطف على جملة فعلية" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نصب مختار کی آٹھ صورتیں بیان فرمارہے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1:۔۔۔جس جملے میں ما اضمر عاملہ والا اسم واقع ہو اور اس کا عطف ماقبل میں جملہ فعلیہ پر پڑرہا ہو تو ایسی صورت میں اس پر نصب کا پڑھنا مختار ہو گا تاکہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مناسبت پیدا ہو جائے یعنی جملہ فعلیہ پر آجائے گا جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا وَعَمْرًوا اَکْرَمْتُہُ۔

2,3,4:۔۔۔ما اضمر عاملہ حرف نفی یا حرف استفہام یا اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو تو بھی رفع نصب دونوں جائز ہونگے لیکن دونوں میں سے نصب اولیٰ ہو گا کیونکہ تینوں میں سے ہر ایک فعل پر ہی داخل ہوتا ہے لیکن یہاں تینوں اسم پر داخل ہو گئے ہیں، جس سے معلوم ہورہاہے کہ یہاں کوئی فعل محذوف ہو گا اور اسی کی وجہ سے مذکورہ اسم مفعولیت کی بناپر منصوب ہو گا جیسے مَازَیْدًا ضَرَبْتُہُ، یہ اصل میں مَاضَرَبْتُ زَیْدًا تھا۔ضَرَبْتُ فعل کو حذف کرکے اس کی تفسیر بعد میں ذکر کی گئی ہے اسی طرح أَزَیْدًا ضَرَبْتَہُ، اصل میں أَضَرَبْتَ زَیْدًا ضَرَبْتَہُ تھا اور اِذَازَیْدًا ضَرَبْتَہُ اَضْرِبُکَ، اس کی اصل عبارت یوں تھی اِذَاضَرَبْتَ زَیْدًا اَضْرِبُکَ۔

5:۔۔۔ما اضمر عاملہ اگر حیث کے بعد واقع ہو تو بھی نصب مختار ہو گا کیونکہ حیث شرط کے معنی کو متضمن ہے اور حرف شرط فعل پر داخل ہوا کرتا ہے جیسے حَیْثُ زَیْدًا تَجِدُہُ اَکْرِمْہُ، یہ اصل میں حَیْثُ تَجِدُ اَکْرِمْہُ تھا۔

6,7:۔۔۔ما اضمر عاملہ کے بعد امر نہی کا کوئی صیغہ واقع ہو تو بھی اس پر نصب پڑھنا اولیٰ ہو گا کیونکہ اگر اس کو منصوب پڑھنے کے بجائے مرفوع پڑھا جائے تو لازمی طور پر مبتدا ہونے کی وجہ سے اس کو مرفوع کہا جائے گا اور یہ صحیح نہیں ہو گا کیونکہ مبتدا اپنے لئے خبر چاہے گا جبکہ ہمارے پاس صیغہ امر اور نہی کے علاوہ دیگر کوئی کلمہ نہیں ہے کہ جسے خبر بنادی جائے اور یہ دونوں جملہ انشائیہ ہونے کی وجہ سے خبر نہیں بن سکتے لہٰذا یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس کو مبتدا نہیں بنایا جاسکتا بلکہ اس کو ما اضمر عاملہ بناکر منصوب ہی پڑھا جائے گا جیسے زَیْدًا اَضْرِبْہُ وَعَمْرًوا لَاتَضْرِبْہُ، یہ اصل میں اَضْرِبْ زَیْدًا وَلَاتَضْرِبْ عَمْرًوا تھا۔

اعتراض: ابھی آپ نے منصوب پڑھنے کی جو وجہ بتائی ہے اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ منصوب پڑھنا اولیٰ نہیں بلکہ واجب ہے کیونکہ اس کو مبتدا تو بنا جاسکتا نہیں اس لئے کہ وہ اپنے لئے خبر کا تقاضا کرے گا حالانکہ امر اور نہی اس کے لئے

خبر نہیں بن سکتے، لہٰذا جب اس کے مرفوع پڑھنے کی ایک ہی صورت تھی اور وہ بھی محال ہے تولازمی طور پر اس کا منصوب پڑھنا ہی واجب ہو گا۔

جواب: آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن امر اور نہی کا بلاواسطہ خبر بنناصحیح نہیں ہے اور اگر اس میں تاویل کرلی جائے پھر ان کو خبر بنایا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے مثلاً اگر زَیْدًا اَضْرِبْهُ کو زَیْدٌ مَقُوْلٌ فِي حَقِّهِ اَضْرِبُ کی تاویل میں اور عَمْرًو الَاتَضْرِبْهُ کو عَمْرٌو مَقُوْلٌ فِي حَقِّهِ لَاتَضْرِبْ کی تاویل میں لئے جائیں تو ان کو خبر اور مااضمر عاملہ کو مبتدا بنا کر مرفوع پڑھنا جائز ہے۔

8:۔۔۔مرفوع پڑھنے کی صورت میں کسی جگہ مفسّر کا صفت کے ساتھ التباس لازم آرہا ہو تو بھی التباس سے بچنے کے لئے اسے منصوب پڑھنا اولیٰ ہو گا جیسے "اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ" یہاں کُلّ شَیْءٍ میں تین احتمال ہیں:

(۱)۔۔۔ان مخففہ من الثقلہ حرف از حرف مشبہ بالفعل "نَا"ضمیر منصوب متصل اس کا اسم "کُلّ" مضاف "شَیْء" مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول بہ ہوا "خَلَقْنَاهُ" فعل محذوف کے لئے، "خلقنا" فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر "اِنَّ" کی خبر، "اِنَّ" اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ بن گیا۔اس کے بعد مذکورہ "خَلَقْنَا" میں "خَلَقَ" فعل "نَا" ضمیر مرفوع متصل اس کا فاعل، "ھا" ضمیر اس کے لئے مفعول بہ راجع ہے "کُلّ شَیْءٍ" کی طرف، "بقدر" میں "باء" حرف جار اور "قدر" مجرور، جار اپنے مجرور سے مل کر متعلق ہوا خَلَقْنَا فعل کے ساتھ خَلَقْنَا فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ مفسِّرہ ہوا۔

(۲)۔۔۔کُلُّ شَیْءٍ مرفوع پڑھا جائے تو دو ترکیبیں بن سکتی ہیں: ایک یہ کہ "کُلّ شَیْءٍ" کو مبتداء بنایا جائے اور "خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ" پورے جملے کو اس کے لئے خبر، پھر مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر ان کے لئے خبر، ان اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو جائے گا۔

(۳)۔۔۔مرفوع پڑھنے کی صورت میں دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ "کُلّ" مضاف، "شَیْءٍ" موصوف اور "خَلَقْنَاهُ" جملہ فعلیہ اس کی صفت، موصوف اپنی صفت سے مل کر مضاف الیہ ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مبتداء

اور بِقَدَرٍ جار مجرور اپنے متعلق سے مل کر مبتداء کے لئے خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر ان کے لئے خبر، اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو جائے گا۔

اب اگر کُلَّ شَیْءٍ کو منصوب پڑھا جائے جیسا کہ پہلی ترکیب میں بنایا گیا ہے تو معنی صحیح بنتا ہے اور اگر مرفوع پڑھا جائے اور بعد والے پورے جملے کو خبر بنایا جائے تو بھی معنی صحیح بنتا ہے جیسا کہ دوسری ترکیب میں بتایا گیا لیکن اگر مرفوع پڑھنے کی صورت میں خَلَقْنَاهُ کو صفت اور اس کے بعد صرف بِقَدَرٍ خبر بنادی جائے تو معنی صحیح نہیں بنے گا کیونکہ اس صورت میں معنی یہ بنے گا: کہ یقیناً ہر ایسی چیز جو ہم نے بنائی ہے وہ اپنے اندازے سے بنائی ہے۔ اس سے اگر چہ یہ تو معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بنائی ہوئی چیز اندازے سے ہے لیکن یہ معلوم نہیں ہو رہا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔ اب اگر "کُلَّ شَیْءٍ" کو مرفوع پڑھیں تو اس میں بھی اگر چہ ایک ترکیب صحیح تو ہے لیکن دوسری ترکیب جس کا معنی بالکل غلط بنتا ہے اس کے ساتھ اس کا التباس لازم آئے گا لہٰذا اس پر نصب پڑھنا اولیٰ ہے تا کہ التباس کا کوئی خطرہ نہ رہے۔

"ویستوی الامران--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ما اضمر عاملہ کا تیسرا حکم بیان فرمارہے ہیں کہ زَیْدٌ قَامَ اور عَمْرًوا اَکْرَمْتُہُ، جیسی ترکیب میں رفع اور نصب دونوں مختار ہونے میں برابر ہیں یعنی متکلم کو اختیار ہے جس کو چاہے اختیار کرے۔

"فی مثل زید قام--الخ: سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جہاں ما اضمر عاملہ کا عطف ایسے جملے پر ہو جس میں مبتداء کی خبر جملہ فعلیہ کی صورت میں ہو۔ مذکورہ مثال میں عمرو کو مرفوع اور منصوب دونوں طرح پڑھنا جائز ہے مرفوع پڑھنے کی صورت میں مابعد والے پورے جملے کا عطف ماقبل والے پورے جملے پر ہوگا جیسے زَیْدٌ قَامَ وَعَمْرٌو اَکْرَمْتُہُ، اس میں زَیْد مبتدا اور قَامَ اس کی خبر ہوگی اور عَمْرٌو مبتدا اور اَکْرَمْتُہُ اس کی خبر ہوگی۔ اور منصوب پڑھنے کی صورت میں مابعد والے جملے کا عطف ماقبل والے جملہ پر ہوگا جس کی محذوف عبارت یوں ہوگی زَیْدٌ قَامَ وَاَکْرَمْتُ عَمْرًوا اَکْرَمْتُہُ، اس میں زَیْدٌ مبتداء قَامَ معطوف علیہ اور اَکْرَمْتُ عَمْرًوا اَکْرَمْتُہُ معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتداء کے لئے خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو جائے گا۔

متن: وَيَجِبُ النَّصَبُ بَعْدَ حَرْفِ الشَّرْطِ وَحَرْفِ التَّحْضِيضِ مِثْلُ اَنَّ زَيْدًا ضَرَبْتُهُ ضَرَبَكَ وَاِلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَه وَلَيْسَ اَزَيْدٌ ذهب به مِنْهُ فَالرَّفْعُ وَكَذٰلِكَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ وَنَحْوُ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مَائَةَ جَلْدَةٍ اَلْفَاءُ بِمَعْنَى الشَّرْطِ عِنْدَ الْمُبَرِّدِ وَجُمْلَتَانِ عِنْدَ سِيْبَوَيْهِ وَاِلَّا فَالْمُخْتَارُ النَّصَبُ

ترجمہ: اور نصب واجب ہے حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد جیسے ان زیدا ضربته ضربك، اور الازیدا ضربته اور نہیں ہے ازید ذهب به، پس اس پر رفع واجب ہے اور اسی طرح کل شيء فعلوه في الزبر بھی ما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے اور الزانیۃ والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة جیسی مثالوں میں فاء شرط کے معنی میں ہے امام مبرد کے نزدیک، اور یہی آیت دو مستقل جملے ہیں سیبویہ کے نزدیک ورنہ نصب مختار ہے۔

تشریح:

"ويجب النصب بعد حرف الشرط وحرف التحضيض" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ما اضمر عاملہ کے اعراب کی چوتھی قسم بیان فرمارہے ہیں وہ یہ کہ دو جگہ ما اضمر عاملہ کو منصوب پڑھا جائے گا:

1:۔۔۔ما اضمر عاملہ حرف شرط کے بعد واقع ہو جیسے اِنْ زَيْدًا ضَرَبْتَهُ ضَرَبَكَ یعنی اگر تو زید کو مارے گا تو وہ بھی تجھے مارے گا۔

2:۔۔۔ما اضمر عاملہ حرف تحضیض کے بعد واقع ہو جیسے اَلَّا زَيْدًا ضَرَبْتَهُ یعنی تو نے زید کو کیوں نہیں مارا؟

"وَلَيْسَ اَزَيْدٌ ذهب به مِنْهُ" کی وضاحت:

ایک اعتراض کا جواب دیا جارہا ہے:

اعتراض: پہلے تو آپ نے فرمایا تھا کہ اگر حرف نفی اور استفہام کے بعد ما اضمر عاملہ آجائے تو اس کو مرفوع پڑھنا جائز تو ہے لیکن منصوب پڑھنا اولی ہے اور یہاں حرف استفہام کے بعد آپ نے فرمایا کہ فَالرَّفْعُ لَازِمٌ یعنی اس صورت میں مرفوع پڑھنا لازم ہے؟

جواب: یہ مثال مااضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ مااضمر عاملہ کی تعریف میں یہ ہے کہ "**لوسلط علیہ ھواومناسبہ لنصبہ**" جبکہ یہاں ہم ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ **ذُھِبَ** فعل مجہول کو زَیْدٌ پر داخل نہیں کرسکتے اس لئے کہ وہ فعل لازم ہے اور قاعدہ ہے کہ فعل لازم کا فعل مجہول نہیں آتا اور فعل مجہول نہ آنے کی وجہ سے اس کا نائب الفاعل بھی نہیں آسکتا۔ اسی طرح اگر **ذُھِبَ** کو زید پر داخل کرکے اس کا عامل بنا بھی دیا جائے تب بھی وہ زید کو نصب دینے کے بجائے نائب الفاعل ہونے کی وجہ سے رفع دے گا۔

"وکذالك کل شیء فعلوہ فی الزبر" کی وضاحت:

ایک اشکال کا جواب دیا جارہا ہے:

اشکال: یہ ہے کہ **کُلّ** بظاہر تو مااضمر عاملہ لگ رہا ہے کیونکہ اس کے بعد ایک فعل ہے جو ماقبل اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو عمل دے رہا ہے اس لئے یہ وہم پیدا ہوسکتا ہے کہ اگر اس فعل کو "**کل شیء**" پر داخل کیا جائے تو یہ اس کو بھی نصب دیدے گا۔

جواب: یہ مااضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہے اس لئے اسے مرفوع پڑھنا واجب ہے۔ کیونکہ اگر ہم اس کو مااضمر عاملہ کے قبیل سے مان لیں تو عبارت یوں بنے گی "**وفعلوا کل شیء فعلوہ فی الزبر**" اس صورت میں "**کل شیء**" مضاف مضاف الیہ مل کر "**فعلوا**" کے لئے مفعول بہ بن جائے گا اور "**فی الزبر**" جار مجرور کو اسی "**فعلوا**" کا متعلق بنادینگے تو معنی کی خرابی لازم آئے گی کیونکہ اس صورت میں معنی یہ بنے گا "(بندوں نے ہر چیز نامہ اعمال میں کی ہے) حالانکہ دارالعمل دنیا ہے نہ کہ نامہ اعمال۔

اور اگر "**فی الزبر**" کو "**شیء**" کے لئے صفت بنادینگے تو معنی کی خرابی تو لازم نہ آئے گی لیکن معنی مقصود حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں معنی ہوگا "(جو بھی چیز صحیفوں میں ہے وہ بندوں نے کیا ہے)" یہ معنی اگرچہ صحیح ہے لیکن مقصد یہ ہے کہ جو کام بھی بندے کرتے ہیں وہ نامہ اعمال میں لکھے جارہے ہیں او یہ مقصود مااضمر عاملہ کی صورت میں حاصل نہیں ہوسکتا لہٰذا اسے مبتداء بنایا جائے گا اور مبتداء چونکہ مرفوع ہوتا ہے اس لئے **کُلُّ شَیْءٍ** کو بھی مرفوع پڑھنا لازم ہے۔

"ونحو الزانیۃ والزانی--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ " الزانیۃ والزانی--الخ " یہ ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہے کیونکہ اس پر ما اضمر عاملہ کی تعریف صادق نہیں آتی وہ اس طرح کہ "فاجلدوا" فعل امر نہ تو "الزانیۃ والزانی" کی ضمیر میں عمل کر رہا ہے اور نہ اس کے متعلق میں، تو یہ ما اضمر عاملہ کے قبیل سے نہیں ہوا۔

مرفوع پڑھنے کے بارے میں اختلاف:

"الزانیۃ والزانی" کو مرفوع پڑھنے میں مبرد اور سیبویہ کے درمیان اختلاف ہے۔ مبرد کے نزدیک مرفوع پڑھیں گے کہ "فاجلدوا" فعل امر اس میں عمل نہیں کر سکتا کیونکہ "الزانیۃ والزانی" دونوں اسم فاعل کے صیغے ہیں اور ان کے شروع میں الف لام بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور "زانیۃ" اور "زانی" اس کے لئے صلہ ہیں لہٰذا معنی یوں بن جائے گا "(وہ عورت جو بدکاری کرے اور وہ مرد جو بدکاری کرے تو ان کی سزا یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو)"، لہٰذا "فاجلدوا" میں فاء جزائیہ ہے اور قاعدہ ہے کہ فاء جزائیہ اپنے مدخول کو ما قبل میں عمل کرنے سے روکتا ہے لہٰذا جب "الزانیۃ والزانی" میں "فاجلدوا" عمل نہیں کر سکتا، اور اس کے علاوہ کوئی اور عامل ناصب بھی نہیں جو اس کو نصب دے سکے اس لئے اسے مرفوع پڑھنا لازم ہے۔

سیبویہ کے نزدیک مرفوع پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ "الزانیۃ والزانی" الگ جملہ ہے اور "فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ" الگ جملہ ہے اور قاعدہ ہے کہ جس طرح ایک امام کا مقتدی دوسری جماعت کے امام کو لقمہ نہیں دے سکتا اسی طرح ایک جملے کا جزء دوسرے جملے میں یا اس کے کسی جزء میں عمل نہیں کر سکتا۔ دو الگ الگ جملے ہونے کی وجہ سے اسے مرفوع پڑھنا متعین ہے۔

اشکال: مبرد نے جو وجہ بیان کی ہے وہ کمزور ہے کیونکہ فاء کا دخول کبھی اپنے ما قبل میں عمل کر لیتا ہے لہٰذا یہاں فاجلدوا" نے عمل کیوں نہیں کیا؟

جواب: بیشک فاء عمل کرسکتاہے لیکن قراء سبعہ میں سے کسی سے بھی اس کا منصوب پڑھنا مروی نہیں ہے بلکہ مرفوع پڑھنے پر سب کا اتفاق ہے اس لئے اس کو منصوب نہیں پڑھا جاسکتا اور نہ فی نفسہ اس کے منصوب پڑھنے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

والا فالمختار النصب"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ مبرد اور سیبویہ میں سے کسی کی رائے کو بھی قبول نہ کیا جائے اور قراء سبعہ کے اتفاق کو بھی تسلیم نہ کیا جائے تو پھر اس کو بر سبیل ما اضمر عاملہ منصوب پڑھنا ہی مختار ہوگا۔

متن: اَلرَّابِعُ اَلتَّحْذِیْرُ وَهُوَ مَعْمُوْلٌ بِتَقْدِیْرِ اِتَّقِ تَحْذِیْرًا مِمَّا بَعْدَهٗ اَوْ ذُکِرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُکَرَّرًا مِثْلُ اِیَّاكَ وَالْاَسَدَ وَاِیَّاكَ وَاَنْ تَحْذِفَ وَالطَّرِیْقَ الطَّرِیْقَ وَتَقُوْلُ اِیَّاكَ مِنَ الْاَسَدِ وَمِنْ اَنْ تَحْذِفَ وَاِیَّاكَ اَنْ تَحْذِفَ بِتَقْدِیْرِ مِنْ وَلَا تَقُوْلُ اِیَّاكَ الْاَسَدَ لِاِمْتِنَاعِ تَقْدِیْرِ مِنْ

ترجمہ: چوتھا مقام تحذیر ہے اور وہ اتق فعل مقدر کا ایسا معمول ہے جس کو مابعد سے ڈرانے کے لئے ذکر کیا جائے یا محذر منہ کو مکرر ذکر کیا جائے جیسے ایاك والاسد وایاك وان تحذف والطریق الطریق، اور آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں ایاك من الاسد ومن ان تحذف وایاك ان تحذف، من مقدر ماننے کے ساتھ اور یہ نہیں کہہ سکتے ایاك الاسد کیونکہ یہاں من مقدر کرنا ممنوع ہے۔

"الرابع التحذیر--الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کے چوتھے مقام کو ذکر فرمارہے ہیں اور وہ ہے تحذیر، تحذیر کا لغوی معنی ہے ڈرانا جبکہ اصطلاح نحو میں وہ اسم منصوب ہے جو اتق یا بعد فعل مقدر کا ایسا معمول ہو جس کو اپنے مابعد سے ڈرایا گیا ہو چاہے وہ اسم حقیقی ہو یا اسم تاویلی۔ اسم حقیقی کی مثال اِیَّاكَ وَالْاَسَدَ، یہ اصل میں اِتَّقِكَ وَالْاَسَدَ تھا۔ اور اسم تاویلی کی مثال اِیَّاكَ وَاَنْ تَحْذِفَ۔ یہ اصل میں "بَعِّدْ نَفْسَكَ مِنْ اَنْ تَحْذِفَ وَاَنْ تَحْذِفَ مِنْ

نَفْسِكَ" تھا۔یا تحذیر وہ اسم منصوب ہے جو "اِتَّقِ "یا" بَعِّدْ"فعل مقدر کا ایسا معمول ہو جو مکرر ذکر کیا گیا ہو جیسے اَلطَّرِيْقَ اَلطَّرِيْقَ، یہ اصل میں اِتَّقِ الطَّرِيْقَ اِتَّقِ الطَّرِيْقَ تھا۔

"وتقول ایاك من الاسد--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ محذر منہ (یعنی جس سے ڈرایا گیا ہو) کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں کہ جس طرح تحذیر کی قسم اول میں محذر منہ کو واؤ کے ساتھ استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح اس کو مِنْ کے ساتھ بھی استعمال کرنا جائز ہے۔ جیسے اِيَّاكَ مِنَ الْاَسَدِ،اور جس طرح محذر منہ اسم تاویلی مِنْ کے ساتھ ذکر کرنا جائز ہے اسی طرح بغیر مِنْ کے بھی ذکر کرنا جائز ہے جیسے اِيَّاكَ اَنْ تَحْذِفَ۔

محذر منہ کی صورتیں:

محذر منہ اسم حقیقی ہو گا یا اسم تاویلی پھر ان دونوں میں سے ہی ہر ایک کا استعمال مِنْ کے ساتھ ہو گا یا واؤ کے ساتھ، پھر مِنْ اور واؤ مذکور ہونگے یا محذوف، یہ کل آٹھ صورتیں بن جاتی ہیں۔ان میں سے تین ناجائز ہیں وہ تین یہ ہیں اسم حقیقی و تاویلی میں واؤ کو حذف کرنا جیسے اِيَّاكَ الْاَسَدَاور اِيَّاكَ اَنْ تَحْذِفَ،اسم تاویلی میں "مِنْ "کو حذف کرنا بھی ناجائز ہے جیسے اِيَّاكَ الْاَسَدَ،

متن:اَلْمَفْعُوْلُ فِيْهِ هُوَمَا فُعِلَ فِيْهِ فِعْلٌ مَذْكُوْرٌ مِنَ زَمَانٍ اَوْمَكَانٍ وَشَرْطُ نَصْبِهِ تَقْدِيْرُهُ فِي وَظُرُوْفُ الزَّمَانِ كُلِّهَا تَقْبِلُ ذٰلِكَ وَظُرُوْفُ الْمَكَانِ اِنْ كَانَ مُبْهَمًا قَبِلَ ذَالِكَ وَاِلَّا فَلَاوَفُسِّرَالْمُبْهَمُ بِالْجِهَاتِ السِّتِّ وَحُمِلَ عَلَيْهِ عِنْدَ وَلَدٰى وَشِبْهُهُمَا لِاِبْهَامِهِمَا وَلَفْظُ مَكَانٍ لِكَثْرَتِهِ وَمَا بَعْدَ دَخَلْتُ عَلَى الْاَصَحِّ وَيُنْصَبُ بِعَامِلٍ مُضْمَرٍ وَعَلٰى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيْرِ

ترجمہ: مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور کیا گیا ہو وہ اسم چاہے ظرف زمان ہو یا مکان، اور اس کے منصوب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے فی مقدر ہو، اور ظرف زمان چاہے محدود ہو یا مبہم دونوں فی کو قبول کرتے ہیں اور ظرف مکان

اگر مبہم ہو تو فی کو قبول کرتا ہے اگر محدود ہو تو قبول نہیں کرتا۔ اور مبہم کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی گئی ہے اور انہیں ظروف مکان مبہمہ پر عند اور لدی اور اس جیسے دوسرے کلمات کو ان میں ابہام کے پائے جانے کی وجہ سے اور لفظ مکان کو کثرت استعمال کی وجہ سے محمول کیا گیا ہے اور دخلت کے مابعد والا اسم بھی صحیح قول کے مطابق ظروف مبہمہ پر محمول کیا گیا ہے اور کبھی اس کو نصب دیا جاتا ہے اس عامل مقدر کی وجہ سے جس کی بعد میں تفسیر نہ ہو اور کبھی اس عامل مقدر کی وجہ سے جس کی بعد میں تفسیر آ رہی ہو۔

تشریح:

"المفعول فیہ ھو ما فعل --الخ" کی وضاحت:

اس سے پہلے مصنف علیہ الرحمہ دو منصوبات بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں اور اب یہاں سے مفعول فیہ کی تفصیل بیان فرما رہے ہیں۔

"وشرط نصبہ تقدیر فی" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی ایک شرط بیان فرما رہے ہیں وہ یہ کہ اس سے پہلے "فِي" مقدر ہو گا جیسے صُمْتُ شَهْرًا یہ اصل میں صُمْتُ فِي شَهْرٍ تھا، لیکن مفعول فیہ میں اگر کلمہ "فِي" لفظوں میں مذکور ہو تو وہ منصوب نہیں ہو گا بلکہ اسی "فِي" کی وجہ سے مجرور ہو جائے گا جیسے صَلَّيْتُ فِي الْمَسْجِدِ، اس طرح مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک مفعول فیہ کی دو صورتیں بن جاتی ہیں مفعول فیہ تقدیر "فِي" کے ساتھ جو منصوب پڑھا جائے گا اور مفعول فیہ ذکر "فِي" کے ساتھ جو مجرور پڑھا جائے گا۔ لیکن جس مفعول فیہ میں "فِي" ذکر ہوتی ہے اس کے بارے میں جمہور کہتے ہیں کہ اسے مفعول فیہ کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ اصل میں حرف جر کے واسطے سے مفعول بہ بن جائے گا گویا ان کے نزدیک مفعول فیہ کے منصوب ہونے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے بلکہ ان کے نزدیک مفعول فیہ کی صرف ایک ہی صورت بنے گی اور وہ ہے مفعول فیہ تقدیر "فِي" کے ساتھ۔

"وظروف الزمان کلھا تقبل ذلك" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول فیہ میں تقدیر "فِي" کے جوازاور عدم جواز کی جگہیں بیان فرمارہے ہیں لیکن اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ظروف کی دو قسمیں ہیں ظرف زمان اور ظرف مکان پھر ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں بنتی ہیں معلوم اور مبہم۔

ظرف زمان معلوم ہو یا مبہم معرفہ ہو یا نکرہ سب صورتوں میں تقدیر فی کو قبول کرتا ہے اور منصوب ہونگے جیسے صُمْتُ دَهْرًا،خَرَجْتُ يَوْمًا،یہ نکرہ کی مثالیں ہیں اورسِرْتُ حِيْنَ قُعُوْدِكَ ،خَرَجْتُ يَوْمَ الْجُمْعَةِ،یہ معرفہ کی مثالیں ہیں۔اور اگر "فِي" لفظوں میں ذکر ہو تو یہ سب مجرور ہونگے۔

"وظروف المكان ان كان مبهما قبل ذلك والا فلا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ظرف مکان کا حکم بیان فرمارہے ہیں کہ اگر ظرف مکان مبہم ہو چاہے معرفہ ہو یا نکرہ اس میں فی مقدر مان کر منصوب پڑھنا جائز ہے جیسے قُمْتُ اَمَامَ الْمَسْجِدِ،ان کا تقدیر "فِي" قبول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کی ظرف زمان مبہم کے ساتھ مبہم ہونے میں مشابہت پائی جاتی ہے تو جس طرح وہاں تقدیر "فِي" جائز ہے اسی طرح یہاں بھی جائز ہے۔

ظرف مکان معلوم ہو تو وہ تقدیر "فِي" کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس میں "فِي" ذکر ہوتی ہے جیسے جَلَسْتُ فِي الْغُرْفَةِ۔

"وفسر المبهم بالجهات الست" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسماء مبہمہ کی تفسیر بیان فرمارہے ہیں کہ اکثر متقدمین نے اسماء مبہمہ کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ فرمائی ہے یعنی خَلْفُ،قُدَّامُ،فَوْقُ،تَحْتُ،يَمِيْنُ اورشِمَالُ،ان کے علاوہ دیگر وہ اسماء جو ان کے ہم معنی ہوں وہ بھی انہیں کی طرح اسماء مبہمہ میں داخل ہونگے جیسے قَبْلُ اورقُبُلُ جو اَمَامَ کے معنی میں ہیں اوروَرَاءاور "دُبْرُ" اور "دُبُرُ" جو "خَلْفُ" کے معنی میں ہیں اوريَسَارُ،شِمَالُ کے معنی میں ہے اورعُلُوٌّ،فَوْقُ کے معنی میں ہے اورسِفْلُ،تَحْتُ کے معنی میں ہے لہٰذا یہ سب تقدیر "فِي" قبول کرتے ہیں۔

"وحمل عليه عند ولدى وشبههما لابهامهما ولفظ مكان لكثرته" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ظرف مکان مبہمہ کے محمولات کو بیان فرمارہے ہیں اور ساتھ ہی ایک اشکال کا جواب بھی دے رہے ہیں

اشکال: آپ نے اسماء مبہمہ کی تفسیر جہات ستہ کے ساتھ کی ہے جبکہ عِنْدَاورلَدٰی اوراس جیسے دیگر اسماء "دُوْنَ" اورسِوٰی وغیرہ نہ تو ظروف مکان مبہمہ میں شمار ہوتے ہیں اور نہ ظروف مکان محدود میں، لہٰذ آپ کو چاہیے تھا کہ آپ اسماء مبہمہ کی تفسیر جہات ستہ کے علاوہ کسی اور چیز سے کرتے تاکہ اس میں یہ دونوں بھی داخل ہو جاتے؟

جواب: یہ اسماء اگرچہ جہات ستہ میں سے نہیں ہیں لیکن ان کو ظروف مکان مبہم پر حمل کر دیا گیاہے اس لئے کہ وصف ابہام میں دونوں شریک ہیں۔

"ولفظ مکان لکثرتہ" کی وضاحت:

یہاں بھی ما قبل والا اشکال واقع ہو گا، تو اس کا جواب مصنف علیہ الرحمہ دے رہے ہیں کہ لفظ مکان اگرچہ جہات ستہ میں داخل نہیں ہے لیکن چونکہ کثرت استعمال کی وجہ سے یہ تخفیف کا تقاضا کررہاہے اور "فِي" مقدر ماننے میں تخفیف زیادہ ہے بنسبت ذکر کرنے کے جیسے جَلَسْتُ مَكَانَكَ، لہٰذا اسے بھی ظرف مکان مبہم پر محمول کرلیااوراس میں "فِي" مقدر مان لی گئی۔

"ومابعد دخلت علی الاصح" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ دَخَلْتُ اوراس جیسے بعض دیگر افعال مثلاً نَزَلْتُ،سَكَنْتُ وغیرہ کے مابعدوالے اسم کو بھی صحیح قول کے مطابق کثرت استعمال کی وجہ سے ظرف مکان مبہم پر محمول کیاجائے گااوراس میں بھی تقدیرفی جائزہو گی جیسے دَخَلْتُ الدَّارَوَنَزَلْتُ الْبَيْتَ وَسَكَنْتُ الْقَرْيَةَ،دَخَلْتُ سے مراد ہر وہ فعل ہے جس کا مفعول فیہ مفعول بہ کے مشابہ ہو جیسے نَزَلْتُ اورسَكَنْتُ کی مثالوں میں گزرا۔

"وینصب بعامل مضمر" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول فیہ کے عامل ناصب کو حذف کرنے کی دوصورتیں بیان فرمارہے ہیں:

1:۔۔۔ کبھی اس کا عامل ناصب حذف کر دیا جائے گا لیکن اس کے بعد اس حذف شدہ فعل کی کوئی تفسیر مذکور نہیں ہوگی جیسے کوئی سوال کرے مَتٰی سِرْتَ؟ تو جواب میں کہے یَوْمَ الْجُمْعَۃِ یہ اصل میں سِرْتُ یَوْمَ الْجُمْعَۃِ تھا لہٰذا شروع میں جو عامل ناصب سِرْتُ ہے اس کو حذف کر کے " یَوْمَ الْجُمْعَۃِ" کہا جاتا ہے اس میں حذف شدہ عامل کی کوئی تفسیر نظر نہیں آ رہی اور پھر بھی یَوْمَ الْجُمْعَۃِ منصوب ہے۔

2:۔۔۔ کبھی اس عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے لیکن اس شرط پر کہ بعد میں اس کی تفسیر ذکر کریں گے جیسے "سِرْتُ یَوْمَ الْجُمْعَۃِ" سے عامل ناصب "سِرْتُ" کو حذف کر کے اس کی تفسیر بعد میں لا کر "یَوْمَ الْجُمْعَۃِ سِرْتُ فِیْہِ" کہا جائے۔

متن: اَلْمَفْعُوْلُ لَہٗ ھُوَمَا فُعِلَ لِاَجْلِہٖ فِعْلٌ مَذْکُوْرٌ مِثْلُ ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا خِلَافًا لِلزُّجَاجِ فَاِنَّہٗ عِنْدَہٗ مَصْدَرٌ وَشَرْطُ نَصْبِہٖ تَقْدِیْرُ اللَّامِ وَاِنَّمَا یَجُوْزُ حَذْفُھَا اِذَا کَانَ فِعْلًا لِفَاعِلِ الْفِعْلِ الْمُعَلَّلِ بِہٖ وَمُقَارِنًا لَہٗ فِی الْوُجُوْدِ

ترجمہ: منصوبات میں سے ایک مفعول لہ بھی ہے یہ وہ اسم ہے جس کی وجہ سے فعل مذکور کیا گیا ہو جیسے ضربتہ تادیبا میں تادیبا، اور قعدت عن الحرب جبنا میں جبنا اس میں زجاج کا اختلاف ہے اس لئے کہ ایسا اسم ان کے ہاں مصدر یعنی مفعول مطلق شمار ہوتا ہے اور اس کے منصوب ہونے کی شرط لام کا مقدر ہونا ہے اور اس لام کا حذف کرنا تب جائز ہے جب یہ معلل بہ فعل کے فاعل کا فعل ہو اور وجود میں بھی اس کے مقارن ہو۔

تشریح:

"المفعول لہ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منصوبات میں سے چوتھی قسم مفعول لہ بیان فرما رہے ہیں مفعول لہ وہ اسم ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یا جس کے پہلے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور کیا جائے جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا، اس میں ادب سکھانے کے لئے ما قبل فعل ضَرَبَ کیا گیا ہے اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا، میں جُبْنًا کی وجہ سے ما قبل فعل قَعَدْتُ اختیار کیا گیا ہے۔

"خلافا للزجاج--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ جمہور اور زجاج نحوی کا اختلاف بیان فرمارہے ہیں کہ جمہور کے نزدیک مفعول لہ، مفاعیل خمسہ میں سے باقاعدہ ایک مستقل قسم ہے جبکہ زجاج نحوی کے نزدیک مفعول لہ کوئی مستقل قسم نہیں ہے بلکہ اصل میں مفعول مطلق ہے۔ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا کی اصل عبارت زجاج نحوی کے نزدیک یوں تھی اَدَّبْتُہٗ بِالضَّرْبِ تَادِیْبًا،اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا کی اصل عبارت یوں تھی جَبَنْتُ فِی الْقُعُوْدِ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا،ان دونوں مثالوں میں بالترتیب تَادِیْبًا اور جُبْنًا فعل محذوف اَدَّبْتُہٗ اور جَبَنْتُ کے لئے مفعول مطلق بن رہے ہیں۔

"وشرط نصبہ تقدیر اللام" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط بیان فرمارہے ہیں کہ مفعول لہ اس وقت منصوب ہو گا جب اس سے پہلے لام مقدر ہو جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا میں لام مقدر ہے کیونکہ اس کی اصل عبارت یوں تھی ضَرَبْتُہٗ لِلتَّادِیْبِ۔

"وانما یجوز حذفھا--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مفعول لہ سے قبل تقدیر لام کے جواز کے لئے تین شرائط بیان فرمارہے ہیں:

1:۔۔۔مفعول لہ مصدر ہو عین نہ اگر عین ہو تو حذفِ لام جائز نہیں جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا،اور جہاں یہ شرط نہ ہو تو وہاں لام کو حذف نہیں کیا جائے گا جیسے جِئْتُكَ لِلسَّمَنِ، یہاں اَلسَّمَن عین ہے اس سے حذف لام جائز نہیں۔

2:۔۔۔مفعول لہ اور معلل بہ فعل کا فاعل ایک ہی ہو جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْبًا، معلل بہ فعل سے مراد وہ فعل ہے جس کی علت بعد میں آنے والے مفعول لہ کے ذریعے بتائی گئی ہو جیسے مذکورہ مثال میں ضرب فعل معلل بہ ہے اور تَادِیْباً کے ذریعے اس کی علت بیان کی گئی ہے اور ضرب اور تَادِیْبًا کا فاعل ایک ہی ہے کیونکہ مارنے والا اور ادب سکھانے والا ایک ہی ہے۔جہاں یہ شرط نہیں پائی جائے گی وہاں حذف لام جائز نہیں وے جیسے جِئْتُكَ لِمَجِیْئِكَ اِیَّایَ، میں جِئْتُكَ فعل کا فاعل متکلم ہے اور مفعول لہ کا فاعل مخاطب ہے تو فعل و مفعول لہ کا فاعل ایک نہ رہالہٰذا حذف لام جائز نہیں۔

3:۔۔۔فعل مذکوراور مفعول لہ کا زمانہ ایک ہو جیسے ضَرَبْتُہٗ تَادِیْباً میں مارنا اور ادب سکھانا دونوں ایک ہی زمانے میں ہوتے ہیں یہ نہیں ہوتا کہ مارنے کا عمل تو اب ہوا ہو اور ادب سکھانے کے لئے بعد میں کوئی اور عمل کرنا پڑے گا۔جہاں یہ شرط نہیں پائی جائے گی وہاں حذف لام جائز نہیں ہے جیسے اَکْرَمْتُکَ الْیَوْمَ لِوَعْدِیْ بِذٰلِکَ اَمْسِ، میں لِوَعْدِیْ مفعول لہ ہے جس کا زمانہ گزشتہ کل ہے اور اکرمت فعل معلل بہ ہے جس کا زمانہ آج ہے تو زمانہ ایک نہ رہا لہٰذا حذف لام جائز نہیں۔

متن:اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَمَذْكُوْرٌبَعْدَالْوَاوِلِمُصَاحِبَتِهٖ مَعْمُوْلِ فِعْلٍ لَفْظًااَوْمَعْنًى فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًاوَجَازَالْعَطْفُ فَالْوَجْهَانِ مِثْلُ جِئْتُ اَنَاوَزَيْدٌوَزَيْدًاوَاِلَّاتَعَيَّنَ النَّصَبُ مِثْلُ جِئْتُ وَزَيْدًاوَاِنْ كَانَ مَعْنًى وَجَازَالْعَطْفُ تَعَيَّنَ الْعَطْفُ نَحْوُمَالِزَيْدٍوَعَمْرٍو،وَاِلَّاتَعَيَّنَ النَّصَبُ مِثْلُ مَالَكَ وَزَيْدًا،وَمَاشَأْنُكَ وَعَمْرًوا،لِاَنَّ الْمَعْنَى مَاتَصْنَعُ

ترجمہ:مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو اور فعل کے معمول کے ساتھ مصاحب ہو خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے جئت انا وزید وزیدا،ورنہ نصب متعین ہوگا جیسے جئت وزیدا،اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف ہی متعین ہوگا جیسے مالزید وعمرو،ورنہ نصب ہی متعین ہوگا جیسے مالک وزیدا،وماشانک وعمروا،اس لئے کہ اس کا معنی ماتصنع ہے۔

تشریح:

"المفعول معہ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منصوبات کی پانچویں قسم مفعول معہ کو بیان فرما رہے ہیں کہ مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے واقع ہو اور اسے واؤ کے بعد ذکر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ماقبل فعل عامل چاہے لفظی ہو یا فعل معنوی اس کے معمول کے ساتھ اس کی مصاحبت (یعنی فاعلیت اور مفعولیت میں ایک ساتھ شریک ہونا) پائی جائے جیسے جَاءَ الْبَرْدُوَالْجُبَّاتِ، یہاں فعل لفظی جَاءَ عامل ہے اور اَلْبَرْدُ اس کا معمول یعنی فاعل ہے اور واؤ، مع کے معنی میں ہے اس کے

بعد اَلْجُبَّاتِ فاعلیت میں اَلْبَرْدُفاعل کا مصاحب ہے۔مفعول کی مثال "کَفَاكَ وَزَیْدًا دِرْهَمٌ "اس میں کَفَاكَ کاکاف اورزَیْد یہ دونوں مفعولیت کے معنی میں شریک ہیں۔

فعل معنوی یعنی وہ کلمہ جونہ تولفظوں میں ہواورنہ تقدیر میں بلکہ اندازکلام اور گفتگوسے ہی معلوم ہورہاہو جیسے "مَالَكَ وَزَیْدًا" یہ اصل میں "مَاتَصْنَعُ وَزَیْدًا" تھا،لہٰذایہاں بھی تَصْنَعُ کے اندراَنْتَ ضمیرفاعل اورزَیْد دونوں فاعلیت کے معنی میں شریک ہیں۔

"فان کان الفعل "سے لے کر"لان المعنی ماتصنع"تک کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ چارصورتیں بیان فرمارہے ہیں جن میں سے تین صورتوں میں واوٗکے مابعدکومفعول معہ بنایاجاسکتاہے دوصورتوں میں وجوبی طورپراورایک میں جوازی طورپر۔

1:۔۔۔مفعول معہ کافعل عامل اگرلفظی ہواورواوٗکے مابعدکاماقبل اسم پرعطف بھی جائزہوتواسے دوطرح پڑھناجائزہے،مفعول معہ بناکرمنصوب جیسے جِئْتُ اَنَاوَزَیْدًا،اورماقبل اسم پراس کاعطف ڈال کرفاعل بناکرمرفوع جیسے جِئْتُ اَنَاوَزَیْدٌ۔عطف کے جوازکی وجہ یہ ہے کہ تُ ضمیرمتکلم مرفوع متصل کی تاکیداَنَاضمیرمنصوب منفصل کے ساتھ لائی گئی ہے جوعطف کے جوازکے لئے ضروری ہے۔

2:۔۔۔اگرواوٗکے مابعدکاواوٗکے ماقبل پرعطف جائزنہ ہوتواس کوصرف مفعول معہ بناکرمنصوب پڑھاجائے گاجیسے جِئْتُ وَزَیْدًا،عطف کے عدم جوازکی وجہ یہ ہے کہ تُ ضمیرمرفوع متصل کی تاکیدکسی ضمیرمنفصل کے ساتھ نہیں لائی گئی جوعطف کے جوازکے لئے شرط ہے۔

3:۔۔۔مفعول معہ کاعامل اگرفعل معنوی ہواورواوٗکے مابعدکاماقبل اسم پرعطف جائزہوتواس کاعطف ہی متعین ہوجائے گاجیسے مَالِزَیْدٍوَعَمْرٍو،وجہ یہ ہے کہ فعل معنوی ایک پوشیدہ اورکمزورعامل ہے جبکہ اس کے مقابلے میں لازم حرف جرلفظی اورقوی عامل ہے توایک قوی عامل کے ہوتے ہوئے کمزورعامل دینامناسب نہیں،لہٰذاواوٗکے مابعدکالِزَیْدٍپرعطف ڈال کرمجروردپڑھاجائے گا۔

4:۔۔۔اگر عامل معنوی ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے ماقبل پر اس کا عطف ڈالنا صحیح نہ ہو تو اس کو مفعول معہ بنا کر منصوب ہی پڑھا جائے گا جیسے مَالَكَ وَزَيْدًا، اس میں عامل اگرچہ معنوی اور کمزور ہے لیکن اس کے مقابلے میں کوئی اور عامل نہیں ہے لہٰذا اسی کو عمل دیا جائے گا۔ عطف کے عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ مجرور پر کسی چیز کا عطف ڈالنا اس وقت صحیح ہوتا ہے جب معطوف پر اسی حرف جر کا اعادہ کیا جائے جو مجرور پر داخل ہے لیکن یہاں مَالَكَ وَزَيْدًا، میں لَكَ پر تو حرف جر داخل ہے لیکن زید پر کوئی حرف جر داخل نہیں ہے لہٰذا عطف ناجائز ہے۔ یہ مجرور بحرف الجر کی مثال تھی اور مجرور بالمضاف کی مثال "مَاشَأْنُكَ وَعَمْرًوا" ہے یہاں "عَمْرًوا" کا اگر ماقبل پر عطف ڈالنا چاہے تو اس کے معطوف علیہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ شَأْن مضاف پر عطف ڈالا جائے، دوسرا یہ کہ کاف ضمیر مخاطب مضاف الیہ پر عطف ڈالا جائے، اور یہ دونوں غلط ہیں اس لئے کہ اگر شأن مضاف پر اس کا عطف ڈالیں تو مقصود کے خلاف لازم آئے گا یعنی معنی خراب ہو جائے گا کیونکہ ہمارا مقصود دونوں کی شان معلوم کرنا ہے جبکہ اس صورت میں معنی یوں بنتا ہے کہ آپ کی شان کیسی ہے اور عَمرو کی ذات کیسی ہے۔ اور کاف ضمیر خطاب پر ڈالیں تو بھی ناجائز ہے اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ مجرور پر عطف اس وقت جائز ہو گا جب معطوف پر بھی اس حرف جر کا اعادہ کیا جائے لیکن یہاں پر عامل جار شأن مضاف ہے لیکن آگے اس کا کوئی اعادہ نہیں کیا گیا تو ثابت ہوا کہ عطف ناجائز ہے لہٰذا مفعول معہ کی بنا پر عمروا کو منصوب پڑھا جائے گا۔

"لان المعنی ما تصنع" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ مثالوں میں فعل معنوی ہونے کی دلیل پیش فرما رہے ہیں کہ "مَالَكَ وَزَيْدًا" کا معنی "مَاتَصْنَعُ وَزَيْدًا" اور "مَالِعَمْرٍووَزَيْدٌ" کا معنی "مَايَصْنَعُ عَمْرٌووَزَيْدٌ" ہے۔

متن: اَلْحَالُ مَايُبَيِّنُ هَيْئَةَ الْفَاعِلِ اَوِالْمَفْعُوْلِ بِهِ لَفْظًا اَوْمَعْنًى نَحْوُضَرَبْتُ زَيْدًاقَايِمًاوَزَيْدٌفِي الدَّارِقَايِمًاوَهٰذَازَيْدٌقَايِمًاوَعَامِلُهَاالْفِعْلُ اَوْشِبْهُهُ اَوْمَعْنَاهُ وَشَرْطُهَااَنْ تَكُوْنَ نَكِرَةً وَصَاحِبُهَامَعْرِفَةً غَالِبًاوَاَرْسَلَهَاالْعِرَاكَ وَمَرَرْتُ بِهِ وَحْدَهُ وَنَحْوُهُ مُتَاَوَّلٌ فَاِنْ كَانَ صَاحِبُهَانَكِرَةً وَجَبَ تَقْدِيْمُهَا

ترجمہ: حال وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کرے، چاہے وہ لفظی ہوں یا معنوی جیسے ضربت زیدا قائما، وزید فی الدار قائما، وھذا زید قائما، اوراس کا فعل یا تو فعل ہوتا ہے یا شبہ فعل یا معنی فعل اوراس کی شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو اور ذوالحال معرفہ ہو اکثر طور پر، اور ارسلھا العراك، ومررت بہ وحدہ جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور اگر ذوالحال نکرہ ہو تو اس کا مقدم کرنا واجب ہو گا۔

تشریح:

"الحال ما یبین ھیئۃ الفاعل--الخ" کی وضاحت:

مفاعیل خمسہ سے فارغ ہونے کے بعد مصنف علیہ الرحمہ حال کو بیان فرمارہے ہیں کہ حال وہ اسم ہے جو فاعل یا مفعول کی حالت کو بیان کرے چاہے وہ فاعل اور مفعول لفظوں میں مذکور ہوں یا مقدر ہوں۔ جیسے ضَرَبْتُ زَيْدًا قَائِمًا، اس مثال میں قَائِمًا، ضَرَبْتُ کی ضمیر فاعل سے یا زَيْدًا مفعول بہ سے حال واقع ہورہا ہے اور دونوں لفظوں میں مذکور ہیں کسی تقدیری عبارت کی ضرورت نہیں۔

فاعل معنوی کی مثال:

زَيْدٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا، اس مثال میں قَائِمًا، زَيْدٌ سے حال واقع ہورہا ہے اور زَيْدٌ لفظی طور پر فاعل نہیں ہے بلکہ مبتدا واقع ہورہا ہے ہاں معنوی طور پر فاعل بن سکتا ہے کیونکہ ہم كَانَ فعل یا كَائِنٌ اسم فاعل کا صیغہ مقدر نکالیں گے جن دونوں کے اندر ھو ضمیر فاعل ہے جو اسی زَيْد کی طرف راجع ہے، تو گویا یہ فاعل معنوی ہوا، تقدیری عبارت یوں ہو گی زَيْدٌ حَاصِلٌ فِي الدَّارِ قَائِمًا، یا پھر زَيْدٌ حَصَلَ فِي الدَّارِ قَائِمًا۔

مفعول بہ معنوی کی مثال:

هٰذَا زَيْدٌ قَائِمًا، اس کی تقدیری عبارت یوں تھی أُشِيْرُ اِلٰى زَيْدٍ قَائِمًا، یہاں قَائِمًا، زَيْدٌ سے حال واقع ہورہا ہے اور معنوی طور پر مفعول بہ ہے۔

"وعاملها الفعل اوشبهه اومعناه" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حال کے عامل کی تین صورتیں بیان فرمارہے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1:۔۔۔حال کا عامل فعل لفظی ہو گا جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا، میں ضَرَبْتُ فعل لفظی ہے اور قَائِمًا حال میں عمل کر رہا ہے۔

2:۔۔۔حال کا عامل شبہ فعل ہو گا جیسے زَیْدٌ فِی الدَّارِ قَائِمًا، میں کَائِنٌ شبہ فعل ہے اور قَائِمًا حال میں عمل کر رہا ہے۔

3:۔۔۔حال کا عامل فعل معنوی ہو گا جیسے ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا، میں ھٰذَا اسم اشارہ سے معنوی طور پر اُشِیْرُ فعل نکلا جو قَائِمًا حال میں عمل کر رہا ہے۔

"وشرطها ان تکون نکرۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حال اور ذوالحال کے لئے باعتبار تعریف اور تنکیر کے ایک قاعدہ بیان فرمارہے ہیں قاعدہ یہ ہے کہ حال ہمیشہ کے لئے نکرہ ہو گا اور ذوالحال اکثر معرفہ ہو گا اور کبھی نکرہ بھی ہو سکتا ہے۔ حال کے نکرہ ہونے کی شرط اس لئے لگائی گئی تاکہ حالت نصبی میں اس کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے مثلاً اگر یہ شرط نہ لگائی جائے تو یہ ضَرَبْتُ زَیْدَ الْقَائِمَ، میں معلوم نہ ہو گا کہ اَلْقَائِمَ، زَیْد کے لئے صفت ہے یا حال، اور اگر یوں کہا جائے ضَرَبْتُ زَیْدًا قَائِمًا، میں یہ التباس لازم نہیں آئے گا۔

اعتراض: آپ نے قاعدہ بیان کیا کہ حال ہمیشہ نکرہ ہو گا جبکہ ہم آپ کو ایسی مثالیں پیش کرتے ہیں جن میں حال نکرہ کے بجائے معرفہ ہے، پہلی مثال حضرت سیدنا لبید بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے

وَاَرْسَلَهَا الْعِرَاكَ وَلَمْ یذدها　　ولم یشفق علی نغض الدخال

(اس حمار وحشی نے گدھیوں کو پانی پینے کے لئے بھیج دیا در حال کہ وہ ازدحام کے ساتھ گئیں اور نہ تو انہیں ازدحام سے روکا اور نہ انہیں یہ خطرہ گزرا کہ ازدحام کی وجہ سے پیاسی رہ جائے گیں۔)

اس شعر میں **العراک**،اَرْسَلَهَا کی ھاء ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے حالانکہ یہ معرفہ ہے۔اسی طرح مَرَرْتُ بِهِ وَحْدَهُ میں وَحْدَهُ،بِهِ کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے حالانکہ یہ معرفہ ہے۔

جواب: آپ کی مثالیں اپنی جگہ پر لیکن یہ دونوں مثالیں اوران جیسی دیگر مثالیں جن میں ایسا کلمہ ہو جو بظاہر معرفہ ہو اس میں تاویل کی گئی ہوتی ہے۔تاویل کی دو صورتیں ہیں:

1: یہ حال نہیں بلکہ فعل مقدر کے لیے مفعول مطلق ہیں تقدیری عبارت یوں ہو گی "اَرْسَلَهَا تَعْتَرِكُ الْعِرَاكَ وَمَرَرْتُ بِهِ يَنْفَرِدُ وَحْدَهُ"

2: یہ الفاظ اگرچہ لفظاً معرفہ ہیں لیکن حقیقۃً نکرہ ہیں اس لئے کہ اَلْعِرَاكَ،مُعْتَرِكَةً کے معنیٰ میں ہے اور وَحْدَهُ ،مُنْفَرِدَةً کے معنیٰ میں ہے اور مُعْتَرِكَةً اور مُنْفَرِدَةً دونوں نکرہ ہیں۔

"فان کان صاحبھا نکرۃ وجب تقدیمھا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ ذوالحال اکثر معرفہ ہو گا اور کبھی نکرہ بھی ہو سکتا ہے لیکن جب نکرہ ہو تو وہاں حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے اس لئے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو حالت نصبی میں التباس بالصفت کی خرابی لازم آئے گی جیسے ضَرَبْتُ رَجُلًا مُجَرِّدًا عَنْ ثِيَابِهِ، یہاں مُجَرِّدًا،رَجُلًا سے حال واقع ہو رہا ہے۔اسی طرح یہ اس کے صفت بھی واقع ہو سکتا ہے لہٰذا حالت نصبی میں حال کو مقدم رکھا جائے گا اور حالت رفعی میں اگرچہ التباس کا کوئی خطرہ نہ ہو لیکن یہاں بھی حال کو مقدم رکھا جائے گا۔جیسے نکرہ مخصوصہ کی صورت میں تخصیص پیدا کرنے کے لئے خبر کی تقدیم واجب ہے اسی طرح ذوالحال میں تخصیص پیدا کرنے کے لئے حال کو مقدم کرنا واجب ہو گا۔

متن: وَلَا يُتَقَدَّمُ عَلَى الْعَامِلِ الْمَعْنَوِي بِخِلَافِ الظَّرْفِ وَلَا عَلَى الْمَجْرُوْرِ عَلَى الْاَصَحِّ وَكُلُّ مَادَلَّ عَلٰى هَيْئَةٍ صَحَّ اَنْ يَّقَعَ حَالًا مِثْلُ هٰذَا بُسْرًا اَطْيَبُ مِنْهُ رَطَبًا وَقَدْ يَكُوْنُ جُمْلَةً

خَبْرِيَّةً فَالْاِسْمِيَّةُ بِالْوَاوِ وَالضَّمِيْرِ اَوْ بِالْوَاوِ اَوْ بِالضَّمِيْرِ عَلٰى ضَعِيْفٍ وَالْمَضَارِعُ الْمُثْبَتُ بِالضَّمِيْرِ وَحْدَهٗ وَمَا سِوَاهُمَا بِالْوَاوِ وَالضَّمِيْرِ اَوْ بِاَحَدِهِمَا

ترجمہ: اور عامل معنوی پر حال کو مقدم نہیں کیا جائے گا بخلاف ظرف کے، اور اصح قول کے مطابق حال کو مجرور پر بھی مقدم نہیں کیا جائے گا اور ہر وہ اسم جو کسی ہیئت پر دلالت کے اس کا حال واقع ہونا صحیح ہے جیسے ھذا بسرا اطیب منہ رطبا اور کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے پس جملہ اسمیہ واؤ اور ضمیر کے ساتھ حال واقع ہوگا یا تنہا واؤ یا صرف ضمیر کے ساتھ لیکن یہ ضعیف ہے۔ اور مضارع مثبت ہو تو رابطہ صرف ضمیر کے ساتھ ہوگا اور ان دونوں کے علاوہ رابطہ واؤ اور ضمیر کے ساتھ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگا۔

تشریح:

"ولا یتقدم علی العامل المعنوی--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ حال اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا کیونکہ عامل معنوی ایک ضعیف عامل ہے جو اپنے مابعد میں تو عمل کر سکتا ہے لیکن اپنے ماقبل میں نہیں کر سکتا جیسے یہ کہنا تو درست ہے ھٰذَا زَیْدٌ قَائِمًا، لیکن ھٰذَا اسم اشارہ جو عامل معنوی ہے اس پر قَائِمًا حال کو مقدم کر کے قَائِمًا ھٰذَا کہنا درست نہیں ہے۔ لیکن جہاں التباس کا خوف ہو وہاں تقدیم جائز ہے جیسے زَیْدٌ قَائِمًا کَعَمْرٍو قَاعِدًا، یہاں کاف تشبیہ جو عامل معنوی ہے اس پر قَائِمًا کو مقدم کیا گیا ہے اس لئے کہ اگر مقدم نہ کیا جائے اور زَیْدٌ کَعَمْرٍو قَائِمًا قَاعِدًا کہا جائے تو التباس پیدا ہو جائے گا اور معلوم نہ ہو گا کہ ان میں سے کونسا اسم کے لئے حال بن رہا ہے۔

"بخلاف الظرف--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر حال کا عامل ظرف ہو تو ظرف اگرچہ عامل معنوی ہے لیکن اس پر حال کو مقدم کیا جاسکتا ہے جیسے زَیْدٌ قَائِمًا فِي الدَّارِ، یہ اس وجہ سے جائز ہے کہ ظرف کے کثرت وقوع کی وجہ سے اس میں ان چیزوں کی وسعت ہے جو اس کے غیر میں نہیں ہوتی۔

"ولا علی المجرور--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر ذوالحال مجرور ہو چاہے مجرور بحرف الجر ہو یا مجرور بالمضاف ہو دونوں صورتوں میں صحیح قول کے مطابق حال کو ذوالحال پر مقدم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ حال کو مقدم کرنے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اس کو جار اور مجرور دونوں پر مقدم کیا جائے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ رَاكِبًا سے مَرَرْتُ رَاكِبًا بِرَجُلٍ، یہ اس لئے ناجائز ہے کہ جس طرح مجرور کو حرف جر پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح مجرور کے تابع کو بھی اس پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حال کو صرف ذوالحال مجرور پر مقدم کیا جائے اور حرف جر اس سے پہلے ہو جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ رَاكِبًا سے مَرَرْتُ بِرَاكِبًا رَجُل، یہ اس لئے ناجائز ہے کہ ایسی صورت میں حرف جر اور مجرور کے درمیان فاصلہ لازم آجائے گا جو جائز نہیں ہے۔

اسی طرح ذوالحال مجرور بالمضاف ہو تو وہاں بھی حال کو اس پر مقدم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس صورت میں یا تو حال کو مضاف اور مضاف الیہ دونوں پر مقدم کیا جائے گا جیسے جاءتنی ضاربة زید مجردا عن الثیاب کو جاءتنی مجردا عن الثیاب ضاربة زید پڑھنا یہ صورت جائز نہیں ہے کیونکہ حال ذوالحال کا تابع ہوتا ہے اور متبوع یہاں پر مضاف الیہ واقع ہو رہا ہے تو جس طرح خود مضاف الیہ کا مضاف پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے اسی طرح اس کے تابع کا مقدم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

یا پھر حال کو صرف ذوالحال یعنی مضاف الیہ پر مقدم کیا جائے گا اور مضاف اپنی جگہ پر رہے گا یہ بھی ناجائز ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فصل لازم آئے گا جیسے جَاءَتْنِی ضَارِبَۃُ زَیْدٍ مُجَرَّدًا عَنِ الثِّیَابِ کو جاءتنی ضاربۃ مجردا عن الثیاب زیدٍ پڑھنا۔

"وکل ما دل علی ھیئۃ صح ان یقع حالا--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ جمہور نحاۃ پر در کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ اسم مشتق حال واقع ہو سکتا ہے یا اسم جامد نہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو بھی اسم ہیئت پر دلالت کرے وہ حال بن سکتا ہے چاہے وہ اسم جامد ہو یا مشتق، کیونکہ حال سے مقصود فاعل یا مفعول کی حالت بیان کرنا ہے اور یہ مقصود جب جامد سے حاصل ہو جائے تو اسے مؤول بالمشتق بنانے کی ضرورت نہیں جیسے ھٰذَا بُسْرًا اَطْیَبُ مِنْہُ رُطَبًا، میں بُسْر اور رُطَب دونوں اسم جامد ہیں اور حال واقع ہو رہے ہیں کیونکہ یہ صفت بسریت اور رطبیت پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا جب بُسْر اور رُطَب دونوں حالت پر دلالت کر رہے ہیں تو ان کو حال بنانا درست ہے۔

"وقد یکون جملۃ خبریۃ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے چاہے وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ، اب جملہ فعلیہ یا تو مضارع مثبت یا منفی ہوگا یا ماضی مثبت یا منفی ہوگا پس اگر حال جملہ اسمیہ کی صورت میں ہو تو ذوالحال سے جوڑنے کے لئے تین صورتیں بنتی ہیں:

1:۔۔۔واؤ اور ضمیر عائد دونوں بیک وقت ہونگے جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ وَاَبُوْہُ قَائِمٌ

2:۔۔۔صرف واؤ ہوگا جیسے کُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ

3:۔۔۔صرف ضمیر عائد پائی جائے گی جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ ھُوَ رَاکِبٌ، یہ صورت جائز تو ہے لیکن ضعیف بھی ہے کیونکہ عام طور پر کلام کے شروع میں ضمیر نہیں ہوتی بلکہ اس کے آخر میں ہوتی ہے۔

"والمضارع المثبت بالضمیر وحدہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب جملہ مضارع مثبت کی صورت میں ہو تو اس میں رابطہ اور ضمیر عائد کی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ وہاں صرف ضمیر لائی جائی گی جیسے جَاءَ زَیْدٌ یَسْرَعُ۔

"وماسواھما--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ جو مضارع مثبت پر مشتمل ہو اس کے علاوہ مضارع منفی، ماضی مثبت اور ماضی منفی ان تینوں میں رابطہ واؤ اور ضمیر عائد دونوں ہوں گی یا ان میں سے کوئی ایک ہو گی۔

متن: وَلَابُدَّ فِي الْمَاضِي الْمُثْبِتِ مِنْ قَدْ ظَاهِرَةً اَوْمُقَدَّرَةً وَيَجُوْزُ حَذْفُ الْعَامِلِ كَقَوْلِكَ لِلْمُسَافِرِ رَاشِدًا مَهْدِيًّا وَيَجِبُ فِي الْمُؤَكِّدَةِ مِثْلُ زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا اَىْ اَحَقُّهُ وَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ مقرة لِمَضْمُوْنِ جُمْلَةٍ اِسْمِيَّةٍ

ترجمہ: اور ماضی مثبت میں قد لگانا ضروری ہے چاہے ظاہر ہو یا مقدر، اور حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے مسافر کو تیرا کہنا راشدا مھدیا، اور حال مؤکدہ میں حذف عامل واجب ہے جیسے زید ابوك عطوفا، یعنی احقه اور حال مؤکدہ کے لئے شرط ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کے لئے تاکید ہو۔

تشریح:

"ولابد فی الماضی المثبت من قد" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب جملہ ماضی مثبت کی صورت میں حال واقع ہو رہا ہو تو اس کے شروع میں قد لگانا ضروری ہے کیونکہ ماضی گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرتا ہے اور حال موجودہ زمانے پر، لہٰذا ماضی کے شروع میں قد لگا دینے سے ماضی قریب کے معنی میں ہو جائے گا۔ ماضی کے شروع میں قد کا لگانا لفظوں ظاہر ہو یا مقدر ہو دونوں

طرح جائز ہے لفظوں میں ظاہر کی مثال "قَالَ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِيْ عَاقِرٌ"، مقدر کی مثال "أَوْجَاءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ" اَيْ قَدْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ۔

"ویجوز حذف العامل" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کوئی سفر پر جارہا ہو اور اسے کوئی "رَاشِدًا مَهْدِيًّا" کہے، یہ اصل میں "اِذْهَبْ رَاشِدًا مَهْدِيًّا" تھا، اس میں رَاشِدًا اور مَهْدِيًّا دونوں اِذْهَبْ کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہو رہے ہیں اور عامل ان میں سے خود اِذْهَبْ ہے اسے قرینہ حالیہ کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ ہے مخاطب کا سفر پر روانہ ہونا۔

"ویجب فی مؤکدۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر حال مؤکدہ ہو تو اس کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے حال مؤکدہ سے مراد یہ ہے کہ حال کا ذوالحال کے ساتھ ایسا گہرا تعلق ہو کہ عام طور پر وہ اس سے جدا نہ ہو سکتا ہو یعنی وہ حال جو اس معنی کی تاکید کرے جو سابقہ جملے سے سمجھ آرہا ہو جیسے زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا، میں عَطُوْفًا، اَبُوْكَ سے حال واقع ہو رہا ہے اس کا معنی ہے مہربانی، اور مہربانی کا معنی عام طور پر والد میں موجود ہوتا ہے اس سے کبھی جدا نہیں ہوتا اس لئے یہاں عَطُوْفًا کو حال مؤکدہ بنائیں گے اور اس کا عامل اَحَقُّهُ صیغہ واحد متکلم وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔

"وشرطها ان تکون مقررۃ لمضمون جملۃ اسمیۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ حال کے عامل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ کوئی نیا معنی ثابت نہ کر رہا ہو بلکہ ماقبل والے جملہ اسمیہ کے مضمون کو ہی ثابت کر رہا ہو جیسے مذکورہ مثال میں "زَيْدٌ اَبُوْكَ عَطُوْفًا" میں "زَيْدٌ اَبُوْكَ" جملہ اسمیہ ہے اور عطوفیت یعنی مہربانی پہلے سے اس سے سمجھ آرہی تھی پھر "عَطُوْفًا" نے

آکر اس میں اور بھی تاکید پیدا کر دی، چونکہ یہاں یہ شرط پائی جارہی ہے اس لئے اس کے عامل اَحَقّہٗ کو وجوبی طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔

متن: اَلتَّمْيِيْزُ مَا يَرْفَعُ الْاِبْهَامَ الْمُسْتَقِرَّ عَنْ ذَاتٍ مَذْكُوْرَةٍ اَوْ مُقَدَّرَةٍ فَالْاَوَّلُ عَنْ مُفْرَدٍ مِقْدَارٍ غَالِبًا اِمَّا فِي عَدَدٍ نَحْوُ عِشْرُوْنَ دِرْهَمًا وَسَيَاْتِيْ وَاِمَّا فِي غَيْرِهٖ نَحْوُ رِطْلٌ زَيْتًا وَمَنَوَانِ سَمْنًا وَقَفِيْزَانِ بُرًّا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلُهَا زُبْدًا

ترجمہ: تمیز وہ اسم منصوب ہے جو ذات مذکورہ یا ذات مقدرہ سے اس ابہام کو ختم کرے جو اس میں پختہ ہو چکا ہو پس پہلے والا اکثر طور پر مفرد مقدار سے ابہام دور کرتا ہے بہرحال مقدار یا تو عدد میں ہو گی جیسے عشرون درھما اور عنقریب اس کا مزید بیان آئے گا یا عدد کے علاوہ کسی اور چیز میں ہو گی جیسے رطل زیتا، ومنوان سمنا، وقفیزان برا، وعلی التمرۃ مثلھا زبدا

تشریح:

"التمییز ما یرفع الابھام المستقر عن ذات مذکورۃ او مقدرۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منصوبات میں سے تمیز کو بیان فرمارہے ہیں کہ وہ اسم ہے جو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے اایسا ابہام دور کرے جو ان دونوں کے معنی موضوع لہ میں پختہ ہو چکا ہو۔ تمیز کی اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ تمیز کی دو قسمیں ہیں:

1:۔۔۔وہ تمیز جو ذات مذکورہ سے ابہام دو کرے جیسے "عِنْدِيْ رِطْلٌ زَيْتًا" یہاں "زَيْتًا" نے "رِطْلٌ" سے ابہام کو دور کیا ہے جو مذکور ہے۔

2:۔۔۔جو ذات مقدرہ سے ابہام دو کرے جیسے "طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا" اس مثال میں "نَفْسًا" نے ذات مقدرہ یعنی "شَيْء" سے ابہام دور کیا ہے اور وہ مذکور نہیں ہے لہٰذا اصل عبارت یوں بنے گی طَابَ شَيْءٌ مَنْسُوْبٌ اِلٰى زَيْدٍ نَفْسًا۔

"فالاول عن مفرد مقدار غالبا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ تمیز کی پہلی قسم جو ذات مذکورہ سے ابہام دو کرتی ہے وہ ذات مذکورہ اور ممیز اکثر طور پر مفرد ہوا کرتی ہے یعنی جملہ یا شبہ جملہ نہیں ہوتی۔ مقدار سے مراد وہ چیز ہے جس سے مختلف چیزوں کا اندازہ لگایا جاسکے اور ایسی چیزیں پانچ ہیں عدد، کیل، وزن، مساحت اور مقیاس۔ غالباً کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ کبھی یہی مفرد تمیز غیر مقداری چیزوں سے بھی ابہام کو دور کر دیتی ہے جیسے "خَاتَمٌ حَدِیْدًا" اس میں "خَاتَمٌ" ذات مذکورہ کو "مَذْکُوْرَۃً" کے معنی میں لیا جو اگرچہ مفرد تو ہے لیکن مقدار کی مذکورہ قسموں میں سے کوئی قسم نہیں ہے اور پھر اس سے ابہام دور کیا گیا ہے۔

"امافی عدد--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ "عَنْ مُفْرَدٍ مقدار" کی تفصیل اور اس کی بعض اقسام کی مثالیں بیان فرمارہے ہیں فرمایا "امافی عدد" یعنی وہ مقدار یا تو عدد کے ضمن میں ہوگی جیسے "عِشْرُوْنَ دِرْھَمًا" یہ مشابہ بنون جمع کی مثال ہے اور "دِرْھَمًا" نے عدد سے ابہام دور کر دیا ہے۔ "سیأتی" سے فرمارہے ہیں کہ عدد کی تمیز کا ذکر پوری تفصیل کے ساتھ اِنْ شَاءَ اللہ عزوجل اسماءعدد کی بحث میں آئے گا۔

"امافی غیرہ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ وہ مقدار یا غیر عدد کے ضمن میں ہو جیسے "رِطْلٌ زَیْتًا" اصل میں "عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا" تھا، یہاں "زَیْتًا" نکرہ ہے جو ایسی مقدار سے ابہام دور کر رہا ہے جو مقدار وزن کے ذریعے معلوم کی جاتی ہے۔

"مَنَوَانِ سَمَنًا" یہ اصل میں "عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمَنًا" تھا، یہاں "مَنَوَانِ ،مَنٌّ" کا تثنیہ ہے جو اسم مبہم ممیز ہے اور ایسی مقدار ہے جسے وزن کے ساتھ معلوم کیا جاتا ہے اس میں ابہام تھا "سَمَنًا" نے اس کو دور کر دیا۔

"قَفِیْزَانِ بُرًّا" یہ اصل میں "عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا" تھا، یہاں "قَفِیْزَانِ، قَفِیْزٌ" کا تثنیہ ہے جو ایک خاص قسم کا پیمانہ ہے اس میں ابہام تھا جو برا نے ختم کر دیا۔

"عَلَی التَّمْرَۃِ مِثْلُھَا زَبَدًا" اس مثال میں "مِثْلُھَا" اسم تام مبہم ہے اور ایسی مقدار ہے جسے اندازے سے معلوم کیا جاتا ہے تو "زَبَدًا" اسم نکرہ نے اس ابہام کو دور کر دیا۔

متن: فَیُفْرِدُ اِنْ کَانَ جِنْسًا اِلَّا اَنْ یُّقْصَدَ الْاَنْوَاعُ وَیُجْمَعُ فِیْ غَیْرِہٖ ثُمَّ اِنْ کَانَ بِتَنْوِیْنٍ اَوْ بِنُوْنِ التَّثْنِیَۃِ جَازَتِ الْاِضَافَۃُ وَاِلَّا فَلَا وَعَنْ غَیْرِ مِقْدَارٍ مِثْلُ خَاتَمٌ حَدِیْدًا وَالْخَفْضُ اَکْثَرُ

ترجمہ: پھر اسم تمیز اگر جنس ہو تو ہمیشہ کے لئے اسے مفرد لایا جائے گا لیکن ہاں اگر جنس ہو لیکن اس سے مختلف انواع کا ارادہ کیا جائے تو پھر اسے ضمیر کے مطابق لایا جائے گا اور جنس کے علاوہ میں اس کو جمع لایا جائے گا پھر اگر تمیز تنوین یا نون تثنیہ سے تام ہو رہا ہو تو اس کی اضافت جائز ہو گی اور اگر ان دونوں سے تام نہ ہو تو پھر اس کی اضافت جائز نہیں ہو گی اور اسی طرح تمیز اس مفرد سے بھی ابہام دور کرتی ہے جو مقدار نہ ہو جیسے خاتم حدیدا، لیکن ایسی صورتوں میں تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے۔

تشریح:

"فیفرد ان کان جنسا الا ان یقصد الانواع ویجمع فی غیرہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے غیر عدد کی تمیز کب مفرد ہو گی اور کب تثنیہ اور کب جمع؟

اگر غیر عدد کی تمیز جنس ہو تو اس کو مفرد لایا جائے گا اگرچہ اسم تام یعنی ممیز تثنیہ یا جمع ہو کیونکہ جنس کا اطلاق قلیل وکثیر سب پر یکساں ہوتا ہے بشرطیکہ وہ تاء وحدت سے خالی ہو جیسے عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا، عِنْدِیْ رِطْلَانِ زَیْتًا اور عِنْدِیْ اَرْطَالٌ زَیْتًا۔

اگر تمیز جنس ہو تو ہمیشہ مفرد لائی جائے گی لیکن اگر جنس سے مختلف قسم کے انواع واقسام مراد لینے ہوں تو اس صورت میں انہیں انواع واقسام کی مناسبت سے اسے تثنیہ وجمع لایا جا سکتا ہے مثلاً اگر اس جنس سے ایک قسم مراد ہو تو مفرد، دو مراد ہوں

تو تثنیہ اور زیادہ مراد ہوں تو جمع لایا جائے گا جیسے "عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا" میرے پاس ایک قسم کا تیل ہے "عِنْدِیْ رِطْلَانِ زَیْتَیْنِ" میرے پاس دو قسم کے تیل ہیں، "عِنْدِیْ اَرْطَالٌ زَیُوْتًا" میرے پاس کئی قسم کے تیل ہیں۔

اور اگر تمیز اسم جنس نہ ہو تو اس کو تثنیہ اور جمع لایا جاسکتا ہے جیسے عِنْدِیْ عَدْلٌ ثَوْبًا، عِنْدِیْ عَدْلٌ ثَوْبَیْنِ اور عِنْدِیْ عَدْلٌ اَثْوَابًا۔

"ثم ان کان بتنوین اوبنون التثنیۃ جازت الاضافۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر اسم ممیز تنوین یا نون تثنیہ کے ساتھ ہو تو تخفیف کے لئے تمیز کی طرف اس کی اضافت کرنا ہو تو جائز ہے جیسے عِنْدِیْ رِطْلٌ زَیْتًا سے عِنْدِیْ رِطْلُ زَیْتٍ، "عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمْنًا" سے "عِنْدِیْ مَنَوَانِ سَمَنٍ" اور "عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرًّا" سے "عِنْدِیْ قَفِیْزَانِ بُرٍّ"۔ اور اگر ممیز اسم تنوین اور نون تثنیہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور چیز سے ہو مثلاً مشابہ بنون الجمع یا اضافت اسم تام ہو رہا ہو تو ایسی صورت میں تمیز کی طرف اس کی اضافت صحیح نہیں ہوگی جیسے عندی عشرون درھما سے عندی عشرون درھما اور علی التمرۃ مثلھا زبدا سے علی التمرۃ مثلھا زبد۔

"وعن غیر مقدار مثل خاتم حدیدا والخفض اکثر" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ ذات مذکورہ سے ابہام دور کرنے والی تمیز عام طور پر مفرد مقدار سے ابہام دور کرتی ہے لیکن کبھی مفرد غیر مقدار سے بھی ابہام دور کرتی ہے جیسے "خَاتَمُ حَدِیْدًا"۔ مفرد غیر مقدار تمیز کا اعراب اکثر طور پر مجرور ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں ممیز کی اضافت تمیز کی طرف ہوتی ہے لہٰذا تمیز مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگی جیسے خَاتَمُ حَدِیْدٍ۔

متن: وَالثَّانِیْ عَنْ نِسْبَةٍ فِیْ جُمْلَةٍ اَوْمَاضَاهَاهَا مِثْلُ طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا وَزَیْدٌ طَیِّبٌ اَبًا اَبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا اَوْفِیْ اِضَافَةٍ مِثْلُ یُعْجِبُنِیْ طِیْبُهُ اَبًا اَوْ اَبُوَّةً وَدَارًا وَعِلْمًا وَلِلّٰهِ دَرُّهُ فَارِسًا

ترجمہ: اور دوسری قسم اس نسبت سے ابہام دور کرتی ہے جو جملہ یا شبہ جملہ میں ہو جیسے طاب زید نفسا اور زید طیب ابا وابوۃ ودارا وعلما، یا اس نسبت سے جو اضافت میں ہو جیسے یعجبنی طیبہ ابا وابوۃ ودارا وعلما وللہ درہ فارسا، یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اس کی خیر کثیر باعتبار شہسوار ہونے کے۔

تشریح:

"والثانی عن نسبۃ فی جملۃ او ما ضاھاھا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ تمیز کی دوسری قسم وہ ہے جو اس نسبت سے ابہام دور کرے جو جملہ یا شبہ جملہ میں ہو جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا، اس میں منسوب الیہ زید ہے اور وہ چیز جس کی نسبت زید کی طرف کی جارہی ہے اس میں ابہام تھا کہ وہ کیا چیز ہے تو "نَفْسًا" نے اس ابہام کو دور کر دیا اس کا معنی یہ ہوگا کہ زید اچھا ہے اپنی ذات کے اعتبار سے، اور شبہ جملہ کی مثال "زَیْدٌ طَابَ اَبًا" اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ زید اچھا باپ ہے اور دوسرا یہ کہ زید کا باپ اچھا ہے۔ قرینہ دیکھ کر معنی کریں گے مثلاً زید کو اپنی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے جب کوئی کہے "زَیْدٌ طَیِّبٌ اَبًا" تو معنی ہوگا زید اچھا باپ ہے۔ اور جب زید کے والد کو زید کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے کوئی کہے "زَیْدٌ طَیِّبٌ اَبًا" تو معنی ہوگا زید کا باپ اچھا ہے۔

شبہ جملہ کی دوسری مثال زَیْدٌ طَیِّبٌ اَبَوَۃً اسی کی دوسری مثال جملہ فعلیہ کے لئے بھی بن سکتی ہے جیسے طَابَ زَیْدٌ اَبَوَۃً تیسری مثال زَیْدٌ طَیِّبٌ دَارًا اور طَابَ زَیْدٌ دَارًا چوتھی مثال زَیْدٌ طَیِّبٌ عِلْمًا اور طَابَ زَیْدٌ عِلْمًا۔

"او فی اضافۃ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ تمیز کی قسم ثانی وہ ہے جو اس نسبت سے ابہام دور کرے جو جملہ فعلیہ میں ہو یا شبہ جملہ میں یا مضاف میں ہو جیسے یُعْجِبُنِی طَیِّبُہٗ اَبًا۔۔یا۔۔اَبَوَۃً۔۔یا۔۔دَارًا۔۔یا۔۔عِلْمًا۔ یہاں شبہ جملہ کی

اضافت ضمیر کی طرف ہوئی ہے اوراس میں ابہام تھاتواَبًا،اَبُوَّۃً،دَارًااورعِلْمًامیں سے ایک ایک نے آکراس ابہام کو دور کر دیا ہے۔

"وللہ درہ فارسا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ جمہور نحاۃ پر رد کر رہے ہیں کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ تمیز کے لئے اسم جامد کا ہونا ضروری ہے یہاں تک کہ اگر کہیں اسم مشتق تمیز کی صورت میں آیا ہو تو یہ حضرات اس کو تمیز نہیں بناتے بلکہ اس کو حال بنا دیتے ہیں تو مصنف علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمیز کے لئے اسم جامد کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ ہر وہ اسم جو ابہام کو دور کر رہا ہو اسے تمیز بنانا جائز ہے چاہے اسم جامد ہو یا اسم مشتق جیسے "وَلِلّٰہِ دَرُّہٗ فَارِسًا"،میں "فَارِسًا" صیغہ اسم فاعل تمیز واقع ہوا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ علماء نحاۃ اس بات کے قائل ہیں کہ تمیز اگر اسم ضمیر سے واقع ہو تو وہ قسم اول کی تمیز ہو گی جبکہ مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ ضمیر سے واقع شدہ تمیز پر فوراً ایسا حکم لگانا کہ یہ ذات مذکورہ کی تمیز ہو گی مناسب نہیں ہے بلکہ اس میں اگر کچھ تفصیل بیان کر کے حکم لگایا جائے تو مناسب ہو گا وہ اس طرح کہ ضمیر کا مرجع اگر معلوم ہو تو ذات مقدرہ سے تمیز واقع ہو گی اس لئے کہ حقیقت میں ممیز ضمیر نہیں ہوتی بلکہ اس کی مرجع ہوتی ہے اور وہ یہاں مذکور نہیں،اور اگر مرجع معلوم نہ ہو تو اس وقت تمیز ذات مذکورہ سے واقع ہو گی اس لئے کہ اس حالت میں ضمیر مبہم ہوتی ہے اور وہ مذکور ہے اور اسی سے تمیز واقع ہے۔

متن: ثُمَّ اِنْ كَانَ اِسْمًا يَصِحُّ جَعْلُهُ لِمَا اِنْتَصَبَ عَنْهُ جَازَ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ وَلِمُتَعَلِّقِهِ وَاِلَّا فَهُوَ لِمُتَعَلِّقِهِ فَيُطَابِقُ فِيْهِمَا مَا قُصِدَ اِلَّا اِذَا كَانَ جِنْسًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ يُقْصَدُ الْاَنْوَاعُ وَاِنْ كَانَتْ صِفَةً كَانَتْ لَهُ وَطِبْقَهُ وَاحْتَمَلَتِ الْحَالَ وَلَا يَتَقَدَّمُ التَّمْيِيْزُ عَلٰى عَامِلِهِ وَالْاَصَحُّ اَنْ لَّا يَتَقَدَّمَ عَلَى الْفِعْلِ خِلَافًا لِلْمَازِنِيْ وَالْمُبَرَّدِ

ترجمہ: پھر اگر تمیز ایسا اسم ہو جس کا اطلاق منتصب عنہ پر صحیح ہو تو جائز ہے کہ منتصب عنہ اوراس کے متعلق میں سے ہر ایک کے لئے قرار دے سکیں ورنہ وہ متعلق کے لئے ہی ہو گی پس تمیز ان دونوں صورتوں میں مطابق ہو گی اس کا جس کا قصد کیا گیا ہو مگر یہ کہ تمیز اگر صفت ہو تو منتصب عنہ کے لئے ہی ہو گی اوراس کے مطابق ہو گی اور حال کا احتمال بھی رکھے

گی،اور تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہو سکتی اور صحیح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہیں ہو سکتی امام مازنی اورامام مبرد کا اس میں اختلاف ہے۔

تشریح:

"ثم ان کان اسما یصح جعلہ لما انتصب عنہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ تمیز دو حال سے خالی نہیں یا تو اسم ہو گی یا صفت، اگر صفت ہو تو منتصب عنہ یعنی ممیز کے ساتھ خاص ہو گی اور واحد، تثنیہ اور جمع اور تذکیر و تانیث میں منتصب عنہ یعنی ممیز کے مطابق ہو گی۔

اور اگر تمیز ایسا اسم ہو جو منتصب عنہ کے ساتھ خاص تو نہ ہو لیکن منتصب عنہ پر اس کا اطلاق درست ہو یعنی منتصب عنہ کو مبتدا اور اس اسم کو اس کے لئے خبر بنانا درست ہو اس اسم میں یہ جائز ہے کہ قرائن پائے جانے کی وجہ سے کبھی منتصب عنہ کے لئے ہو اور کبھی منتصب عنہ کے متعلق کے لئے ہو جیسے طَابَ زَیْدٌ اَبًا، یہاں "اَبًا" ایسا اسم ہے جو زید کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اس کا اطلاق زید پر بھی درست ہے یعنی "زَیْدٌ اَبٌ" کہنا بھی درست ہے اور زید کے متعلق کے لئے بھی کہنا درست ہے یعنی "بَکْرٌ اَبٌ" کہنا بھی درست ہے جبکہ بکر زید کا باپ ہو، لہٰذا "اَبًا" کا منتصب عنہ اور متعلق منتصب عنہ دونوں سے تمیز بنانا درست ہے۔ اگر زید کو اولاد کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے کسی نے دیکھ کر کہا "طَابَ زَیْدٌ اَبًا" تو یہ قرینہ ہے کہ "اَبًا" منتصب عنہ کی تمیز ہے اور معنی ہو گا زید اچھا باپ ہے، اور اگر زید کے باپ کو زید کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے کہا "طَابَ زَیْدٌ اَبًا" تو یہ قرینہ ہے کہ "اَبًا" منتصب عنہ کے متعلق کی تمیز ہے اور معنی ہو گا زید کا باپ اچھا ہے۔

اگر تمیز ایسا اسم ہو جو منتسب عنہ کے ساتھ خاص بھی نہ ہو اور اس کا اطلاق منتسب عنہ پر درست بھی نہ ہو تو وہ تمیز منتصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہو گی جیسے "طَابَ زَیْدٌ عِلْمًا" یہاں "عِلْم" کا اطلاق "زید" پر صحیح نہیں ہے کیونکہ "زَیْدٌ عِلْمٌ" نہیں کہا جا سکتا لہٰذا یہ تمیز منتصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہو گی جو "طَابَ زَیْدٌ" میں مقدر ہے تقدیری عبارت یوں بنے گی "طَابَ شَیْءٌ مَنْسُوْبٌ اِلٰی زَیْدٍ عِلْمًا"۔

"فیطابق فیھما الا اذا کان جنسا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ تمیز منتصب عنہ کے لئے ہو یا منتصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص ہو دونوں صورتوں میں تمیز مقصود کے مطابق لائی جائیگی، اگر مقصود افراد ہو تو تمیز مفرد اور اگر مقصود تثنیہ و جمع ہوں تو تمیز بھی تثنیہ و جمع لائی جائیگی۔

منتصب عنہ کے ساتھ خاص تمیز کی مثالیں: طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا، طَابَ الزَّیْدَانِ نَفْسَیْنِ، طَابَ الزَّیْدُوْنَ نُفُوْسًا۔

منتصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص تمیز کی مثالیں: طَابَ زَیْدٌ دَارًا، طَابَ الزَّیْدَانِ دَارَیْنِ، طَابَ الزَّیْدُوْنَ دِیَارًا۔

دونوں کے احتمال کی مثالیں: طَابَ زَیْدٌ اَبًا، طَابَ الزَّیْدَانِ اَبَوَیْنِ، طَابَ الزَّیْدُوْنَ آبَاءً۔

کبھی منتصب عنہ کی موافقت کے لئے تمیز تثنیہ و جمع لائی جاتی ہے جیسے طَابَ زَیْدٌ اَبًا، طَابَ الزَّیْدَانِ اَبَوَیْنِ، طَابَ الزَّیْدُوْنَ آبَاءً، اور کبھی تمیز میں ایسا معنی پایا جاتا ہے جو اس کے تثنیہ و جمع ہونے کا تقاضا کرتا ہے جیسے طَابَ زَیْدٌ اَبًا، یہ اس وقت ہے جب صرف زید کا والد مراد ہو اور اگر زید کے والد اور دادا مراد ہوں تو یوں کہا جائے گا طَابَ زَیْدٌ اَبَوَیْنِ، اور اگر زید کے آباء واجداد مراد ہوں تو کہوں کہا جائے گا طَابَ زَیْدٌ آبَاءً۔

اگر تمیز جنس ہو تو پھر تثنیہ و جمع لانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جنس کا اطلاق قلیل و کثیر سب پر ہوتا ہے جیسے طَابَ زَیْدٌ اَوِ الزَّیْدَانِ اَوِ الزَّیْدُوْنَ عِلْمًا، لیکن اگر اس جنس سے انواع مراد ہوں تو مقصود کے مطابق لائی جائے گی جیسے طَابَ الزَّیْدُوْنَ عِلْمَیْنِ، طَابَ الزَّیْدُوْنَ عُلُوْمًا۔

"وان کان صفۃ کانت لہ وطبقہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر تمیز اسم ذات نہ ہو بلکہ اسم صفت یعنی اسماء مشتقہ میں سے ہو تو اس کو منتصب عنہ کے لئے ہی تمیز بنایا جائے گا کیونکہ صفت کے لئے موصوف کا ہونا ضروری ہے اور منتصب عنہ اپنے متعلق کے مقابلے میں یہاں حقدار ہے کہ اسے موصوف بنایا جائے۔ اس تمیز کو اپنے منتصب عنہ کے ساتھ افراد، تثنیہ اور جمع میں موافق

لایاجائے گاکیونکہ موصوف اورصفت کے درمیان مطابقت ضروری ہوتی ہے جیسے طَابَ زَیْدٌوَالِدًا،طَابَ زَیْدٌفَارِسًا،طَابَ الزَّیْدَانِ فَارِسَیْنِ،طَابَ الزَّیْدُوْنَ فَارِسَیْنِ۔

"واحتملت الحال"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ تمیز اسماءِ مشتقہ میں سے کوئی ایک ہوتوعام قاعدہ یہ ہے کہ اسے منتصب عنہ کے لئے صفت بنایاجائے گالیکن ایک احتمال یہ بھی ہوتاہے کہ اسے ماقبل منتصب عنہ کے لئے حال بنایاجاسکتاجائے جیسے "طَابَ زَیْدٌفَارِسًا"میں "فَارِسًا"کوزَیْدٌ کے لئے تمیز بھی بنایاجاسکتاہے اس صورت میں عبارت یہ ہوگی "طَابَ زَیْدٌمِنْ حَالِ کَوْنِہٖ فَارِسًا"نیز اس کوحال بھی بنایاجاسکتاہے اس صورت میں اس کی عبارت یوں ہوگی "طَابَ زَیْدٌحَالَ کَوْنِہٖ فَارِسًا"۔

"ولایتقدم علی عامله"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ تمیز اپنے عامل یعنی ممیز پر مقدم نہیں ہوسکتی،کیونکہ تمیز کاعامل اسم تام ہوتاہے جوکمزور عامل ہے اس لئے اگر تمیز اس کے بعد ہوتب تواس میں عمل کرسکتاہے لیکن اگر تمیز اسے سے مقدم ہوتواس میں عمل نہیں کرسکتالہٰذا "عِنْدِیْ عِشْرُوْنَ دِرْھَمًاوَکُتُبًا"کے بجائے "عِنْدِیْ دِرْھَمًاعِشْرُوْنَ"اور"عِنْدِی کُتُبًاعِشْرُوْنَ"نہیں کہاجاسکتا۔

"الاصح ان لایتقدم علی الفعل"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ جہاں تمیز کاعامل فعل ہوتویہ اگرچہ قوی عامل ہے لیکن پھر بھی تمیز اس کے لئے بمنزلہ فاعل کے ہوتاہے توجس طرح فاعل اپنے فعل پر مقدم نہیں ہوسکتااسی طرح تمیز بھی اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوسکتایہ جمہور کامسلک ہے۔جبکہ امام مازنی اورامام مبرد کہتے ہیں کہ جہاں تمیز کاعامل فعل صریح ہوتواس میں ہماراقول یہ ہے کہ تمیز اپنے عامل پر مقدم ہوسکتی ہے کیونکہ فعل صریح قوی عامل ہے لہٰذااس کامعمول چاہے اس پر مقدم ہویامؤخر بہر صورت یہ

اس میں عمل کرے گا جیسے طَابَ زَیْدٌ نَفْسًا سے نَفْسًا طَابَ زَیْدٌ پڑھنا جمہور کے نزدیک ناجائز اور ان دونوں حضرات کے نزدیک جائز ہے۔

متن: اَلْمُسْتَثْنٰی مُتَّصِلٌ وَمُنْقَطِعٌ فَالْمُتَّصِلُ هُوَالْمُخْرَجُ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا وَالْمُنْقَطِعُ الْمَذْكُوْرُ بَعْدَهَا غَيْرُ مُخْرَجٍ وَهُوَ مَنْصُوْبٌ اِذَا كَانَ بَعْدَ اِلَّا غَيْرَ الصِّفَةِ فِي كَلَامٍ مُوْجَبٍ اَوْ مُقَدَّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ اَوْ مُنْقَطِعًا فِي الْاَكْثَرِ اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا فِي الْاَكْثَرِ اَوْ مَا خَلَا وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلَا يَكُوْنُ

ترجمہ: مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں مستثنیٰ متصل اور منقطع، پس متصل وہ اسم ہے جو نکالا گیا ہو متعدد سے لفظی طور پر یا تقدیری طور پر الا اور اس کے اخوات کے ذریعے اور مستثنیٰ منقطع وہ اسم ہے جو الا کے بعد ذکر کیا گیا ہو لیکن متعدد سے نکالا نہ گیا ہو اور وہ منصوب ہو گا جب الا غیر صفتی کے بعد کلام موجب میں ہو یا مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو یا مستثنیٰ منقطع ہو اکثر لغات یا اکثر نحویوں کے نزدیک، یا خلا اور عدا کے بعد اکثر استعمالات میں ہو یا ماخلا، ماعدا، لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو۔

تشریح:

اَلْمُسْتَثْنٰی مُتَّصِلٌ وَمُنْقَطِعٌ" کی وضاحت:

مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں: متصل اور منقطع۔

مستثنیٰ متصل وہ اسم ہے جو "الّا" یا اس کے اخوات کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو، پھر متعدد یعنی مستثنیٰ منہ مذکور ہو یا غیر مذکور، مذکور کی مثال: جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا، اور غیر مذکور کی مثال: مَا جَاءَنِي اِلَّا زَيْدٌ۔

مستثنیٰ منقطع وہ اسم ہے جو "اِلاّ" اور اسکے اخوات کے بعد واقع ہو اور متعدد سے نہ نکالا گیا ہو، جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا

وَهُوَ مَنْصُوْبٌ..الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مستثنیٰ کا اعراب بیان کر رہے ہیں کہ پانچ صورتوں میں مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے:

1:　جب مستثنیٰ کلام موجب میں الا غیر صفتی کے بعد کلام موجب میں ہو جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ إِلَّا زَيْدًا

اِلَّا کی قسمیں:

"اِلاّ" دو طرح کا ہوتا ہے صفتی اور استثنائی۔

صفتی یعنی وہ اِلَّا جو صفت بنے، اس صورت میں مابعد پر موصوف کی مطابقت کی وجہ سے صفت والا اعراب پڑھا جائے گا۔ جیسے جَاءَنِي رِجَالٌ اِلَّا زَيْدٌ، رَاَيْتُ رِجَالًا اِلَّا زَيْدًا، مَرَرْتُ بِرِجَالٍ اِلَّا زَيْدٍ۔

استثنائی یعنی وہ الا جو استثناء کے لیے استعمال ہو، اگر الا استثنائی ہو اور کلام موجب میں ہو یعنی ایسے کلام میں ہو جس میں نہی، نفی، استفہام نہ ہو، تو مابعد منصوب پڑھا جائے گا۔

2:　مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ پر مقدم کیا گیا ہو جیسے مَا جَاءَنِي اِلَّا زَيْدًا اَحَدٌ

3:　مستثنیٰ منقطع اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہوتا ہے چاہے کلام موجب میں واقع ہو جیسے جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا، یا کلام غیر موجب میں واقع ہو جیسے مَا جَاءَنِي الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا

4:　جب مستثنیٰ خلا اور عدا کے بعد واقع ہو تو اکثر نحویوں کے نزدیک منصوب ہو گا جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدًا اَوْ عَدَا زَيْدًا

5:　جب مستثنیٰ ماخلا، ماعدا، لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو تو منصوب ہو گا جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ مَا خَلَا زَيْدًا اَوْ مَا عَدَا زَيْدًا، جَاءَنِي الْقَوْمُ لَيْسَ زَيْدًا اَوْ لَا يَكُوْنُ زَيْدًا

متن: وَيَجُوْزُ فِيْهِ النَّصْبُ وَيُخْتَارُ الْبَدَلُ فِي مَا بَعْدَ اِلَّا فِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَذُكِرَ الْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ مِثْلُ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ وَاِلَّا قَلِيْلًا وَيُعْرَبُ عَلٰى حَسْبِ الْعَوَامِلِ اِذَا كَانَ الْمُسْتَثْنٰى

مِنْهُ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ وَهُوَ فِي غَيْرِ مُوْجَبٍ لِيُفِيْدَ مِثْلُ مَا ضَرَبَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ اِلَّا اَنْ يَّسْتَقِيْمَ الْمَعْنٰى

مِثْلُ قَرَءْتُ اِلَّا يَوْمَ كَذَا وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ مَا زَالَ زَيْدٌ اِلَّا عَالِمًا

ترجمہ: اوراس میں نصب بنانا جائز ہے اور بدل بنانا مختار ہے اس صورت میں جب مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے مافعلوہ الا قلیل اورالاقلیلا اوراس کو اعراب دیا جائے گا عوامل کے مطابق جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو درحال کہ مستثنیٰ کلام غیر موجوب میں ہو تا کہ وہ فائدہ دے سکے جیسے ضربنی الازید، مگر جب معنی صحیح ہو جیسے قرءت الا یوم کذا، اوراسی وجہ سے مازال زید الا عالما جائز نہیں ہے۔

تشریح:

وَيَجُوْزُ فِيْهِ النَّصَبُ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں "اِلَّا" کے بعد واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو تو اس پر دو اعراب جائز ہیں:

نصب، مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے جیسے مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلًا

رفع، اس وجہ سے کہ قلیل، فعلوہ کی ضمیر سے بدل ہے یعنی یوں پڑھ سکتے ہیں "مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ"۔

اور یہ بدل ہی مختار ہے کہ اس کا منصوب ہونا مفعول کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ہو گا اور بدل ہونے کی صورت میں اس کا اعراب بلاواسطہ ہو گا اور جو اعراب بلاواسطہ ہو وہ اس سے مختار ہوتا ہے جو بلاواسطہ نہ ہو۔

وَيُعْرَبُ عَلٰى حَسَبِ الْعَوَامِلِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کررہے ہیں کہ جب مستثنیٰ "الا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہو گا یعنی اگر عامل رفع کا تقاضہ کرے تو مستثنیٰ مرفوع ہو گا اور اگر نصب کا تقاضہ کرے تو منصوب ہو گا اور اگر عامل جار ہو تو مجرور ہو گا۔ جیسے مَا ضَرَبَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ، مَا رَاَيْتُ اِلَّا زَيْدًا، مَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَيْدٍ

لِيُفِيْدَ مِثْلُ ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کلام غیر موجب کی شرط لگانے کی علت بیان کر رہے ہیں کہ یہ شرط اس لیے لگائی ہے تا کہ کلام صحیح معنی دے جیسے مَاضَرَبَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ، ورنہ اگر کلام غیر موجب کی شرط نہ لگائیں اور یوں کہیں ضَرَبَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ تو معنی درست نہیں رہے گا کیونکہ پھر معنی ہو گا کہ "مجھے سوائے زید کے سب نے مارا" حالانکہ تمام لوگوں کا ایک مقام پر جمع ہونا اور مارنا، ممکن نہیں ہے۔

"اِلَّا اَنْ يَّسْتَقِيْمَ الْمَعْنٰى ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کلام موجب میں معنی درست ہوتا ہو تو کلام موجب میں مستثنٰی کا اعراب عامل کے مطابق ہو گا جیسے "قَرَأْتُ اِلَّا يَوْمَ كَذَا" کہ میں نے فلاں دن کے علاوہ تمام ایام پڑھا، پس اس صورت میں معنی درست ہے، لیکن "مَا زَالَ زَيْدٌ اِلَّا عَالِمًا" کی مثال دینا درست نہیں ہے کیونکہ زَالَ نفی کے معنی پر مشتمل ہے اور شروع میں مانافیہ بھی ہے، لہٰذا نفی، نفی مل کر اثبات کا معنی دینگے پس معنی ہو گا کہ زید صفتِ علم کے علاوہ تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا، اور یہ معنی درست نہیں ہے کیونکہ ایک ہی ذات میں تمام صفات متضادہ ہوں یا غیر متضادہ، ممکنہ ہوں یا غیر ممکنہ، جمع ہونا محال ہے۔

متن: وَاِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ فَعَلَى الْمَوْضِعِ مِثْلُ مَا جَاءَنِيْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا زَيْدٌ وَلَا اَحَدَ فِيْهَا اِلَّا عَمْرٌو وَمَا زَيْدٌ شَيْئًا اِلَّا شَيْءٌ لَا يُعْبَأُ بِهٖ لِاَنَّ مِنْ لَا تُزَادُ بَعْدَ الْاِثْبَاتِ وَمَا وَلَا لَا تُقَدَّرَانِ عَامِلَتَيْنِ بَعْدَهٗ لِاَنَّهُمَا عَمِلَتَا لِلنَّفْيِ وَقَدِ انْتَقَضَ النَّفْيُ بِاِلَّا بِخِلَافِ لَيْسَ زَيْدٌ شَيْئًا اِلَّا شَيْئًا لِاَنَّهَا عَمِلَتْ لِلْفِعْلِيَّةِ فَلَا اَثَرَ فِيْهَا لِنَقْضِ مَعْنَى النَّفْيِ لِبَقَاءِ الْاَمْرِ الْعَامِلَةِ هِيَ لِاَجْلِهٖ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ لَيْسَ زَيْدٌ اِلَّا قَائِمًا وَامْتَنَعَ مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمًا وَمَخْفُوْضٌ بَعْدَ غَيْرٍ وَسِوٰى وَسِوَاءٍ وَبَعْدَ حَاشَا فِي الْاَكْثَرِ

ترجمہ: اور جب باعتبار لفظ بدل بنانا متعذر ہو تو باعتبار محل کے بدل بنے گا جیسے ماجاءنی من احد الا زید، ولا احد فیھا الا عمرو، ومازید شیئا الا شیء لایعبابہ، اس لئے کہ اثبات کے بعد من نہیں لایا جاتا اور ما اور لا عامل ہونے کی صورت میں مقدر نہیں مانے جاتے (اثبات کے بعد) اس لئے کہ یہ دونوں نفی کی وجہ سے عمل کررہے تھے اور یقیناً الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ گئی ہے، بخلاف لیس زید شیئا الا شیئا کے، اس لئے کہ لیس فعل ہونے کی وجہ سے عامل تھا اور معنی نفی کے ٹوٹنے سے اس کے عمل میں کوئی اثر نہیں پڑا، اس لئے کہ وہ امر ابھی تک باقی ہے جس کی وجہ سے لیس عمل کررہا تھا اور اسی وجہ سے لیس زید الا قائما جائز ہے اور مازید الا قائما منع ہے۔ اور مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے غیر، سوی اور سواء کے بعد، اور حاشا کے بعد اکثر استعمالات میں۔

تشریح:

وَإِذَا تَعَذَّرَ الْبَدَلُ عَلَى اللَّفْظِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جب مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو نصب پڑھنا جائز اور بدل مختار تھا لیکن اس صورت میں اگر مستثنیٰ کا ماقبل کے لفظ سے بدل ماننا متعذر ہو تو اس کو ماقبل کے موضع اور محل سے بدل بنالیا جائے گا جیسے **مَا جَاءَنِيْ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا زَيْدٌ وَلَا أَحَدَ فِيْهَا إِلَّا عَمْرٌو وَمَا زَيْدٌ شَيْئًا إِلَّا شَيْءٌ لَا يُعْبَأُ بِهِ**، ان تینوں مثالوں میں مستثنیٰ کو ماقبل سے بدل نہیں بناسکتے کیونکہ پہلی مثال میں اگر ماقبل کے لفظ سے بدل بنائیں گے تو من کا کلام موجب میں آنا لازم آئے گا حالانکہ من کلام موجب میں نہیں آتا اور یہ کلام موجب اس طرح ہے کہ نفی کے بعد **إِلَّا** داخل ہوگیا تو اس نے نفی کے معنی کو ختم کردیا لہٰذا اب کلام موجب بن گیا، اور چونکہ بدل تکرارِ عامل کا تقاضا کرتا ہے اس لیے اب تقدیری عبارت یوں ہوگی " **جَاءَنِيْ مِنْ زَيْدٍ**"، یہاں کلام موجب میں من کا آنا بھی لازم آگیا اور مستثنیٰ مجرور بھی ہوگیا لہٰذا اس وجہ سے ہم نے زید کو احد کے لفظ سے نہیں بلکہ اس کے محل سے بدل بنالیا چونکہ احد محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ فعل کا فاعل ہے اس وجہ سے زید کو بھی رفع دیدیا۔

دوسری مثال میں عمرو کو اس وجہ سے احد کے لفظ سے بدل نہیں بناسکتے کہ ماولا مشبہتان بلیس اور لائے نفی جنس کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ان کی نفی ختم ہوجائے تو یہ عمل نہیں کرسکتے اور یہاں چونکہ ان کی نفی استثناء کی وجہ سے ختم ہوگئی ہے اس لیے عمل نہیں کرسکتے۔ اس اس مثال میں احد، مفتوح ہے لائے نفی جنس کا اسم ہونے کی بناء پر لیکن یہ لا، عمرو پر عمل نہیں کرسکتا کیونکہ **إِلَّا** نے آکر اس کی نفی کو ختم کردیا ہے اور بدل کی صورت میں چونکہ بدل تکرار عامل کا تقاضا کرتا ہے

اس لیے یہاں لا کو مقدر ماننا پڑے گا۔ جبکہ قاعدہ ہے کہ ما اور لا مقدر ہو کر عمل نہیں کرتے اس وجہ سے عمرو کو احد کے محل سے بدل بنالیا اور مرفوع کر دیا کیونکہ احد ابتداء کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔

تیسری مثال "مَازَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْءٌ لَا یُعْبَأُ بِهٖ" میں "شَیْءٌ" بدل ہے "شَیْئًا" سے اور مرفوع ہے "شَیْئًا" کے محل پر محمول ہے۔

بِخِلَافِ لَیْسَ زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ جس کے عمل کے لیے سبب نفی نہ ہو بلکہ کوئی اور چیز ہو تو اس صورت میں نفی کے ختم ہونے کے باوجود عمل کرے گا جیسے "لَیْسَ زَیْدٌ شَیْئًا اِلَّا شَیْئًا" کہ یہاں اِلَّا کی وجہ سے لیس کی نفی ختم ہو گئی ہے اس کے باوجود لیس نے عمل کیا ہے کیونکہ لیس اگرچہ نفی کے لیے آتا ہے مگر عمل نفی کی وجہ سے نہیں بلکہ فعلیت کی وجہ سے کرتا ہے، اس وجہ سے لیس نے نفی کے ختم ہونے کے باوجود عمل کیا ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ جَازَ لَیْسَ زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جو نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا مگر اس میں نفی پائی جاتی ہے تو اس کی نفی ختم ہونے کے باوجود وہ عمل کرتا ہے اور جو نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہو تو وہاں نفی کے ختم ہونے سے اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے اس قاعدے کی وجہ سے "لَیْسَ زَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا" کی مثال درست ہے کیونکہ لیس نفی کی وجہ سے نہیں بلکہ فعلیت کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور "مَازَیْدٌ اِلَّا قَائِمًا" کی مثال درست نہیں ہے کیونکہ ما نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے تو جب اِلَّا نے اس کی نفی کو باطل کر دیا تو یہ عمل نہیں کر سکتا۔

وَمَخْفُوْضٌ بَعْدَ غَیْرَ۔۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ غیر، سوی، سواء کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے کیونکہ یہ مضاف الیہ ہوتا ہے اور اکثر نحویوں کے نزدیک حاشا کے بعد بھی مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے کیونکہ حاشا حرفِ جر ہے تو مابعد مجرور ہو گا مگر بعض نحویوں کے

نزدیک حاشا کے بعد مستثنیٰ منصوب ہو گا کیونکہ حاشا فعل ہے اور ضمیر فاعل اور مابعد مفعولیت کی وجہ سے منصوب ہو گا کیونکہ حاشا متعدی ہوتا ہے۔

متن: وَاِعْرَابُ غَيْرَفِيْهِ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى بِاِلَّاعَلَى التَّفْصِيْلِ وَغَيْرُصِفَةٌ حُمِلَتْ عَلٰى اِلَّافِي الْاِسْتِثْنَاءِ كَمَاحُمِلَتْ اِلَّاعَلَيْهَافِي الصِّفَةِ اِذَاكَانَتْ تَابِعَةً لِجَمْعٍ مُنْكُوْرٍغَيْرِمَحْصُوْرٍلِتَعَذُّرِالْاِسْتِثْنَاءِ مِثْلُ لَوْكَانَ فِيْهِمَاآلِهَةٌ اِلَّااللّٰهُ لَفَسَدَتَا"وَضَعُفَ فِي غَيْرِهٖ وَاِعْرَابُ سِوٰى وَسِوَاءَالنَّصْبُ عَلَى الظَّرْفِ عَلَى الْاَصَحِّ

ترجمہ: اور غیر کا اعراب باب استثناء میں مستثنیٰ بالا کے اعراب کی طرح ہو گا اسی تفصیل کے مطابق جو گزر گئی۔اور غیر اصل میں کلمہ صفت ہے لیکن باب استثناء میں الا پر محمول کیاجاتاہے جیساکہ محمول کیاجاتاہے الا کو غیر پر صفت میں الا تابع ہو ایسی جمع کے جو نکرہ غیر محصور ہو استثناء کے متعذر ہونے کی وجہ سے جیسے **لَوْكَانَ فِيْهِمَاآلِهَةٌ اِلَّااللّٰهُ لَفَسَدَتَا** ،اور ضعیف ہے الا کو غیر پر محمول کرنا اس کے علاوہ میں اور سوی اور سواء کا اعارب نصب ہو گا ظرفیت کی وجہ سے اصح مذہب کے مطابق۔

تشریح:

وَاِعْرَابُ غَيْرَفِيْهِ كَاِعْرَابِ الْمُسْتَثْنٰى ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر غَيْرَ استثنائی ہو تو اس کا اعراب مستثنیٰ بِاِلَّا کی طرح ہو گا یعنی جن جگہوں میں مستثنیٰ اِلَّا کے بعد منصوب ہو گا ایسی جگہوں میں غَيْرَ بھی منصوب ہو گا۔

مستثنیٰ متصل کی مثال:جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَزَيْدٍ

مستثنیٰ منقطع کی مثال:جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَحِمَارٍ

مستثنیٰ مقدم کی مثال: جَاءَنِي غَيْرَ زَيْدٍ الْقَوْمُ

اور جہاں اِلَّا کے بعد مستثنیٰ میں نصب کا جواز اور بدل کا اختیار ہو وہاں غَيْرَ میں بھی نصب کا جواز اور بدل کا اختیار ہو گا جیسے "فَعَلُوْهُ غَيْرُ قَلِيْلٍ، غَيْرَ قَلِيْلٍ"

حُمِلَتْ عَلٰى اِلَّا فِي الْاِسْتِثْنَاءِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ لفظ "غَيْرُ" میں اصل یہ ہے کہ وہ صفت واقع ہو کیونکہ "غَيْرُ" ایسی مبہم ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے ساتھ مغایرت کا معنی قائم ہو جیسے "جَاءَنِي رَجُلٌ غَيْرُ زَيْدٍ" میں "رَجُلٌ" موصوف اور "غَيْرُ زَيْدٍ" صفت ہے۔ لفظ "غَيْرُ" کا یہ اعراب اکثر ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی "غَيْرُ" کو "اِلَّا" پر محمول کرکے استثناء کے لیے بھی لایا جاتا ہے کیونکہ دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ ایک کا مابعد ماقبل کا مغایر ہوتا ہے جیسے "جَاءَنِي الْقَوْمُ غَيْرَ زَيْدٍ" میں "غَيْرُ" صفتی معنی میں استعمال نہیں ہوا کیونکہ صفت اور موصوف میں تعریف و تنکیر کے معاملے میں مطابقت ضروری ہے جبکہ اس مثال میں "اَلْقَوْمُ" معرفہ اور "غَيْرُ" نکرہ ہے۔ غَيْرُ، اگرچہ معرفہ کی طرف مضاف ہے مگر توغل فی الابہام کی وجہ سے نکرہ ہے۔

كَمَا حُمِلَتْ اِلَّا عَلَيْهَا فِي الصِّفَةِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جس طرح "الا" اصل میں استثناء کے لیے بنایا گیا ہے لیکن کبھی کبھی غیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اسی طرح غیر بھی اصل میں صفت کے لیے بنایا گیا ہے لیکن کبھی کبھی استثناء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

الّا، کو غیر کے معنی میں کب لیا جاتا ہے؟

الّا، کو غیر کے معنی میں اس وقت لیا جائے گا جب تین شرطیں پائی جائیں گیں:

(1) وہ الّا جمع کے بعد ہو (2) جمع نکرہ ہو (3) وہ جمع غیر محصور ہو یعنی اس کے افراد غیر متناہی ہوں۔

مثال کے طور پر: لَوْکَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا، اس مثال میں "اِلّا"، صفت کے معنی میں ہے کیونکہ یہ جمع کے بعد واقع ہے اور اس جمع کے بعد بھی واقع ہے جو نکرہ محصور ہے اور وہ "اٰلِهَةٌ" ہے اور یہاں استثناء متعذر ہے کیونکہ اللہ کا "اٰلِهَةٌ" میں نہ دخول یقینی ہے اور نہ ہی عدم دخول یقینی ہے لہٰذا استثناء کی شرط متحقق نہیں، جب استثناء متحقق نہیں تو الّا، غیر کے معنی میں ہو گا۔ اور اگر الّا، میں مذکورہ شرائط نہ پائی جائیں تو پھر اس کا غیر کے معنی میں استعمال ضعیف ہے۔

وَاِعْرَابُ سِوٰی۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ "سوی، سواء" کا اعراب صحیح ترین مذہب کے مطابق ظرفیت کی بناء پر منصوب ہوتا ہے، لفظ سوی، میں نصب تقدیری ہوتا ہے اور "سواء" میں نصب لفظی ہوتا ہے۔

متن: خَبَرُکَانَ وَاَخَوَاتِهَا هُوَالْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا اَمْرُهٗ کَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ وَیَتَقَدَّمُ مَعْرِفَةً وَقَدْ یُحْذَفُ عَامِلُهٗ فِیْ نَحْوِ النَّاسُ مَجْزِیُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ وَیَجُوْزُ فِیْ مِثْلِهَا اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ وَیَجِبُ الْحَذْفُ فِیْ مِثْلِ اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ اَیْ لِاَنْ کُنْتَ مُنْطَلِقًا اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا هُوَالْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا مِثْلُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ

ترجمہ: اور کان اور اس کے اخوات کی خبر وہ اسم ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے کان زید قائما اور اس کا معاملہ مبتداء کی خبر کے معاملے کی طرح ہے اور معرفہ ہونے کی حالت مقدم ہو سکتی ہے اور کبھی اس کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے الناس مجزیون باعمالھم ،ان خیرا فخیر، وان شرا فشر، اور اس جیسی ترکیب میں چار صورتوں میں جائز ہے اور اما انت منطلقا انطلقت جیسی مثال میں کان کو حذف کرنا واجب ہے یعنی لان کنت منطلقا۔ منصوبات میں سے ان اور اس کے اخوات کا اسم بھی ہے یہ وہ اسم ہے جو حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے ان زیدا قائم۔

تشریح:

خَبَرُ کَانَ وَاَخَوَاتِهَا۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال ناقصہ کی خبر کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ یہ وہ اسم ہے جو افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے کَانَ زَیْدٌا قَائِمًا،اور اگر کوئی اسم کسی اور عامل کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو تو اسے افعال ناقصہ کی خبر نہیں کہا جائے گا۔

اَمْرُهٗ کَاَمْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاءِ۔۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال ناقصہ کی خبر کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ احکام کے لحاظ سے یہ مبتداء کی خبر کی طرح ہی ہے لیکن ایک فرق ہے وہ یہ کہ اگر مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوں تو خبر کو مبتداء پر مقدم نہیں کر سکتے لیکن کان خبر کو مقدم کر سکتے ہیں شرط صرف یہ ہے کہ اسم اور خبر دونوں میں سے ایک پر اعراب لفظی ہو، تا کہ التباس لازم نہ آئے جیسے کَانَ هٰذَا زَیْدٌ، اور اگر دونوں میں اعراب معنوی ہو تو کَانَ کی خبر کو اس کے اسم سے مقدم نہیں کر سکتے جیسے کَانَ الْفَتیٰ هٰذَا، اس لیے کہ یہاں التباس لازم آتا ہے۔

وَقَدْ یُحْذَفُ عَامِلُهٗ۔۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ کبھی کبھی کان کی خبر کے عامل یعنی کان کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور یہ حذف کثرتِ استعمال کی وجہ سے ہوتا ہے جیسے "اَلنَّاسُ مَجْزِیُّوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ" اس طرح کی مثالوں میں کان نظر نہیں آتا لیکن پھر بھی اس کا عمل ظاہر ہو رہا ہوتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہاں کان حذف کیا گیا ہے چنانچہ بیان کی گئی مثال کی اصل عبارت اس طرح ہے "اِنْ کَانَ عَمَلُهُمْ خَیْرًا فَجَزَاؤُهُمْ خَیْرٌ وَاِنْ کَانَ عَمَلُهُمْ شَرًّا فَجَزَاؤُهُمْ شَرٌّ"۔(تمام لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے حساب سے بدلہ دیا جائے گا پس اگر ان کے اعمال اچھے نکل آئے تو ان کو بدلہ بھی اچھا ملے گا اور اگر ان کے اعمال برے نکل آئے تو بدلہ بھی برا ہی ملے گا۔)

وَیَجُوْزُ فِیْ مِثْلِهَا اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ۔۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ ابھی جو مثال پیش کی گئی ہے اس جیسی مثالوں اور ترکیب کو چار طرح پڑھنا جائز ہے۔اور "فی مثلھا" سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان شرطیہ کے بعد دو اسم ہوں اور دوسرے اسم پر فاء جزائیہ داخل ہو۔

1: دونوں منصوب ہوں جیسے اِنْ خَیْرًا فَخَیْرًا، تقدیری عبارت یوں ہوگی "اِنْ کَانَ عَمَلُھُمْ خَیْرًا فَیَکُوْنُ جَزَاؤُھُمْ خَیْرًا"

2: دونوں مرفوع ہوں جیسے اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرٌ، تقدیری عبارت یوں ہوگی "اِنْ کَانَ فِی عَمَلِھِمْ خَیْرٌ فَجَزَاؤُھُمْ خَیْرٌ"

3: پہلا منصوب اور دوسرا مرفوع ہو جیسے اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ، تقدیری عبارت یوں ہوگی "اِنْ کَانَ عَمَلُھُمْ خَیْرًا فَجَزَاؤُھُمْ خَیْرٌ"

4: پہلا مرفوع اور دوسرا منصوب ہو جیسے اِنْ خَیْرٌ فَخَیْرًا، تقدیری عبارت یوں ہوگی "اِنْ کَانَ فِی عَمَلِھِمْ خَیْرٌ فَیَکُوْنُ جَزَاؤُھُمْ خَیْرًا"۔

"وَیَجِبُ الْحَذْفُ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ کان کی خبر کے عامل کو "اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ" جیسے ترکیب میں وجوبی طور پر حذف کردیا جاتا ہے اور "اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ" جیسی ترکیب سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں کان کو حذف کرکے اس کے عوض کسی دوسری چیز کو لایا گیا ہو تو ایسی ترکیب میں کان کو حذف کرنا واجب ہے کیونکہ اگر کان کو حذف نہ کیا گیا ہو تو عوض ومعوض کا اجتماع لازم آئیگا جو کہ ناجائز ہے۔یہ عبارت اصل میں "لِاَنْ کُنْتَ مُنْطَلِقًا" تھی لان کی لام جارہ کو قیاسا حذف کردیا کیونکہ ان اور انَّ سے پہلے لام کو قیاسی طور پر حذف کردیا جاتا ہے پھر اختصار کی وجہ سے کان کو بھی حذف کردیا تو ضمیر متصل، منفصل ہوگئی اور ان کے بعد کان کے عوض ما کو زائدہ کیا گیا اور نون کو میم میں ادغام کردیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا تو "اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ" بن گیا، یہ تفصیل اسوقت ہے جب اَمَّا ہمزہ کی فتحہ کے ساتھ ہو۔

اور اِمَّا ہمزہ مکسور ہو تو تقدیری عبارت یوں ہو گی "اِنْ کُنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ"، ابتداءً اختصار کی وجہ سے کان کو حذف کر دیا تو ضمیر متصل، منفصل ہو گئی پس "اِنْ اَنْتَ" ہو گیا پھر ان کے بعد کان کے عوض ما کو زیادہ کیا اور نون کا میم میں ادغام کر دیا اور خبر کو اپنے حال پر باقی رکھا تو "اَمَّا اَنْتَ مُنْطَلِقًا اِنْطَلَقْتُ" دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں لام کو حذف کرنا پڑتا ہے اور دوسری صورت میں لام کو حذف نہیں کرنا پڑتا کیونکہ دوسری صورت کی تقدیر میں لام ہوتا ہی نہیں۔

اِسْمُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ منصوبات میں سے دسویں قسم بیان کر رہے ہیں اور وہ ہے ان اور اس کے اخوات کا اسم، یہ اسم ان حروف کے داخل ہونے کے بعد منصوب ہوتا ہے اور مسند الیہ ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ،

متن: اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِيْ هُوَ الْمُسْنَدُ اِلَيْهِ بَعْدَ دُخُوْلِهَا يَلِيْهَا نَكِرَةً مُضَافًا اَوْ مُشَبَّهًا بِهٖ مِثْلُ لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِيْفٌ فِيْهَا وَلَا عِشْرِيْنَ دِرْهَمًا لَكَ فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا فَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلٰى مَا يُنْصَبُ بِهٖ وَاِنْ كَانَ مَعْرِفَةً اَوْ مَفْصُوْلًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ لَا وَجَبَ الرَّفْعُ وَالتَّكْرِيْرُ وَمِثْلُ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا مُتَاَوَّلٌ وَفِيْ مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ خَمْسَةُ اَوْجُهٍ فَتْحُهُمَا وَفَتْحُ الْاَوَّلِ وَنَصْبُ الثَّانِيْ وَرَفْعُهٗ وَرَفْعُهُمَا وَرَفْعُ الْاَوَّلِ عَلٰى ضُعْفٍ وَفَتْحُ الثَّانِيْ

ترجمہ: منصوب بلائے نفی جنس وہ اسم ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو درحال کہ لائے نفی جنس کے بعد بلا فصل مضاف یا مشابہ مضاف واقع ہو جیسے لا غلام رجل ظریف فیہا ولا عشرین درہما لك، پس اگر لائے نفی جنس کا اسم مفرد ہو تو وہ مبنی بر علامت نصب ہو گا اور اگر معرفہ ہو یا اس اسم اور لا کے درمیان فاصلہ ہو تو رفع اور تکرار واجب ہونگے۔ اور قضیۃ ولا ابا حسن لہا (یہ ایک ایسا قضیہ ہے جس کے لیے ابو الحسن کے مثل فیصل نہیں ہے۔) جیسی مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ جیسی مثالوں میں پانچ صورتیں جائز ہیں دونوں کا فتح، پہلے کا فتح اور دوسرے کا نصب، پہلے کا فتح اور دوسرے کا رفع، دونوں کا رفع، اور پہلے کا رفع ضعیف طریقے پر اور دوسرے کا فتح۔

تشریح:

اَلْمَنْصُوْبُ بِلَا الَّتِیْ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ لائے نفی جنس کے اسم کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ اس کا اسم وہ ہے جو لائے نفی جنس کے داخل ہونے کے بعد منصوب ہوتا ہے اور مسند الیہ ہوتا ہے جبکہ وہ لائے نفی جنس کے ساتھ متصل ہو، نکرہ ہو، اور مضاف ہو جیسے "لَاغُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ فِیْهَا" یا مشابہ مضاف ہو جیسے "وَلَا عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا لَكَ"۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے لائے نفی جنس کے اسم سے پہلے جو منصوبات ذکر کیے ہیں وہاں الفاظ کچھ اور تھے اور یہاں انداز ہی بدل گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس کا اسم مطلقا منصوبات میں شمار نہیں ہے کیونکہ یہ ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا بلکہ بعض صورتوں میں مبنی ہوتا ہے اس لیے اسے مبنی سے جدا کرنے کے لیے تین شرطیں بیان کی گئیں ہیں یعنی وہ نکرہ ہو، لائے نفی جنس کے بعد بلا فاصلہ واقع ہو، مضاف یا مشابہ مضاف ہو۔

فَاِنْ كَانَ مُفْرَدًا فَهُوَ۔۔الخ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اگر لائے نفی جنس کا اسم مفرد ہو یعنی نکرہ ہو، لائے نفی جنس کے ساتھ بلا فاصلہ متصل ہو پھر نصب پر مبنی ہوگا جیسے "لَارَجُلَ فِي الدَّارِ، لَارَجُلَيْنِ فِي الدَّارِ" اور اگر لائے نفی جنس کا اسم نکرہ نہ ہو بلکہ معرفہ ہو، لائے نفی جنس کے ساتھ متصل نہ ہو بلکہ لائے نفی جنس اور اس کے درمیان فاصلہ ہو تو ایسی صورت میں لائے نفی جنس کے اسم کو مرفوع پڑھنا اور اسے مکرر لانا ضروری ہوگا۔

وَمِثْلُ قَضِيَّةٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَهَا "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں:

سوال: اگر لائے نفی جنس کا اسم معرفہ ہو تو پھر اس کا مرفوع ہونا اور تکرار کرنا ضروری ہو تو پھر " قَضِیَّۃٌ وَلَا اَبَا حَسَنٍ لَہَا "[5] والی مثال سے یہ قاعدہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ "اَبَا حَسَنٍ" معرفہ ہے کیونکہ "اَبُوْ حَسَنٍ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے مگر مرفوع نہیں اور نہ لا مکرر ہے؟

جواب: اس مثال کی دو تاویلیں ہیں:

1: مضاف مقدر ہے یعنی اصل عبارت یوں تھی "ای لا مثل ابی حسن لھا" تو لا کا اسم لفظ "مثل" ہے یہ اگرچہ معرفہ کی طرف مضاف ہے مگر توغل فی الابہام کی وجہ سے نکرہ ہے معرفہ نہیں۔

2: "لَا اَبَا حَسَن"، فی الاصل اگرچہ معرفہ ہے کہ اس سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم ہیں مگر یہاں اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وصفِ مشہور مراد ہے اصل عبارت یوں تھی "ھٰذِہٖ قَضِیَّۃٌ لَا فَیْصَلَ لَہَا" لہٰذا نکرہ ہے جیسے کہا جاتا ہے "لِکُلِّ فِرْعَوْنٍ مُوْسیٰ" یہاں بھی وصفِ مشہور یعنی مُبْطِل و مُحِق مراد ہے۔

"وَفِیْ مِثْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ" کی وضاحت:

یہاں سے مراد وہ ترکیب ہے جس میں لا بر سبیل عطف مکرر ذکر ہوا اور ہر لا کے بعد اسم نکرہ مفرد بلا فصل واقع ہو تو اس ترکیب میں پانچ وجوہ جائز ہیں:

1: دونوں اسموں کو مفتوح پڑھا جائے جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ۔ اس صورت میں دونوں لائے نفی جنس کے اسم ہونگے اور اسم نکرہ مفرد ہونے کی وجہ سے مبنی علی الفتح ہو گا۔

2: پہلے کو مفتوح اور دوسرے کو منصوب پڑھا جائے جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃً اِلَّا بِاللہِ۔ اس صورت میں پہلا اسم لائے نفی جنس کا ہو گا اور دوسرا زائدہ اور "قُوَّۃً" کا عطف "حَوْلَ" کے لفظ پر ہو گا۔

[5]: یہ مقولہ صحابہ کرام کا تھا جسے وہ کسی مشکل مسئلہ کے لیے فرماتے کہ اس مشکل مسئلہ کے لیے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجھہ الکریم ہی مناسب ہیں یعنی وہ ہی اس کا حل کر سکتے ہیں، قضیۃ، ھذہ مبتدائے محذوف کی خبر ہے اور "لھا" میں "ھا" ضمیر کا مرجع "قضیۃ" ہے۔

3: پہلے کو مفتوح اور دوسرے کو مرفوع پڑھا جائے جیسے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰہِ۔اس صورت میں پہلا لائے نفی جنس کا اور دوسرا زائدہ ہوگا اور "قوۃ" کا عطف "حول" کے محل پر ہوگا اور "حول" محلاً مرفوع ہے۔

4: دونوں کو مرفوع پڑھا جائے جیسے لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةٌ اِلَّا بِاللّٰہِ۔اس صورت میں دونوں لا زائدہ ہونگے اور اسم ابتداء کی وجہ مرفوع ہوگا تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو جائے، سوال یہ بنے گا "**ابغیر اللہ حول وقوۃ؟**" تو اس کے جواب میں "**لاحول ولاقوۃ الا باللہ**" کہا جائے گا۔

5: پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو مفتوح پڑھا جائے جیسے لَاحَوْلٌ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔اس صورت میں پہلا لا مشابہ بلیس کا اور دوسرا لا نفی جنس کا ہوگا، مگر یہ ترکیب ضعیف ہے کیونکہ لا، لیس کے معنی میں بہت آتا ہے۔

متن: وَاِذَادَخَلَتِ الْهَمْزَةُ لَمْ يَتَغَيَّرِ الْعَمَلُ وَمَعْنَاهَا الْاِسْتِفْهَامُ وَالْعَرْضُ وَالتَّمَنِّيْ وَنَعْتُ الْمَبْنِيِّ الْاَوَّلُ مُفْرَدًا يَلِيْهِ مَبْنِيٌّ وَمُعْرَبٌ رَفْعًا وَنَصْبًا مِثْلُ لَارَجُلَ ظَرِيْفَ وَظَرِيْفٌ وَظَرِيْفًا وَاِلَّا فَالْاِعْرَابُ وَالْعَطْفُ عَلَى اللَّفْظِ وَعَلَى الْمَحَلِّ جَائِزٌ فِيْ مِثْلِ لَااَبَ وَابْنًا وَابْنٌ وَمِثْلُ لَااَبَالَهٗ وَلَاغُلَامَيْ لَهٗ جَائِزٌ تَشْبِيْهًا لَهٗ بِالْمُضَافِ لِمُشَارِكَتِهٖ لَهٗ فِيْ اَصْلِ مَعْنَاهُ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ لَااَبَافِيْهَا وَلَيْسَ بِمُضَافٍ لِفَسَادِ الْمَعْنٰى خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ وَيُحْذَفُ كَثِيْرًا فِيْ مِثْلِ لَاعَلَيْكَ اَيْ لَابَاْسَ عَلَيْكَ

ترجمہ: اور جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو جائے تو اس کا عمل متغیر نہیں ہوگا اور اس کا معنی استفہام، عرض، تمنی کا بن جاتا ہے اور اسم مبنی کی صفت اول درحال کہ وہ مفرد ہو اور اسم لا کے ساتھ متصل بھی ہو تو وہ اسم مبنی اور معرب مرفوع اور منصوب دونوں طرح ہو سکتا ہے جیسے لارجل ظریف اور ظریف اور ظریفا ورنہ اس کا حکم معرب ہونا ہے۔اور لفظ اور محل دونوں پر عطف جائز ہے جیسے لا اب وابناوابن اور جیسے لا ابالہ ولا غلامی لہ یہ مثالیں جائز ہیں ان کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اس وجہ سے کہ یہ مضاف کے ساتھ اصل معنی میں مشارکت رکھتا ہے اسی وجہ سے لا ابافیھا جائز نہیں ہے اور یہ

در حقیقت مجاف نہیں ہے معنی کے فساد کی وجہ سے، سیبویہ کا اس میں اختلاف ہے اور لا کا سام بکثرت حذف کیا جاتا ہے لاعلیک جیسی مثالوں میں، اس کا معنی ہے لاباس علیک۔

تشریح:

وَاِذَا دَخَلَتِ الْهَمْزَةُ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو جائے تو اس کا عمل باطل نہیں ہو گا جیسا پہلے تھا ویسا ہی رہے گا، مبنی تھا تو مبنی اور معرب تھا تو معرب ہی رہے گا لیکن اس ہمزہ کے معنی کبھی استفہام کے ہونگے جیسے "الا رجل فی الدار" اور کبھی عرض کے ہونگے جیسے "الا نزول عندی" اور کبھی تمنی کے ہونگے جیسے "الاماء اشربه" لیکن اگر لائے نفی جنس پر حرفِ جر داخل ہو تو وہ عمل کرے گا جیسے "اٰذیتنی بلاجرم"

وَنَعْتُ الْمَبْنِیِّ ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اسم مبنی کی صفت اول جب کہ وہ نکرہ بھی ہو اور متصل بھی ہو تو اس صفت کو مبنی علی الفتح بھی پڑھ سکتے ہیں اور معرب بھی، اور معرب کی صورت میں رفع اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں جیسے "لَا رَجُلَ ظَرِیْفَ وَظَرِیْفٌ وَظَرِیْفًا" اور اگر صفت میں یہ شرائط نہ پائی جائیں تو اس صورت میں اس صفت کو صرف معرب ہی پڑھ سکتے ہیں، البتہ اس پر رفع اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں۔

وَالْعَطْفُ عَلَی اللَّفْظِ ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اسم مبنی کے لفظ اور محل دونوں پر عطف کر سکتے ہیں جبکہ لا مکرر واقع ہو اور معطوف نکرہ ہو جیسے "لَا اَبَ وَاِبْنًا" میں "اِبْنٌ" کو "اَبَ" کے لفظ پر عطف کر کے منصوب بھی پڑھ سکتے ہیں اور "اَبَ" کے محل پر عطف کر کے مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ "اَبَ" محلاً مرفوع ہے۔ اور اگر معطوف معرفہ ہو تو اس پر رفع واجب ہے جیسے "لَا غُلَامَ لَكَ وَالْفَرَسُ" اور اگر لا کا مکرر واقع ہو تو وہاں پانچ صورتیں جائز ہونگیں۔

وَمِثْلُ لَا اَبَا لَهٗ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں:

سوال: اس سے پہلے آپ نے کہا کہ جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ ہو تو مبنی بر فتحہ ہوتا ہے جبکہ یہ قاعدہ "لَا اَبَا لَهٗ وَلَا غُلَامَیْ لَهٗ" کی مثال سے ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ پہلی مثال میں لا کا اسم یعنی "اَبَا" نکرہ مفردہ ہے حالانکہ یہ مبنی بر فتح نہیں کیونکہ اگر یہ مبنی بر فتح ہوتا تو "لَا اَبَ لَهٗ" الف کے بغیر کہا جاتا اور "لَا غُلَامَیْ لَهٗ" میں لا کا اسم یعنی "غُلَامَیْنِ" نکرہ مفرد ہے حالانکہ یہ مبنی بر فتح نہیں کیونکہ اگر مبنی بر فتح ہوتا تو "لَا غُلَامَیْنِ لَهٗ" نون کے اثبات کے ساتھ ہوتا۔

جواب: ان مثالوں میں اگرچہ لا کا اسم حقیقۃً مضاف نہیں لیکن اس کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دیکر اس پر مضاف والے احکام جاری کر دیئے گئے ہیں اور تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مضاف کے ساتھ اس کے اصل معنی میں شریک ہے جو کہ اختصاص ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ لَمْ یَجُزْ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ما قبل پر ایک تفریع بیان کر رہے ہیں کہ "لَا اَبَا لَهٗ وَلَا غُلَامَیْ لَهٗ" جیسی ترکیبیں اس لیے جائز ہیں کہ ان میں غیر مضاف کو مضاف کے ساتھ معنیٰ اختصاص میں تشبیہ دی گئی ہے اور "**لا ابا فیھا**" جیسی ترکیبوں میں یہ جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں اختصاص نہیں پایا جارہا، کیونکہ "**فیھا**" کی ضمیر کا مرجع "**دار**" ہے اور "**اب**" اور "**دار**" میں اختصاص نہیں ہے کیونکہ یہاں لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفرد ہونے کے باوجود مبنی علی الفتح نہیں۔

وَلَیْسَ بِمُضَافٍ لِفَسَادِ الْمَعْنٰی۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں:

سوال:"لا ابا لہ ولا غلامی لہ" میں یہ کہا گیا تھا کہ لائے نفی جنس کا اسم مشابہ مضاف ہے لیکن امام سیبویہ نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اس مثال میں دونوں جگہ لام زائد ہے اور یہ ترکیب مشابہ مضاف کی نہیں بلکہ مضاف کی ہی ہے اصل عبارت یوں تھی"لا اباہ ولا غلامیہ"۔

جواب:اس مثال میں ہم لائے نفی جنس کے اسم کو مضاف نہیں مان سکتے اور اگر مانیں تو لفظاً اور معنیً خرابی لازم آئے گی۔ لفظی خرابی لازم ہونے کی دو وجہیں ہیں:

1: اگر ہم اس کو مضاف مان لیں تو "لَا"، کا معرفہ پر داخل ہونا لازم آئے گا حالانکہ جب "لَا" معرفہ پر داخل ہوتا ہے تو وہاں اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور اسم کو مرفوع پڑھنا اور "لَا" کا مکرر لانا واجب ہوتا ہے جبکہ یہاں ایسا نہیں۔

2" اگر ہم اس کو مضاف مان لیں تو خبر کا حذف کرنا لازم آئے گا جو کہ درست نہیں اور وہ اس طرح کہ یہاں "لَا اَبًا لَہٗ" میں لا نفی جنس کا ہے اور "اَبًا" اس کا اسم ہے اور "لہ" اس کی خبر ہے اور اگر عبارت یوں بنائیں "لَا اَبَاہ" تو لا نفی جنس کا ہوگا "اَبَاہ" اس کا اسم اور خبر کو محذوف نکالنا پڑے گا۔

معنیً خرابی اس طرح لازم آئے گی کہ یہاں "لَا اَبًا لَہٗ وَلَا غُلَامَیْ لَہٗ" سے متکلم کا مقصود یہ ہے کہ اس کا باپ نہیں اور اس کے دو غلام نہیں، یعنی متکلم ان کے وجود کا نفی کرنا چاہتا ہے اور مفہوم اس لیے ہے کہ نکرہ تحت النفی واقع ہے جو کہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ اور اگر "لا اباہ ولا غلامیہ" کہیں گے تو اس کا ترجمہ ہوگا "فلاں کے دو غلام اور فلاں کا باپ ابھی نہیں" یعنی ان کا وجود تو معلوم ہے لیکن ابھی موجود نہیں یا تھے اور اب فوت ہو گئے ہیں۔

وَیُحْذَفُ کَثِیْرًا ف۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ لائے نفی جنس کا اسم قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی وجہ سے کئی جگہوں پر حذف کر دیا جاتا ہے جیسے "لَا عَلَیْكَ، یہ اصل میں "لَا بَأْسَ عَلَیْكَ" تھا، یہاں قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس حرف پر داخل ہے حالانکہ لائے نفی جنس اسم پر داخل ہوتا ہے نہ کہ حرف پر۔

متن: خَبَرُمَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا وَهِيَ لُغَةٌ حِجَازِيَّةٍ وَاِذَا زِيْدَتْ اِنْ مَعَ مَا اَوِانْتَقَضَ النَّفْيُ بِاِلَّا اَوْتَقَدَّمَ الْخَبَرُ بَطَلَ الْعَمَلُ وَاِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ بِمُوْجِبٍ فَالرَّفْعُ

ترجمہ: منصوبات میں سے اس ما اور لا کی خبر بھی ہے جو لیس کے مشابہ ہو وہ ان دو میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو گی اور یہ اہل حجاز کی لغت ہے اور جب زیادہ کیا جائے ان کو ما کے ساتھ یا اس کی نفی الا کے ذریعے ختم کر دی جائے یا اس کی خبر مقدم ہو جائے تو اس کا عمل باطل ہو جائے گا اور جب حرف ایجاب کے ذریعے اس کا عطف ڈالا جائے تو وہ مرفوع ہو گی۔

تشریح:

خَبَرُمَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ماولا مشابہ بلیس کی خبر کو بیان کر رہے ہیں کہ ماولا معنی نفی اور جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کے اعتبار سے لیس کے مشابہ ہیں اس لیے کہ ان کی خبر بھی منصوب ہوتی ہے۔اور ماولا مشابہ بلیس کی خبر وہ اسم ہے جو ماولا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو جیسے "مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ اَفْضَلَ مِنْكَ"۔

وَهِيَ لُغَةٌ حِجَازِيَّةٍ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ما اور لا کو عامل قرار دینے کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ یہ اہل حجاز کی لغت ہے بر خلاف بنی تمیم کے کہ وہ ماولا کو عامل نہیں قرار دیتے ان کے نزدیک ان دونوں کے بعد مبتدا اور خبر ہونے کی وجہ سے اسم مرفوع ہوتا ہے۔بنو تمیم کی دلیل یہ ہے کہ عامل کے لیے شرط ہے کہ وہ نوع واحد کے ساتھ خاص ہو جبکہ ماولا اسم و فعل دونوں پر داخل ہوتے ہیں۔دوسری دلیل بنو تمیم کے شاعر زہیر تمیمی کا شعر ہے:

وَمُهَفْهَفٍ كَالْغُصْنِ قُلْتُ لَهُ انْتَسِبْ　　فَاَجَابَ مَا قَتْلُ الْمُحِبِّ حَرَامٌ

ترجمہ: اور میں نے بعض باریک کمر والوں سے کہا جو نزاکت میں ٹہنیوں کی مانند ہیں کہ تم اپنا نسب بیان کرو۔ پس اس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک عاشق کا قتل حرام نہیں ہے۔

اس شعر میں "ما" عمل نہیں کر رہا کیونکہ اس کا مابعد "قَتْلُ الْمُحِبِّ" ہے مبتداء ہونے اور "حَرَامٌ" خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ معلوم ہوا اگر ما مشابہ بلیس ہوتا تو حرام مرفوع نہ ہوتا بلکہ منصوب ہوتا۔

حجازی علماء کہتے ہیں کہ اگر یہ عامل نہ ہوتے تو اللہ پاک کا فرمان: "مَا هٰذَا بَشَرًا" نہ ہوتا بلکہ "مَا هٰذَا بَشَرٌ" ہوتا۔

وَاِذَا زِيْدَتْ اِنْ مَعَ مَا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جن کی وجہ سے ماولا کا عمل باطل ہو جاتا ہے وہ تین چیزیں ہیں:

1: ان، جب ما کے بعد واقع ہو جیسے مَا اِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ

2: الا استثنایہ، جس سے ماولا کی نفی ٹوٹ جائے جیسے مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ

3: خبر کا اسم پر مقدم ہونا جیسے مَا قَائِمٌ زَيْدٌ

وَاِذَا عُطِفَ عَلَيْهِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ جب ماولا کی خبر پر ایسے حرف کے ذریعے عطف کیا جائے جو نفی کے بعد اثبات کا معنی دے تو معطوف پر رفع پڑھنا واجب ہو گا کیونکہ وہ خبر پر باعتبار محل عطف ہو گا اور محل خبر مرفوع ہے جیسے مَا زَيْدٌ قَائِمًا بَلْ قَاعِدٌ، مَا زَيْدٌ مُقِيْمًا لٰكِنْ مُسَافِرٌ۔

المجرورات

متن: اَلْمَجْرُوْرَاتُ هُوَمَا اشْتَمَلَ عَلٰی عَلَمِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ وَالْمُضَافُ اِلَيْهِ كُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَیْءٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا اَوْتَقْدِيْرًا مُرَادًا فَالتَّقْدِيْرُ شَرْطُهُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ اِسْمًا مُجَرَّدًا تَنْوِيْنُهُ لِاَجْلِهَا

ترجمہ: یہ مجرورات کی بحث ہے، مجرور وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کو حرف جر کے واسطے کے ساتھ منسوب کیا گیا ہو درحال کہ وہ حرف جر لفظی ہو یا تقدیری اور اس کا ارادہ کیا گیا ہو پس حرف جر تقدیری کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جس سے تنوین اسی اضافت کی وجہ سے زائل کر دی گئی ہو۔

تشریح:

"المجرورات۔۔الخ" کی وضاحت:

مجرورات کے مفرد کے متعلق وہی بحث ہے جو المرفوعات میں گزر چکی ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے مجرور کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ مجرور وہ اسم معرب ہے جو مضاف الیہ کی علامت پر مشتمل ہو اور وہ علامات تین ہیں:

1:۔۔۔کسرہ جیسا کہ عام اسماء کسرہ کے ساتھ ہی مجرور ہوتے ہیں جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ

2:۔۔۔فتحہ جیسا کہ غیر منصرف میں ہوتا ہے یعنی غیر منصرف کوئی اسم ہو تو اس کا جر فتح کے ساتھ آتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِعُمَرَ

3:۔۔۔یاء ما قبل مفتوح یا ما قبل مکسور جیسے تثنیہ اور اس کے ملحقات میں مَرَرْتُ بِرَجُلَيْنِ اِثْنَيْنِ كِلَيْهِمَا، اور جمع مذکر سالم اور اس کے ملحقات میں مَرَرْتُ بِمُسْلِمِيْنَ عِشْرِيْنَ

"والمضاف الیہ کل اسم۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مضاف الیہ کی تعریف بیان فرما رہے ہیں کہ مضاف الیہ وہ اسم حقیقی یا حکمی ہے جس کی طرف کسی چیز کو حرف جر کے واسطے سے منسوب کیا گیا ہو خواہ وہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ یا حرف جر تقدیری ہو یعنی اس

کا اثر لفظوں میں باقی ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ یہ اصل میں غُلَامٌ لِزَیْدٍ تھا یہاں غلام کی نسبت لام مقدرہ کے ذریعے زید کی طرف کی گئی ہے۔ مراد کی قید سے صُمْتُ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وغیرہ ترکیبیں خارج ہو گئیں کیونکہ ان میں اگرچہ لام مقدر ہوتا ہے لیکن بعد میں اس کا اثر باقی نہیں رہتا۔

"فالتقدیر شرطہ ان یکون المضاف اسما مجردا تنوینہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حرف جر تقدیری کے لئے دو شرطیں بیان فرمارہے ہیں:

1:۔۔۔ مضاف اسم حقیقی ہو کیونکہ جو مقاصد اضافت کے ہیں یعنی تعریف، تخصیص اور تخفیف یہ اسم حقیقی کے ساتھ خاص ہیں۔

2:۔۔۔ وہ اسم مضاف تنوین سے خالی ہو۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے صرف تنوین کا ذکر فرمایا حالانکہ مضاف تو نون تثنیہ اور نون جمع سے بھی خالی ہوتا ہے؟

جواب: انہیں اس وجہ سے ذکر نہیں کیا گیا کہ تنوین ان میں اصل ہے اور نونین اس کی فرع ہے تو اصل کے ذکر سے فرع خود بخود اس کے ضمن میں آجاتی ہے۔

سوال: مضاف کا تنوین اور نونین سے خالی ہونا کیوں ضروری ہے؟

جواب: یہ تینوں چیزیں اسم کے تمام ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور اسم تام وہ ہوتا ہے جس کی آگے اضافت نہ ہو سکے یعنی وہ انفصال کو چاہتا ہے جبکہ مضاف مضاف الیہ اتصال کو چاہتے ہیں، لہذا معلوم ہوا کہ یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے لہذا اسم تام سے تنوین، نون تثنیہ اور نون جمع مذکر سالم کو گرا کر اس کے تمام ہونے کو ختم کرینگے تاکہ ان دونوں کا جمع ہونا ممکن ہو جائے۔

لِاَجْلِهَا" سے مصنف کی مراد:

لِاَجْلِهَا" سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ مضاف سے تنوین وغیرہ گرانے کا باعث یہی اضافت ہو جیسے غُلَامٌ سے غُلَامُ زَیْدٍ اور ضَارِبَانِ سے ضَارِبَا زَیْدٍ اور ضَارِبُوْنَ سے ضَارِبُوْ زَیْدٍ، اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جو تنوین

اور نون اضافت کے بجائے کسی اور وجہ سے گرے تو وہ ہماری بحث میں شامل نہیں ہے جیسے اَلْغُلَامُ ، یہاں تنوین گرنے کی وجہ الف لام ہے نہ کہ اضافت۔ پھر اس کی اضافت نہیں کی جا سکتی مثلاً اَلْغُلَامُ زَیْدٍ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ الغلام اگرچہ تنوین سے خالی ہے لیکن اس کی تجرید کا باعث اضافت نہیں ہے بلکہ الف لام ہے۔

متن: وَهِيَ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ فَالْمَعْنَوِيَّةُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ اِلٰى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللَّامِ فِي مَا عَدَا جِنْسِ الْمُضَافِ وَظَرْفِهٖ وَاِمَّا بِمَعْنٰى مِنْ فِي جِنْسِ الْمُضَافِ اَوْ بِمَعْنٰى فِي فِي ظَرْفِهٖ وَهُوَ قَلِيْلٌ مِثْلُ غُلَامُ زَيْدٍ وَخَاتَمُ فِضَّةٍ وَضَرْبُ الْيَوْمِ وَتُفِيْدُ تَعْرِيْفًا مَعَ الْمَعْرِفَةِ وَتَخْصِيْصًا مَعَ النَّكِرَةِ وَشَرْطُهَا تَجْرِيْدُ الْمُضَافِ مِنَ التَّعْرِيْفِ وَمَا اَجَازَهُ الْكُوْفِيُّوْنَ مِنَ الثَّلَاثَةِ الْاَثْوَابِ وَشِبْهِهٖ مِنَ الْعَدَدِ ضَعِيْفٌ

ترجمہ: اور اضافت معنویہ اور لفظیہ ہوتی ہے، پس معنوی یہ ہے کہ اس میں مضاف اس صفت کے مغایر ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، اور معنوی یا بمعنی لام ہوتی ہے جبکہ مضاف الیہ نہ جنس مضاف سے ہو اور نہ مضاف کا ظرف ہو، یا بمعنی من ہوتی ہے جبکہ مضاف الیہ، مضاف کی جنس سے ہو یا بمعنی فی ہوتی ہے جبکہ مضاف الیہ، مضاف کے لیے ظرف ہو اور یہ قلیل ہے جیسے غلام زید وخاتم فضة وضرب الیوم۔ اور معرفہ کے ساتھ تعریف کا فائدہ دیتی ہے اور نکرہ کے ساتھ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔ اور اس کی شرط مضاف کا تعریف سے خالی ہونا ہے۔ اور کوفیوں نے جو جائز کہا یعنی "الثلاثة الاثواب" یا اس کے مشابہ عدد میں سے، تو یہ ضعیف ہے۔

تشریح

وھی معنویة ولفظیة۔۔الخ" کی وضاحت:

مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں سے اضافت کی اقسام بیان کی ہیں کہ اضافت کی دو قسمیں ہیں: اضافت معنویہ اور اضافت لفظیہ۔

اضافت معنویہ: وہ اضافت جس میں مضاف اس صیغہ صفت کا غیر ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔

اضافت معنویہ کی اقسام:

اس کی تین قسمیں: اضافت معنویہ بمعنی لام، اضافت معنویہ بمعنی من اور اضافت معنویہ بمعنی فی۔

اضافت معنویہ بمعنی لام: وہ اضافت معنویہ جس میں مضاف الیہ، مضاف کی جنس سے ہو نہ ہی مضاف کے لیے ظرف ہو جیسے **غُلَامُ زَیْدٍ**

اضافت معنویہ بمعنی مِنْ: وہ اضافت معنویہ جس میں مضاف الیہ، مضاف کی جنس سے ہو جیسے **خَاتَمُ فِضَّةٍ**

اضافت معنویہ بمعنی فی: وہ اضافت جس میں مضاف الیہ، مضاف کے لیے ظرف ہو جیسے **ضَرْبُ الْیَوْمِ**

اضافت معنویہ کا فائدہ اور مقصد:

اضافت معنویہ کی وجہ سے دو فائدے حاصل ہوتے ہیں اگر اضافت، معرفہ کی طرف ہو تو نکرہ کو تعریف کا فائدہ ملتا ہے جیسے **غُلَامُ زَیْدٍ**۔ اور اگر نکرہ کی طرف ہو تو نکرہ کو تخصیص کا فائدہ ملتا ہے جیسے **غُلَامُ رَجُلٍ**، کہ غلام، اضافت کے بغیر ہر غلام کو شامل تھا لیکن جب اس کی اضافت "رجل" کی طرف کر دی گئی لہذا اس میں تخصیص پیدا ہو گئی۔

اضافت معنویہ کے لیے شرط:

اضافت معنویہ کے لیے شرط ہے کہ مضاف، الف لام برائے تعریف سے خالی ہو۔ تاکہ تحصیل حاصل لازم آئے اور نہ ہی ادنیٰ کو طلب کرنا لازم آئے۔

کیونکہ اگر تعریف کے حصول کے لیے معرفہ کی معرفہ کی طرف اضافت کی گئی ہو یعنی یوں کہا جائے "**اَلْغُلَامُ زَیْدٍ**" تو تحصیل حاصل لازم آئے گی کہ تعریف تو ہمیں پہلے ہی حاصل ہے۔

اور اگر تخصیص کے حصول کے لیے نکرہ کی طرف اضافت کی گئی یعنی یوں کہا جائے "**اَلْغُلَامُ رَجُلٍ**" تو اعلیٰ کا ادنیٰ کو طلب کرنا لازم آئے گا اور یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔

وما اجازہ الکوفیون من الثلاثۃ الاثواب۔۔کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ اضافت معنویہ کے لیے مضاف کا الف لام برائے تعریف سے خالی ہونا شرط ہے لیکن "الثلاثۃ الاثواب" اور اس طرح کی وہ مثالیں جن میں اسم عدد معرف باللام اپنے معدود کی طرف مضاف ہو رہا، انہیں کوفی نحاۃ نے اگرچہ جائز کہا ہے لیکن ایسی تراکیب قیاساً اور استعمالاً دونوں طرح ضعیف ہیں۔

متن: وَاللَّفْظِيَّةُ اَنْ يَّكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلٰى مَعْمُوْلِهَا مِثْلُ ضَارِبُ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَلَاتُفِيْدُ اِلَّا تَخْفِيْفًا فِي اللَّفْظِ وَمِنْ ثَمَّ جَازَ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَامْتَنَعَ بِزَيْدٍ حَسَنِ الْوَجْهِ وَجَازَ اَلضَّارِبَا زَيْدٍ وَالضَّارِبُوْ زَيْدٍ وَامْتَنَعَ الضَّارِبُ زَيْدٍ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ وَضَعُفَ ء اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا: وَاِنَّمَا جَازَ الضَّارِبُ الرَّجُلُ حَمْلًا عَلَى الْمُخْتَارِ فِي الْحَسَنِ الْوَجْهِ وَالضَّارِبُكَ وَشِبْهُهُ فِي مَنْ قَالَ اِنَّهٗ مُضَافٌ حَمْلًا عَلٰى ضَارِبُكَ

ترجمہ: اور اضافت لفظی یہ ہے کہ مضاف ایسی صفت ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے "ضارب زید" اور "حسن الوجه" اور یہ صرف تخفیف کا فائدہ دیتی ہے، اسی وجہ سے جائز ہے "مررت برجل حسن الوجه" اور "مررت بزید حسن الوجه" ممنوع ہے اور "الضاربا زید والضاربو زید" جائز ہے اور "الضارب زید" ممنوع ہے، برخلاف فراء کے۔ اور "الواهب المائة الهجان وعبدها" ضعیف ہے۔ اور "الضارب الرجل" جائز ہے اس صورت پر محمول کرتے ہوئے جو "الحسن الوجه" میں مختار ہے۔ اور "الضاربك" اور جو اس کے مشابہ ہیں جائز ہے اس کے قول میں جس نے کہا کہ وہ مضاف ہے "ضاربك" پر حمل کرتے ہوئے۔

تشریح:

واللفظیۃ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اضافت کی دوسری قسم یعنی اضافت لفظیہ کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ اضافت لفظیہ وہ اضافت ہے جس میں مضاف، ایسا صیغہ صفت ہوتا ہے جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضَارِبُ زَیْدٍ اور حَسَنُ الْوَجْہِ۔

اضافت لفظیہ کا فائدہ:

اضافت لفظیہ کی وجہ سے صرف تخفیف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی اضافت کی وجہ سے تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع مذکر سالم گر جاتی ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ اضافت معنویہ میں جو فائدے گزرے ہیں وہ یہاں حاصل نہیں ہوتے اسی وجہ سے "**مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنِ الْوَجْہِ** " کی مثال جائز ہے کہ "**رَجُلٍ**" نکرہ موصوف اور "**حَسَنِ الْوَجْہِ**" میں معرف باللام کی طرف اضافت کے باوجود تعریف کا فائدہ حاصل نہیں ہوا، اور جب تعریف کا فائدہ حاصل نہیں ہوا تو اسے یعنی "**حَسَنِ الْوَجْہِ**" کو "**رَجُل**" نکرہ موصوف کی صفت بنانے میں کوئی مسئلہ نہیں، جبکہ ""**مَرَرْتُ بِزَیْدٍ حَسَنِ الْوَجْہِ** "" کہنا درست نہیں کہ یہاں "زید" معرفہ موصوف بنے گا اور بعد میں "**حَسَنِ الْوَجْہِ** "معرفہ کی طرف اضافت کے باوجود تعریف کا فائدہ نہیں دے گا لہٰذا موصوف کے ساتھ مطابقت نہیں رہے گی اسی وجہ سے اسے ممنوع کہا گیا۔

وجاز الضاربا زید والضاربو زید۔۔ کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ " **اَلضَّارِبَا زَیْدٍ وَاَلضَّارِبُو زَیْدٍ** "یہ دونوں مثالیں چونکہ تخفیف کا فائدہ دے رہی ہیں اس لیے جائز ہیں، جبکہ " **اَلضَّارِبُ زَیْد** "میں تخفیف کا حصول نہیں ہو رہا لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

پہلی دونوں مثالوں میں تخفیف کے حصول کی دلیل یہ ہے کہ اگر ان کی اضافت ختم کر دی جائے تب بھی الف لام کے باوجود ان کا نون باقی رہے گا لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کے نون کے گرنے کی وجہ الف لام نہیں، بلکہ اضافت ہے جبکہ "**اَلضَّارِبُ زَیْدٍ**" میں تنوین گرنے کی وجہ الف لام ہے نہ کہ اضافت، کیونکہ اگر اضافت ختم بھی کر دی جائے تب بھی "**اَلضَّارِبُ**" پر تنوین نہیں رہتی، لہٰذا معلوم ہوا کہ تنوین گرنے کی وجہ الف لام ہے۔

خلافاً للفراء۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ امام فراء "اَلضَّارِبُ زَیْدٍ" کو جائز کہتے ہیں اور انہوں نے اپنے اس مؤقف پر چار دلیلیں دی ہیں:

:1　"الضارب" کی تنوین اضافت کی وجہ سے گری ہے کیونکہ اضافت الف لام سے مقدم ہے۔

:2　اعشی شاعر کے شعر میں "الضارب زید" جیسی ترکیب موجود ہے اگر یہ جائز نہ ہوتی ہے اعشی شاعر بھی اپنے شعر میں اسے استعمال نہ کرتے۔ شعر یہ ہے:

اَلْوَاهِبُ الْمِائَةِ الْهِجَانِ وَعَبْدِهَا::: عَوْذًا یُزْجِی خَلْفَهَا اَطْفَالَهَا

میرے ممدوح کے عطاؤں کا یہ عالم ہے کہ وہ سفید اور نوزائدہ بچوں والی سو اونٹیاں چرواہے کے ساتھ عطا کر دیتا ہے جو ان کے بچوں کو ان کے پیچھے ہانکتا ہے۔

اس شعر میں "الواھب"، "المائۃ" کی طرف مضاف ہے اور "المائۃ" پر عبدھا معطوف ہے لہٰذا "المائۃ" کی طرح یہ بھی مضاف الیہ ہے یعنی یوں بن گیا "الواھب عبدھا"۔ اس میں صیغہ صفت معرف باللام مضاف ہے اور مضاف الیہ معرفہ غیر معرف باللام ہے، اسی طرح "الضارب زید" بھی ہے لہٰذا جب "الواھب عبدھا" جائز ہے تو "الضارب زید" بھی جائز ہونا چاہیے۔

:3　"الضارب زید" کی طرح "الضارب الرجل" ہے جب یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہونی چاہیے۔

مصنف علیہ الرحمہ نے کہا کہ "الضارب الرجل" تو "الحسن الوجه" کی وجہ مختار یعنی جر پر محمول ہے اس وجہ سے جائز ہے۔ اسے اس پر حمل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں دو چیزوں میں مشترک ہیں:

1۔۔۔دونوں ترکیبوں میں مضاف صیغہ صفت ہے اور معرف باللام بھی ہے۔

2۔۔۔دونوں میں مضاف الیہ اسم جنس اور معرف باللام ہے جبکہ "الضارب زید" میں مضاف کی مشابہت تو اس کے ساتھ ہے لیکن مضاف الیہ اس میں غیر معرف باللام اور اسم علم ہے تو مطابقت تامہ نہیں رہی۔ لہٰذا یہ جائز نہیں۔

4: "الضارب زید" کی طرح ہی "الضاربك" ہے کہ دونوں میں تنوین الف لام کی وجہ سے گری ہے اور "الضاربك" میں اضافت لفظی ہے اگرچہ تخفیف کا حصول نہیں ہے لیکن جائز ہے لہٰذا جب یہ جائز ہے تو وہ بھی جائز ہے۔

اس دلیل پر مصنف علیہ الرحمہ نے جواب دیا کہ "الضاربك" اور اس کے مشابہ "الضاربی، الضاربہ" وغیرہ کو بعض نحاۃ نے اضافت کے باب سے شمار نہیں کیا کیونکہ الف لام بمعنی الذی ہے اور "ضارب" بمعی ضرب ہے اور کاف مفعول ہے لہٰذا یہ اس میں نہیں ہے جس میں ہم کلام کر رہے ہیں۔

اور جو بعض نحاۃ اسے اضافت کے باب سے شمار کرتے ہیں تو وہ "ضاربك" پر محمول کرتے ہیں اور ضاربك سے تنوین اتصال ضمیر کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے، لہٰذا "الضاربك" میں بھی تنوین اسی طرح اتصال ضمیر کی وجہ سے گری ہے نہ کہ اضافت کی وجہ سے۔

متن: وَلَا يُضَافُ مَوْصُوفٌ إِلٰى صِفَةٍ وَلَا صِفَةٍ إِلٰى مَوْصُوْفِهَا وَمِثْلُ مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِيِّ وَصَلَاةُ الْاُوْلٰى وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاءِ مُتَاَوَّلٌ وَمِثْلُ جَرْدُ قَطِيْفَةٍ وَاَخْلَاقُ ثِيَابٍ مُتَاَوَّلٌ وَلَا يُضَافُ اِسْمٌ مُمَاثِلٌ لِلْمُضَافِ اِلَيْهِ فِي الْعُمُوْمِ وَالْخُصُوْصِ كَلَيْثٍ وَاَسَدٍ وَحَبْسٍ وَمَنَعَ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ بِخِلَافِ كُلِّ الدَّرَاهِمِ وَعَيْنِ الشَّيْءِ" فَاِنَّهٗ يُخْتَصُّ بِهٖ وَقَوْلُهُمْ سَعِيْدُ كُرْزٍ وَنَحْوُهٗ مُتَاَوَّلٌ

ترجمہ: اور موصوف، صفت کی طرف اور صفت، موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوتی، اور "مسجد الجامع وجانب الغربی وصلاۃ الاولیٰ وبقلۃ الحمقاء" جیسے مثالوں میں تاویل کی گئی ہے اور "جرد قطیفۃ" اور "اخلاق ثیاب" جیسے مثالوں میں تاویل کی گئی ہے۔ اور وہ اسم جو مضاف الیہ کا مماثل ہو عموم وخصوص میں مضاف نہیں ہوتا، جیسے لیث اور

اسد اور حبس اور منع، فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے ،بخلاف " کل الدراھم "اور" عین الشیء " کے کیونکہ اس کی وجہ سے مضاف خاص ہو جاتا ہے۔ اور ان کا قول" سعید کرز "اور اس جیسے مثالوں میں تاویل کی گئی ہے۔

تشریح

ولا یضاف موصوف الی صفة۔۔الخ کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ موصوف صفت کی طرف اور صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوتی۔

موصوف کی طرف اضافت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ موصوف کے لیے ضروری ہے کہ وہ صفت سے اخص ہو یا مساوی ہو جبکہ مضاف میں ضروری ہے کہ وہ مضاف الیہ سے اعم ہو یا مبائن ہو،لہٰذا ایک لفظ میں موصوفیت اور اضافت کا جمع ہونا ممکن نہیں ہے۔

صفت کی اضافت موصوف کی طرف اس لیے نہیں ہو سکتی ہے اس صورت میں صفت کا موصوف پر مقدم ہونا لازم آئے گا اور یہ ممتنع ہے۔

ومثل مسجد الجامع۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں۔

سوال: آپ نے کہا کہ موصوف اپنی صفت اور صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف نہیں ہوتی،یہ درست نہیں ہے کیونکہ جبکہ ہم آپ کو چند ایسی مثالیں پیش کرسکتے ہیں جہاں موصوف اپنی صفت اور صفت اپنے موصوف کی طرف مضاف ہو رہی ہے۔ موصوف کی صفت کی طرف اضافت کی مثالیں: مَسْجِدُ الْجَامِعِ وَجَانِبُ الْغَرْبِي وَصَلَاةُ الْاُوْلٰی وَبَقْلَةُ الْحَمْقَاء ۔صفت کی موصوف کی طرف اضافت کی مثالیں: جَرْدُ قَطِيْفَةٍ وَاَخْلَاقُ ثِيَابٍ۔

جواب: مصنف علیہ الرحمہ نے مذکورہ مثالوں کے بارے میں کہا کہ ان میں تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ ان کا موصوف محذوف ہے اصل عبارت یوں تھی "مَسْجِدُ الْوَقْتِ الْجَامِعِ،جَانِبُ الْمَکَانِ الْغَرْبِیِ،صَلٰوۃُ السَّاعَۃِ الْاُوْلٰی،بَقْلَۃُ الْحَبَّۃِ الْحَمْقَاءِ"۔

اسی طرح صفت کی اضافت والی مثالوں میں بھی تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ یہ مذکورہ دونوں مثالیں مرکب توصیفی ہیں ان کی اصل عبارت یوں تھی "قَطِیْفَۃٌ جَرْدٌ اور ثِیَابٌ اَخْلَاقٌ"۔پس ان کے موصوف کو حذف کر دیا گیا پھر باقی رہ گیا "جَرْدٌ اور اَخْلَاقٌ"۔ان دونوں میں عمومیت کی وجہ سے ابہام تھا لہٰذا اسے دور کرنے کے لیے جَرْدٌ کی اضافت قَطِیْفَۃٌ کی طرف اور اَخْلَاقٌ کی اضافت ثِیَابٌ کی طرف کر دی گئی تا کہ ابہام دور ہو جائے اور تخصیص حاصل ہو جائے، گویا یہاں عام کی خاص کی طرف اضافت کی گئی ہے نہ کہ صفت کی موصوف کی طرف۔

ولا یضاف اسم مماثل للمضاف الیہ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جب دو اسم عموم و خصوص میں ایک دوسرے کے ساتھ مماثلت رکھتے ہوں تو ان میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ ان میں کوئی فائدہ نہیں ہے جیسے لَیْثٌ کی اَسَدٌ کی طرف اور حَبْسٌ کی مَنْعٌ کی طرف اضافت کرنا۔

اور اگر عام کی خاص کی طرف اضافت کی جائے جیسے "کُلُّ الدَّرَاھِمِ وَعَیْنُ الشَّیْءِ" تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ اضافت تخصیص کا فائدہ دیتی ہے۔وہ اس طرح کہ "کل" عام ہے کہ یہ دراھم و دنانیر دونوں کو شامل ہے پھر اس کی اضافت خاص یعنی "دراھم" کی طرف کر دی گئی جس کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی۔اسی طرح "عین" عام ہے جو موجود اور معدوم دونوں کو شامل ہے پھر اس کی اضافت خاص یعنی "شیء" کی طرف کر دی گئی جس کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی کہ اس سے مراد موجود ہے نہ کہ معدوم۔

قولھم سعید کرز۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں:

سوال: آپ نے کہا تھا کہ دو اسم عموم و خصوص میں مساوی ہوں تو وہاں اضافت درست نہیں ہوتی جبکہ "سَعِیْدُ کُرْزٍ" والی مثال میں تو سَعِیْدٌ کی اضافت کُرْز کی طرف ہو رہی ہے جبکہ یہ دونوں مماثل ہیں کیونکہ سعید اور کُرْز دونوں ایک ہی شخص کے لیے بولے جاتے ہیں، سَعِیْد اس کا اپنا نام ہے اور عظیم الجثہ ہونے کی وجہ سے اسے کُرْزٌ سے ملقب کیا گیا ہے۔

جواب: اس مثال میں تاویل کی گئی ہے وہ اس طرح کہ مضاف یعنی سعید سے مراد ذات مسمی ہے اور مضاف الیہ یعنی کُرْز سے مراد اسم ہے، لہٰذا سَعِیْدُ کُرْزٍ سے مراد وہ ذات ہے جو لفظ "کُرْز" کے ساتھ ملقب ہے چنانچہ اس لحاظ سے دونوں کے درمیان مماثلت باقی نہ رہی۔

متن: وَاِذَا اُضِيْفَ الْاِسْمُ الصَّحِيْحُ اَوِ الْمُلْحَقُ بِهٖ اِلٰى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ كُسِرَ آخِرُهٗ وَالْيَاءُ مَفْتُوْحَةٌ اَوْسَاكِنَةٌ فَاِنْ كَانَ آخِرُهٗ اَلِفًا تُثْبَتُ وَهُذَيْلٌ تُقَلِّبُهَا لِغَيْرِ التَّثْنِيَّةِ يَاءً وَاِنْ كَانَ يَاءً اُدْغِمَتْ وَاِنْ كَانَ وَاوًا قُلِّبَتْ يَاءً وَاُدْغِمَتْ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ لِلسَّاكِنَيْنِ وَاَمَّا الْاَسْمَاءُ السِّتَّةُ فَاَخِيْ وَاَبِيْ وَاَجَازَ الْمُبَرَّدُ اَخِيَّ وَاَبِيَّ وَتَقُوْلُ حَمِيْ وَهَنِيْ وَيُقَالُ فِيَّ فِي الْاَكْثَرِ وَفَمِيْ وَاِذَا قُطِعَتْ قِيْلَ اَخٌ وَاَبٌ وَحَمٌ وَهَنٌ وَفَمٌ وَفَتْحُ الْفَاءِ اَفْصَحُ مِنْهُمَا وَجَاءَ حَمٌ مِثْلُ يَدٍ وَخَبْءٍ وَدَلْوٍ وَعَصًا مُطْلَقًا وَجَاءَ هَنٌ مِثْلُ يَدٍ مُطْلَقًا وَذُوْ لَا يُضَافُ اِلٰى مُضْمَرٍ وَلَا يُقْطَعُ

ترجمہ: جب اسم صحیح یا اس کے ملحق کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس کا آخر مکسور ہو گا اور یائے متکلم مفتوح ہو گا یا ساکن، اور اگر مضاف کے آخر میں الف ہو تو ثابت رہے گا اور قبیلہ ہذیل الف کو یاء سے بدل دیتے ہیں جبکہ تثنیہ کا نہ ہو۔ اور اگر یاء ہو تو ادغام کر دیا جاتا ہے اور اگر واؤ ہو تو یاء سے بدل دیا جاتا ہے اور پھر ادغام کر دیا جاتا ہے اور یاء کو ساکنین کی وجہ سے فتحہ دے دی جاتی ہے۔ بہر حال اسماء ستہ جب یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اخ اور اب کو "اخی اور ابی" کہا جائے گا۔ اور مبرد نے "اخی اور ابی" کہنا جائز قرار دیا ہے اور عورت کہے گی "حمی اور ھنی" اور اکثر استعمال میں "فم" میں "فی" کہا جاتا ہے اور بعض استعمال میں "فمی" کہا جاتا ہے اور جب یہ پانچوں اضافت سے منقطع ہوں تو "" کہا جائے گا۔ "فم" میں فاء کا فتحہ، ضمہ اور

کسرہ کی نسبت افصح ہے اور "حم، ید" کی طرح آیا ہے اور "دلو، عصا" کی طرح مطلقاً آیا ہے۔ اور "ھن" مطلقاً "ید" کی طرح آیا ہے اور "ذو" ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ اضافت سے منقطع ہوتا ہے۔

تشریح:

واذا اضیف الاسم الصحیح۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب اسم صحیح اور جاری مجریٰ صحیح (ایسا اسم جس کا آخری حرف واؤ یا یاء ما قبل ساکن ہو) کی یائے متکلم کی طرف اضافت ہو تو اسم کے آخری حرف کو کسرہ دینگے اور یائے متکلم کو ساکن کرنا اور فتحہ دینا دونوں جائز ہے جیسے "غُلَامِیَ، غُلَامِیْ، دَلْوِیَ، دَلْوِیْ، ظَبْیِیَ، ظَبْیِیْ"۔ مصنف علیہ الرحمہ نے "والیاء مفتوحۃ" کو مقدم ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ فتحہ اصل ہے جبکہ ساکن پڑھنا تخفیف کی وجہ سے جائز ہے۔

فان کان آخرہ الفا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کسی اسم کا آخری حرف الف مقصورہ ہو اور اس کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہو تو اکثر قبائل عرب اس الف کو باقی رکھ کر پڑھتے ہیں جیسے "عَصًا سے عَصَایَ اور رَحًی سے رَحَایَ"۔ اور قبیلہ ہذیل والے ایسے الف کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء متکلم میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے "عَصًا سے عَصِیَّ اور رَحًی سے رَحِیَّ"۔ اور اگر وہ الف تثنیہ کا ہو تو قبیلہ ہذیل والے اسے یاء سے نہیں بدلتے کیونکہ اگر اسے یاء سے بدلا جائے تو حالتی رفعی کا حالت نصبی اور جری کے ساتھ التباس لازم آئے گا جیسے غُلَامَانِ سے غُلَامَایَ۔

وان کان یاء ادغمت۔۔الخ" کی وضاحت:

اگر اس اسم (اسم صحیح یا جاری مجریٰ صحیح جس کی اضافت یائے متکلم کی طرف ہو اس) کے آخر میں یاء ہو تو اس کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور آخر میں واؤ ہو تو اسے یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا جائے گا اور دوسری یاء کو فتحہ دی جائے گی تاکہ اجتماع ساکنین لازم نہ آئے جیسے قَاضِیٌ سے قَاضِیَّ اور مُسْلِمُوْنَ سے مُسْلِمِیَّ۔

واما الاسماء الستة۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب اسماء ستہ کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو "اَخٌ وَ اَبٌ" میں محذوف حرف یعنی واؤ کو لوٹائے بغیر کہا جائے گا "اَخِيْ وَ اَبِيْ"، جبکہ امام مبرد کہتے ہیں کہ محذوف حرف کو لوٹا کر اسے یاء سے بدل دینگے اور یاء کا یاء میں ادغام کر کے کہیں گے "اَخِيَّ و اَبِيَّ"۔اور "حَمٌ وَ هَنٌ" کی یاء کی طرف اضافت کر کے عورت کہے گی "حَمِيْ و هَنِيْ "۔اور "فَمٌ" کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اکثر استعمال میں واؤ محذوفہ کو لوٹا کر یاء سے بدل دیا جاتا ہے اور یاء کا یاء میں ادغام کے کہا جاتا ہے "فِيَّ" اور بعض استعمالات میں واؤ محذوف کو لوٹائے بغیر کہا جاتا ہے "فَمِيْ"۔

واذا قطعت قیل اخ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ جب مذکورہ اسماء کو اضافت سے منقطع کر دیا جائے تو کہا جائے گا " **اَخٌ واَبٌ وحَمٌ وهَنٌ وفَمٌ** "۔اور " **فَمٌ** " کے فاء کو فتحہ، ضمہ اور کسرہ تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں لیکن فاء کو فتحہ کے ساتھ پڑھنا زیادہ فصیح ہے۔اور " **حَمٌ** "میں چار لغات جائز ہیں

(1) یَدٌ کی طرح یعنی واؤ محذوف واپس نہ لائی جائے چاہے اضافت ہو یا نہ ہو جیسے هٰذَا حَمٌ اَوْ حَمُكَ، ورَاَيْتُ حَمًا اَوْحَمَكَ ومَرَرْتُ بِحَمٍ اَوْحَمِكَ۔

(2) خَبْءٌ کی طرح یعنی اضافت وغیر اضافت دونوں صورتوں میں مہموز اللام پڑھنا جیسے "هٰذَا حَمْأٌ وَحَمْأُكَ، وَرَاَيْتُ حَمْأً اَوْ حَمْئَكَ، وَنَظَرْتُ اِلٰى حَمْءٍ اَوْحَمْئِكَ"

(3) دَلْوٌ کی طرح یعنی محذوف حرف کو لوٹا کر اس پر اعراب جاری کیا جائے جیسے هٰذَا حَمْوٌ اَوْ حَمْوُكَ، رَاَيْتُ حَمْوًا اَوْ حَمْوَكَ، مَرَرْتُ بِحَمْوٍ اَوْ بِحَمْوِكَ۔

(4)عَصًا کی طرح یعنی آخر میں الف مقصورہ لا کر پڑھنا جیسے جَاءَ حَمًا اَوْ حَمَاكَ، رَاَیْتُ حَمًا اَوْ حَمَاكَ، نَظَرْتُ اِلٰی حَمًا اَوْ حَمَاكَ۔

مصنف علیہ الرحمہ نے آخر میں "مُطْلَقًا" ذکر کر کے یہ بیان کر دیا کہ مذکورہ چاروں صورتوں جائز ہیں چاہے "حَمٌ" مفرد ہو یا مضاف۔

وجاء ھن مثل ید مطلقا۔ کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ "هَنٌ" "یَدٌ" کی طرح ہے چاہے مفرد ہو یا مضاف۔ پس کہا جائے گا هٰذَا هَنٌ اَوْ هَنُكَ وَرَاَیْتُ هَنًا اَوْ هَنَكَ وَنَظَرْتُ اِلٰی هَنٍ اَوْ هَنِكَ۔

"و ذو لا یضاف الی مضمر و لا یقطع" کی وضاحت:

"ذُوْ" کے بارے میں مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ یہ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا لیکن اضافت سے منقطع بھی نہیں کیا جاسکتا اس کی اضافت صرف اور صرف اسم جنس ظاہر کی طرف ہوتی ہے کیونکہ اس کی وضع اس لیے ہوئی ہے کہ اس کے ذریعے اسم جنس کو نکرہ یا معرفہ کی صفت بنایا جائے جیسے "جَاءَنِی زَیْدٌ ذُوْمَالٍ" اس میں نکرہ کے لیے اسم جنس کو صفت بنایا گیا اور "جَاءَنِی زَیْدٌ ذُوالْمَالِ" میں معرفہ کے لیے اسم جنس کو صفت بنایا گیا۔ اگر کہیں اس کی اضافت ضمیر کی طرف کی گئی ہے تو وہ شاذ ہے۔

متن: اَلتَّوَابِعُ کُلُّ ثَانٍ بِاِعْرَابِ سَابِقِهٖ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ اَلنَّعْتُ تَابِعٌ یَدُلُّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ مَتْبُوْعِهٖ مُطْلَقًا وَفَائِدَتُهٗ تَخْصِیْصٌ اَوْ تَوْضِیْحٌ وَقَدْ یَکُوْنُ لِمُجَرَّدِ الثَّنَاءِ اَوِ الذَّمِّ اَوِ لتَّوْکِیْدِ نَحْوُ: " نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ " وَلَافَصْلَ بَیْنَ اَنْ یَّکُوْنَ مُشْتَقًّا اَوْ غَیْرَهٗ اِذَا کَانَ وَضْعُهٗ لِغَرْضِ الْمَعْنٰی عُمُوْمًا نَحْوُ تَمِیْمِیٍّ وَذِیْ مَالٍ اَوْ خُصُوْصًا مِثْلُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَیِّ رَجُلٍ وَمَرَرْتُ بِهٰذَا الرَّجُلِ وَبِزَیْدٍ هٰذَا وَتُوْصَفُ النَّکِرَةُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِیَّةِ وَیَلْزَمُ الضَّمِیْرُ

ترجمہ: توابع ہر وہ دوسرا اسم جو اعراب میں اپنے سابقہ اسم کے ساتھ ایک ہی جہت سے موافق ہو۔ **صفت** وہ تابع ہے جو اپنے متبوع میں موجود معنی پر مطلقا دلالت کرے، اور اس کا فائدہ تخصیص یا توضیح ہے اور کبھی صفت محض تعریف یا مذمت یا تاکید کے لیے بھی ہوتی ہے جیسے " **نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ** "۔ اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ صفت مشتق یا غیر مشتق ہو جبکہ اس کی وضع تمام استعمالات میں معنی کی غرض کے لیے ہو جیسے تمیمی اور ذومال یا بعض استعمالات میں جیسے " **مررت برجل ای رجل ومررت بھذا الرجل وبزید ھذا** " اور نکرہ کی صفت جملہ خبریہ بھی لائی جاتی ہے اور (اس وقت جملہ میں) ضمیر لازمی ہے۔

تشریح:

اَلتَّوَابِعُ کُلُّ ثَانٍ بِاِعْرَابِ" کی وضاحت:

تابع کسی کلمے میں موجود وہ دوسرا اسم ہے جو اعراب میں ایک ہی جہت سے پہلے اسم کے موافق ہو یعنی اگر پہلا اسم فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہے تو دوسرا بھی فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہو گا جیسے جَاءَنِی زَیْدُ ٍالْعَاقِلُ میں اَلْعَاقِلُ، زید کا تابع ہے جس طرح زید فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے اسی طرح اَلْعَاقِلُ بھی فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے۔

اَلنَّعْتُ تَابِعٌ" کی وضاحت:

توابع کی پانچ اقسام ہیں: صفت، عطف بحرف، بدل، تاکید اور عطف بیان۔ یہاں مصنف علیہ الرحمہ نعت یعنی صفت کا بیان شروع کر رہے ہیں:

نعت: ایسا تابع جو اپنے متبوع یا متبوع کے متعلق میں موجود معنی پر بغیر کسی قید کے ہر حال میں دلالت کرے، جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ حَسَنٌ میں حَسَنٌ، نفس متبوع یعنی رَجُلٌ میں پائی جانے والی صفت پر دلالت رہا ہے اور جَاءَنِی رَجُلٌ حَسَنٌ غُلَامُہٗ، میں حسن، رَجُلٌ متبوع کے متعلق یعنی غلام میں پائی جانے والی صفت پر دلالت کر رہا ہے۔

وَفَائِدَتُہٗ تَخْصِیْصٌ "کی وضاحت:

نعت کے کئی فوائد ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1: منعوت میں تخصیص[6] کا فائدہ دیتی ہے جبکہ دونوں نکرہ ہوں جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ صَالِحٌ

2: منعوت میں توضیح کا فائدہ دیتی ہے جبکہ دونوں معرفہ ہوں جیسے اَلرَّجُلُ الصَّالِحُ

3،4،5: کبھی صرف مدح یا صرف ذم یا صرف تاکید کے لیے آتی ہے۔ مدح کی مثال:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم،ذم کی مثال:اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ تاکید کی مثال: " نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ "۔

وَلَا فَصْلَ بَيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ مُشْتَقًّا "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان نحویوں کا رد کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ نعت کے لیے مشتق ہونا ضروری ہے، مصنف علیہ الرحمہ کے نزدیک نعت کے لیے مشتق اور غیر مشتق ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح مشتق نعت بن سکتا ہے اسی طرح غیر مشتق بھی بن سکتا ہے۔ غیر مشتق کے نعت بننے کے لیے شرط ہے کہ اس کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لے ہو جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہو چاہے بطریق عموم ہو یا بطریق خصوص ہو۔

بطریق عموم سے مراد یہ ہے ک تمام استعمالات میں ہو جیسے تمیمی اور ذومال، تمیمی یہ اس شخص پر دلالت کرتا ہے جو بنو تمیم سے ہو اور لفظ ذومال ہر مال والے پر دلالت کرتا ہے۔ اور بطریق خصوص سے مراد یہ ہے کہ بعض استعمالات میں ہو جیسا کہ بعض جگہوں میں وہ لفظ متبوع میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرے گا اور بعض جگہوں میں دلالت نہیں کرے گا، لہٰذا جہاں دلالت کرے گا وہاں صفت بنانا درست ہے اور جہاں نہ کرے وہاں صفت بنانا درست نہیں ہے۔ جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ اَيِّ رَجُلٍ، اس میں اَيِّ رَجُلٍ کا معنی کمال فی الرجولیت ہے اور یہ معنی اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے لہٰذا اس کا صفت بننا درست ہے اور اَيِّ رَجُلٍ عِنْدَكَ میں اَيِّ رَجُلٍ ایسے معنی پر دلالت نہیں کرتا جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ایسی کوئی چیز ہی نہیں جو موصوف بننے کی صلاحیت رکھے لہٰذا اس کا صفت بننا درست نہیں ہے۔ اور مَرَرْتُ بِزَيْدٍ هٰذَا، میں چونکہ هٰذَا اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو زید میں پایا جاتا لہٰذا اس کو زید کی صفت بنانا درست ہے۔

وَتُوْصَفُ النَّكِرَةُ "کی وضاحت:

[6]:۔ نحویوں کی اصلاح میں عام کو کم کرنا اور نکرات میں پائے جانے والے ابہام کو کم کرنے کو تخصیص کہتے ہیں جیسے جاءنی رجل صالح، میں رجل سے ابہام دور کر کے اسے صالح سے خاص کر دیا۔

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ کبھی کبھی نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاسکتی ہے ایسی صورت میں جملہ خبریہ کے اندر ایک ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو نکرہ کی طرف لوٹے تاکہ موصوف اور صفت میں ربط قائم ہو جائے۔

متن: وَتُوْصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ وَبِحَالِ مُتَعَلِّقِهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حَسَنٍ غُلَامُهُ فَالْاَوَّلُ يَتْبَعُهُ فِي الْاِعْرَابِ وَالتَّعْرِيْفِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْاِفْرَادِ وَالتَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعِ وَالتَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ وَالثَّانِي يَتْبَعُهُ فِي الْخَمْسَةِ الْاُوَلِ وَفِي الْبَوَاقِي كَالْفِعْلِ وَمِنْ ثَمَّ حَسُنَ قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهُ وَضَعُفَ قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهُ وَيَجُوْزُ قُعُوْدٌ غِلْمَانُهُ

ترجمہ: اور صفت بیان کی جاتی ہے موصوف کے حال کی اور موصوف کے متعلق کے حال کی جیسے " **مررت برجل حسن غلامه** "پس پہلی قسم اعراب، تعریف و تنکیر، افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے تابع ہوتی ہے اور دوسری قسم پہلی پانچ میں موصوف کے تابع ہوتی ہے اور باقی میں فعل کی طرح ہے۔ اور اسی وجہ سے " **حسن قام رجل قاعد غلمانه** " کی مثال حسن ہے اور " **قاعدون غلمانه** "ضعیف ہے اور " **قعود غلمانه** " کی مثال جائز ہے۔

تشریح:

وَتُوْصَفُ بِحَالِ الْمَوْصُوْفِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ صفت کی دو قسمیں بیان کر رہے ہیں:

صفت بحالہ: وہ صفت جو متبوع میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرے جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ عَالِمٌ

صفت بحال متعلقہ: وہ صفت جو متبوع کے متعلق میں پائے جانے والے معنی پر دلالت کرے جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ اَبُوْهُ عَالِمٌ

پہلی قسم دس چیزوں میں متبوع کے مطابق ہوتی ہے، دس چیزیں یہ ہیں: رفع نصب جر تعریف تنکیر تذکیر و تانیث افراد تثنیہ اور جمع۔ دوسری قسم پانچ چیزوں میں متبوع کے مطابق ہوتی ہے۔ پانچ چیزیں یہ ہیں: رفع، نصب، جر اور تعریف و تنکیر۔

وَفِي الْبَوَاقِي كَالْفِعْلِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ صفت کی دوسری قسم رفع، نصب، جر اور تعریف و تنکیر میں متبوع کے مطابق ہو گی جبکہ باقی پانچ چیزوں یعنی افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں صفت، فعل کے مطابق ہو گی۔

فعل کے مطابق ہونے سے کیا مراد ہے:

صفت کا فعل کے مطابق ہونے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہر حال میں مفرد لانا ضروری ہوتا ہے چاہے فاعل تثنیہ ہو یا جمع ہو، اسی طرح صفت کا فاعل اسم ظاہر ہونے کی صورت میں ہر حال میں صفت مفرد ہی لائی جائے گی چاہے فاعل تثنیہ ہو یا جمع۔

جس طرح فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں فعل کو مذکر اور مؤنث ہونے کی صورت میں فعل کو مؤنث لایا جاتا ہے اسی طرح فاعل کے مذکر ہونے کی صورت میں صفت کو مذکر اور مؤنث ہونے کی صورت میں صفت کو مؤنث لایا جائے گا۔

وَمِنْ ثَمَّ حَسُنَ قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهٗ "کی وضاحت:

یہاں سے مذکورہ قاعدہ چند مثالوں سے سمجھایا جارہا ہے چنانچہ، قَامَ رَجُلٌ قَاعِدٌ غِلْمَانُهٗ، کہنا درست ہے کیونکہ غِلْمَان، فاعل اسم ظاہر ہے اس کے جمع ہونے کے باوجود اس کی صفت قَاعِدٌ مفرد ہے لیکن قَامَ رَجُلٌ قَاعِدُوْنَ غِلْمَانُهٗ کہنا ضعیف ہے کیونکہ صفت کا فاعل اسم ظاہر ہے لہٰذا صفت کو مفرد لانا چاہیے جبکہ یہاں صفت جمع ہے۔

قَامَ رَجُلٌ قُعُوْدٌ غِلْمَانُهٗ، کہنا جائز ہے کیونکہ قُعُوْدٌ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر واحد کے حکم میں ہوتی ہے لہٰذا یہ صفت حکماً واحد ہی ہوئی، لہٰذا یہ درست ہے۔

متن: وَالْمُضْمَرُ لَا يُوْصَفُ وَلَا يُوْصَفُ بِهِ وَالْمَوْصُوْفُ اَخَصُّ اَوْ مُسَاوٍ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يُوْصَفْ ذُو اللَّامِ اِلَّا بِمِثْلِهِ اَوْ بِالْمُضَافِ اِلٰى مِثْلِهِ وَاِنَّمَا الْتُزِمَ وَصْفُ بَابِ هٰذَا بِذِي اللَّامِ لِلْاِبْهَامِ وَمِنْ ثَمَّ ضَعُفَ مَرَرْتُ بِهٰذَا الْاَبْيَضِ وَحَسُنَ بِهٰذَا الْعَالِمِ

ترجمہ: اور ضمیر موصوف نہیں بنتی اور نہ ہی اس کے ذریعے صفت لگائی جاسکتی ہے۔ اور موصوف یا تو اخص ہوتا ہے یا مساوی، اور اسی وجہ سے معرف باللام کی صفت نہیں لائی جاتی مگر اسی کی مثل کے ساتھ یا اس کی مثل کی طرف مضاف کے

ساتھ، اوریقینااسم اشارہ کے باب کے وصف کامعرف باللام کے ساتھ التزام کر دیاگیاہے ابہام کی وجہ سے، اوراسی وجہ سے "مررت بھذاالابیض "ضعیف ہے اور "مررت بھذاالعالم" حسن ہے۔

تشریح:

"والمضمرلایوصف ولایوصف بہ--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ ضمیر نہ توموصوف بن سکتی ہے اور نہ ہی صفت، کیونکہ صفت یاتوتعریف کے لئے ہوتی ہے یاتخصیص کے لئے ہوتی ہے جبکہ ضمیر خوداعرف المعارف ہوتی ہے اسے تعریف اور تخصیص کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذایہ موصوف نہیں بن سکتی۔ ضمیر صفت بھی نہیں بن سکتی کیونکہ موصوف کاصفت سے اخص ہونایامساوی ہوناضروری ہے جبکہ تعریف اور تخصیص میں ضمیر سے زیادہ کسی چیز میں نہ تعریف ہے اور نہ تخصیص، کیونکہ ضمیر اعرف المعارف ہوتی ہے۔

صفت موصوف سے اخص یامساوی ہوتی ہے اسی وجہ سے مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایاکہ "ومن ثم لم یوصف ذواللام الابمثلہ اوبالمضاف الی مثلہ "یعنی اگر موصوف معرف باللام ہوتواس کی صفت یاتواس کے مثل کے ساتھ ہوگی یااس کے ساتھ ہوگی جواس کی مثل کی طرف مضاف ہو، اس کی کل چار صورتیں بنتی ہیں:

1---معرف باللام موصوف کی صفت بھی معرف باللام ہو جیسے جَاءَنِي الرَّجُلُ الْفَاضِلُ

2---معرف باللام موصوف کی صفت معرف باللام تونہ ہولیکن وہ اسم ہوجومعرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے جَاءَنِي الرَّجُلُ صَاحِبُ الْفَرَسِ

3---اسماءموصولات میں سے کوئی ایک اس کی صفت بنے جیسے جَاءَنِي الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ عِنْدَكَ أَمْسِ

4---اسماءموصولات میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہووہ صفت بنے جیسے جَاءَنِي الرَّجُلُ صَاحِبُ الَّذِيْ فِي الدَّارِ

معرف باللام کی صرف یہی چار صورتیں اس وجہ سے بنتی ہیں کہ معرفہ کی تمام قسموں میں اعرف المعارف ضمائر ہیں پھر اعلام اوران کے بعد اسماء اشارات اور پھر اس کے بعد معرف باللام اور اسماء موصولات دونوں برابر ہیں۔اس تفصیل کو اور موصوف کے اخص یا مساوی ہونے کے قاعدے کو سامنے رکھا جائے تو یہی چار صورتیں بنتی ہیں۔

"وانما التزم وصف باب ھذا--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک اعتراض کا جواب دے رہے ہیں

اعتراض: یہ ہے کہ جس طرح معرف باللام کی صفت، معرف باللام اور موصول اور مضاف الی معرف باللام والموصول کے ساتھ لا سکتے ہیں تو اسی طرح اسماء اشارات کی صفت بھی ان تمام صورتوں کے ساتھ آنی چاہیے کیونکہ یہ تمام معرفہ ہونے میں اسماء اشارات سے کمتر ہیں حالانکہ اسماء اشارات کی صفت صرف معرف باللام کے ساتھ آتی ہے؟

جواب: اسماء اشارات اور اسماء موصولات مبہمات بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ ان میں جنس کا ابہام ہوتا ہے اور جنس کا ابہام صرف معرف باللام ہی ختم کر سکتا ہے کیونکہ الف لام کو وضع ہی تعریف کے لئے کیا گیا ہے اس کے علاوہ جو اسم معرف باللام کی طرف مضاف ہو اس میں تو خود ابہام ہوتا ہے جسے مضاف الیہ کے ذریعے دور کیا جاتا ہے وہ دوسرے سے ابہام کیا دور کرے گا البتہ اسم موصول اسم اشارہ کی صفت بن سکتا ہے جیسے مررت بھذا الذی اکرم۔

اعتراض: اسماء اشارات کی صفت جب معرف باللام کی طرح اسم موصول بھی آسکتی ہے تو مصنف علیہ الرحمہ نے اسے کیوں ذکر نہیں کیا؟

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب معرف باللام کو ذکر کر دیا تو اسم موصول خود بخود داخل ہو گیا کیونکہ یہ دونوں معرفہ ہونے میں برابر ہیں لہٰذا اگر ایک کو صفت بنائیں اور دوسرے کو نہ بنائیں تو یہ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔

"ومن ثم ضعف مررت بھذا الابیض" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرما رہے ہیں کہ معرف باللام اس وقت اسم اشارہ کی صفت بن سکتا ہے جب وہ ابہام دور کرے اور " مَرَرْتُ بِھٰذَا الْاَبْیَضِ" میں ابہام دور نہیں ہوا کہ سفید کیا چیز ہے، آدمی ہے یا کچھ اور اس لیے یہ کہنا درست نہیں۔اور "مَرَرْتُ بِھٰذَا الْعَالِمِ" کہنا درست ہے کیونکہ یہاں معرف باللام صفت نے اسم اشارہ کا ابہام دور کر دیا ہے۔

متن: اَلْعَطْفُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ بِالنِّسْبَةِ مَعَ مَتْبُوْعِهٖ وَيَتَوَسَّطُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَتْبُوْعِهٖ اَحَدُ الْحُرُوْفِ الْعَشَرَةِ وَسَيَأْتِيْ مِثْلُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ اُكِّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ اِلَّا اَنْ يَقَعَ فَصْلٌ فَيَجُوْزُ تَرْكُهٗ مِثْلُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ وَاِذَا عُطِفَ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمَجْرُوْرِ اُعِيْدَ الْخَافِضُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ وَالْمَعْطُوْفُ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ فِيْ مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو اِلَّا الرَّفْعُ وَاِنَّمَا جَازَ الَّذِيْ يَطِيْرُ فَيَغْضِبُ زَيْدٌ ن الذُّبَابُ لِاَنَّهَا فَاءُ السَّبَبِيَّةِ وَاِذَا عُطِفَ عَلٰى عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ لَمْ يَجُزْ خِلَافًا لِلْفَرَّاءِ اِلَّا فِيْ نَحْوِ فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو خِلَافًا لِسِيْبَوَيْهِ

ترجمہ: عطف ایسا تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبت ہو اور اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان دس حروف میں سے کوئی ایک حرف ہو۔ اور عنقریب اس کا ذکر آئے گا جیسے "**قَامَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو**" اور جب مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لگائی جائے گی جیسے "**ضَرَبْتُ اَنَا وَزَيْدٌ**" مگر یہ کہ درمیان میں کوئی فاصلہ ہو تو اسے ترک کرنا جائز ہے جیسے "**ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدٌ**" اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو جر کا اعادہ کیا جائے گا جیسے "**مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَيْدٍ**" اور معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اسی وجہ سے "**مَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو**" میں رفع کے سوا جائز نہیں ہے۔ اور جائز ہے "**الَّذِيْ يَطِيْرُ فَيَغْضِبُ زَيْدٌ ن الذُّبَابُ**" کیونکہ وہ فاء سببیہ ہے۔ اور جب دو مختلف عاملوں پر عطف کیا جائے تو جائز نہیں برخلاف فراء کے مگر "**فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةِ عَمْرٌو**" کی مثال میں، برخلاف سیبویہ کے۔

تشریح:

"اَلْعَطْفُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ توابع کی اقسام بیان کرتے ہوئے عطف بحرف کو بیان کر رہے ہیں:

عطف بحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبت ہو یعنی جو نسبت متبوع کی طرف ہو وہی تابع کی طرف بھی ہو اور تابع و متبوع کے درمیان حروف عاطفہ میں سے کوئی ایک حرف بھی ہو جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ وَعَمْرٌو۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلَی الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ اس کی تاکید لگائی جائے گی اور پھر عطف کیا جائے گا جیسے "ضَرَبْتُ اَنَا وَزَیْدٌ"۔اور اگر ضمیر مرفوع متصل اور معطوف کے درمیان فاصلہ ہو تو ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لگانا ضروری نہیں ہے کیونکہ فصل تاکید کے قائم مقام ہی ہے جیسے "ضَرَبْتَ الْیَوْمَ وَزَیْدٌ"

وَاِذَا عُطِفَ عَلَی الضَّمِیْرِ الْمَجْرُوْرِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جب ضمیر مجرور پر کسی لفظ کا عطف کیا جائے تو معطوف پر حرف جر کا اعادہ کرنا ضروری ہے جیسے "مَرَرْتُ بِكَ وَبِزَیْدٍ"

وَالْمَعْطُوْفُ فِیْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَیْهِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں کہ جو معاملات معطوف علیہ کے لیے جائز ہیں وہی معطوف کے لیے بھی جائز ہیں اور جو معطوف علیہ کے لیے ممتنع ہیں وہ معطوف کے لیے بھی ممتنع ہیں اسی وجہ سے "مَا زَیْدٌ بِقَائِمٍ اَوْ قَائِمًا وَلَا ذَاهِبٌ عَمْرٌو" میں " ذَاهِبٌ "کا جر اور نصب دونوں ناجائز ہیں صرف رفع درست ہے کیونکہ اگر اس کو مجرور یا منصوب پڑھتے ہیں تو اس کا عطف "بِقَائِمٍ" یا" قَائِمًا" پر ہوگا اور یہ جائز نہیں کیونکہ "قَائِمًا" میں ھو ضمیر ہے جو زید کی طرف راجع ہے لیکن "ذاھب" میں ضمیر نہیں ہے کیونکہ اس کا فاعل "عمرو "بظاہر موجود ہے حالانکہ اگر معطوف علیہ میں ضمیر ہو تو معطوف میں بھی ضمیر ہونا ضروری ہے لہٰذا اسی وجہ سے "ذاھب" کو مجرور یا منصوب پڑھنا درست نہیں صرف رفع ہی درست ہے۔

وَاِنَّمَا جَازَ الَّذِیْ یَطِیْرُ فَیَغْضِبُ زَیْدٌ ن الذُّبَابُ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں:

سوال: آپ کا بیان کردہ قاعدہ کہ معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے درست نہیں ہے کیونکہ یہ "**اَلَّذِیْ یَطِیْرُفَیَغْضِبُ زَیْدُ ن الذُّبَابُ**" پر لاگو نہیں رہا،وہ اس طرح کہ "**یطیر**" میں ایک ضمیر ہے جو "الذی" اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہے اور "**یغضب**"، "**یطیر** " پر معطوف ہے لیکن یہ ضمیر ضمیر سے خالی ہے کیونکہ اس کا فاعل اسم ظاہر "زید" ہے۔

جواب: "**اَلَّذِیْ یَطِیْرُفَیَغْضِبُ زَیْدُ ن الذُّبَابُ**" والی مثال جائز ہے کیونکہ یہاں فاء عاطفہ نہیں بلکہ سببیہ ہے،اعتراض تب ہوتا جب فاء عاطفہ ہوتی۔

وَاِذَا عُطِفَ عَلٰی عَامِلَیْنِ مُخْتَلِفَیْنِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک حرف عطف کے ساتھ دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر عطف کرنے کے بارے میں تین مذاہب بیان کر رہے ہیں:

1: جمہور کے نزدیک ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف جائز نہیں اسی وجہ سے "زَیْدٌ فِی الدَّارِ وَعَمْرٌو الْحُجْرَۃِ " نہیں کہہ سکتے کیونکہ حرف عطف ضعیف عامل ہے جو ایک عامل کے قائم مقام ہو سکتا ہے لیکن دو کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔جمہور بلکہ تمام کے نزدیک ایک صورت جائز ہے وہ یہ کہ جہاں معطوف اور معطوف علیہ میں مجرور، مرفوع یا منصوب پر مقدم ہو گا وہاں یہ عطف جائز ہے جیسے "فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَۃِ عَمْرٌو "۔

2: امام فراء کے نزدیک ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف مطلقا جائز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب "فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَۃِ عَمْرٌو " جیسی مثال تمام کے نزدیک جائز ہے تو پھر دوسری تراکیب بھی جائز ہونگیں۔مزید یہ کہ جب ایک عامل کے معمول پر عطف کرنا جائز ہے تو اسی پر قیاس کرتے ہوئے دو عاملوں کے معمولوں پر بھی عطف جائز ہو گا۔

3: سیبویہ کے نزدیک ایک حرف عطف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف کسی صورت بھی جائز نہیں حتی کہ "فِی الدَّارِ زَیْدٌ وَالْحُجْرَۃِ عَمْرٌو " والی مثال بھی جائز نہیں،ہاں اگر حرف جر مقدر مان لیں تب یہ صورت

جائز ہو گی لہذا مذکورہ مثال حرف جر کی تقدیر کے ساتھ جائز ہو گی چنانچہ تقدیری عبارت یوں بنے گی" فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَفِي الْحُجْرَةِ عَمْرٌو "

متن: اَلتَّاكِيْدُ تَابِعٌ يُقَرِّرُ اَمْرَ الْمَتْبُوْعِ فِي النِّسْبَةِ اَوِ الشُّمُوْلِ وَهُوَ لَفْظِيٌّ وَمَعْنَوِيٌّ فَاللَّفْظِيُّ تَكْرِيْرُ اللَّفْظِ الْاَوَّلِ نَحْوُ جَاءَنِي زَيْدٌ زَيْدٌ وَيَجْرِيْ فِي الْاَلْفَاظِ كُلِّهَا وَالْمَعْنَوِيُّ بِاَلْفَاظٍ مَحْصُوْرَةٍ وَهِيَ نَفْسُهُ وَعَيْنُهُ كِلَاهُمَا وَكُلُّهُ وَاَجْمَعُ وَاَكْتَعُ وَاَبْتَعُ وَاَبْصَعُ فَالْاَوَّلَانِ يَعُمَّانِ بِاخْتِلَافِ صِيْغَتِهِمَا وَضَمِيْرُهُمَا تَقُوْلُ نَفْسُهُ وَنَفْسُهَا وَاَنْفُسُهُمَا وَاَنْفُسُهُمْ وَاَنْفُسُهُنَّ وَالثَّانِيْ لِلْمُثَنّٰى تَقُوْلُ كِلَاهُمَا وَكِلْتَاهُمَا وَالْبَاقِيْ لِغَيْرِ الْمُثَنّٰى بِاخْتِلَافِ الضَّمِيْرِ فِي كُلِّهِ وَكُلِّهَا وَكُلِّهِمْ وَكُلِّهِنَّ وَالصِّيَغِ فِي الْبَوَاقِيْ تَقُوْلُ اَجْمَعُ وَجُمَعَاءُ وَاَجْمَعُوْنَ وَجُمَعُ

ترجمہ: تاکید وہ تابع ہے جو نسبت یا شمول میں نسبت کے معاملے کو پختہ کرتا ہے وہ تاکید لفظی ہو یا معنوی، پس تاکید لفظی پہلے لفظ کو مکرر ذکر کرنا ہے جیسے جاءنی زید زید اور تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے۔ اور تاکید معنوی الفاظ محصورہ کے ساتھ آتی ہے اور وہ یہ ہیں نفسہ، عینہ، کلاھما، کلہ، اجمع، اکتع، ابتع اور ابصع، پس پہلے دو عام ہیں ان کے صیغوں اور ضمیروں کے بدلنے کے ساتھ، تو کہے گا نفسہ، نفسھا، انفسھما، انفسھم اور انفسھن، اور دوسری قسم تثنیہ کے لئے آتی ہے تو کہے گا کلاھما اور کلتاھما اور باقی کلہ، کلھا، کلھم اور کلھن میں ضمیر کے بدلنے کے ساتھ غیر مثنی کے لئے آتے ہیں اور بقیہ میں صرف صیغوں کے بدلنے کے ساتھ تو کہے گا اجمع، جمعاء، اجمعون اور جمع۔

تشریح:

"التاکید تابع یقرر امر المتبوع۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تاکید کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ جس چیز کی نسبت متبوع کی طرف ہو اس میں سامع کے نزدیک مجاز، سہو یا نسیان کا کوئی احتمال ہو تو تاکید اس احتمال کو دور کردیتی ہے جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ زَيْدٌ، اس مثال میں دوسرا زید جو تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس کا مقصود صرف یہ تھا کہ سامع یہ جان لے کہ زید کی میرے پاس کی آنے کی نسبت

مجاز یا نسیان والی نہیں ہے بلکہ یہ نسبت حقیقی ہے۔اور شمول کا مطلب یہ ہے کہ جس حکم کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہو وہ حکم اس متبوع کے تمام افراد کو شامل ہو جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ کُلُّھُمْ،اس مثال میں جَاءَنِی کی نسبت اَلْقَوْمُ کی طرف کی گئی ہے اور کُلُّھُمْ کے ساتھ تاکید لگانے کی وجہ سے جَاءَنِی کا حکم تمام افراد کو شامل ہے۔

وھولفظی ومعنوی۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تاکید کی قسمیں بیان فرمارہے ہیں کہ تاکید کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور معنوی، لفظی میں پہلے لفظ کی تکرار ہوتی ہے چاہے وہ حرف ہو، فعل ہو یا اسم جیسے اِنَّ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ، جَاءَنِی زَیْدٌ زَیْدٌ، ضَرَبَ ضَرَبَ زَیْدٌ، زَیْدٌ قَائِمٌ زَیْدٌ قَائِمٌ

وَالْمَعْنَوِیُّ بِاَلْفَاظٍ مَحْصُوْرَۃٍ" کی وضاحت:

تاکید معنوی مخصوص الفاظ کے ساتھ آتی ہے جنہیں مصنف علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا ہے ان الفاظ میں سے نَفْسُہٗ اور عَیْنُہٗ واحد، تثنیہ اور جمع اسی طرح مذکر اور مؤنث سب کے لئے آتے ہیں صرف صیغہ اور ضمیر تبدیل کر دی جاتی ہے۔

کِلَاھُمَا یا کِلْتَاھُمَا صرف تثنیہ کے لئے آتا ہے۔کلہ میں ضمیر تبدیل کرتے ہوئے اسے واحد اور جمع، مذکر ومؤنث کے لئے لایا جاسکتا ہے جیسے کُلُّہٗ، کُلُّھَا، کُلُّھُمْ، کُلُّھُنَّ۔

اَجْمَعُ، اَکْتَعُ، اَبْتَعُ اور اَبْصَعُ ان میں واحد مذکر کے لئے اَجْمَعُ، واحد مؤنث کے لئے جُمْعَاءُ، جمع مذکر کے لئے اَجْمَعُوْنَ اور جُمَعُ مؤنث کے لئے جمع لایا جائے گا۔

متن: وَلَا یُؤَکَّدُ بِکُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّا ذُوْ اَجْزَاءٍ یَصِحُّ اِفْتِرَاقُھَا حِسًّا اَوْ حُکْمًا مِثْلُ اَکْرَمْتُ الْقَوْمَ کُلَّھُمْ وَاشْتَرَیْتُ الْعَبْدَ کُلَّہٗ بِخِلَافِ جَاءَ زَیْدٌ کُلُّہٗ وَاِذَا اُکِّدَ الضَّمِیْرُ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ بِالنَّفْسِ وَالْعَیْنِ اُکِّدَ بِمُنْفَصِلٍ مِثْلُ ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَکَ وَاَکْتَعَ وَاَخَوَاہٗ اَتْبَاعٌ لِاَجْمَعَ فَلَا تَتَقَدَّمُ عَلَیْہِ وَذِکْرُھَا دُوْنَہٗ ضَعِیْفٌ

ترجمہ: اور صرف ایسے اجزاء والوں کی تاکید کل اور اجمع کے ساتھ لاسکتے ہیں جن کا حسی طور پر یا حکمی طور پر افتراق درست ہو جیسے اکرمت القوم کلھم واشتریت العبد کلہ بخلاف جاءزید کلہ اور جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین

کے ساتھ لگائی جائے تو منفصل کے ساتھ تاکید لگائی جائے گی جیسے ضربت انت نفسک اورا کتع اوراس کے دونوں ہم مثل (ابتع، ابصع) اجمع کے تابع ہیں پس وہ اس (اجمع) پر مقدم نہیں ہوسکتے اور اجمع کے بغیر ان کا ذکر کرنا ضعیف ہے۔

تشریح:

وَلَایُؤَکَّدُبِکُلٍّ وَاَجْمَعَ اِلَّاذُوْاَجْزَاءٍ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ "کل اور اجمع ایسی چیز کی تاکید کے لیے آتے ہیں جس کے جزء ہوں چاہے حسی ہوں جیسے " اَکْرَمْتُ الْقَوْمَ کُلَّھُمْ "(میں نے تمام قوم کی عزت کی۔) یا حکمی ہوں جیسے "اِشْتَرَیْتُ الْعَبْدَکُلَّہٗ"(میں نے مکمل زید خریدا)۔عَبْد، حکماً اجزاء والا ہے کیونکہ اس کا چوتھائی حصہ، تہائی حصہ یا نصف حصہ خریدا جاسکتا ہے۔لیکن " جَاءَزَیْدٌکُلُّہٗ" کہنا درست نہیں ہے کیونکہ زید کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ زید، آدھا یا چوتھائی آیا ہے بلکہ زید جب بھی آئے گا مکمل ہی آئے گا نا تو اس کے حسی اجزاء ہیں اور نہ ہی حکمی اجزاء۔

وَاِذَااُکِّدَالضَّمِیْرُالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع متصل کی "نَفْسٌ اور عَیْنٌ" کے ساتھ تاکید لگائی جائے تو پہلے ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ تاکید لگانا ضروری ہے جیسے "ضَرَبْتَ اَنْتَ نَفْسَكَ "۔

وَاَکْتَعَ وَاَخَوَاہُ اَتْبَاعٌ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ "اَکْتَعُ،اَبْتَعُ،اَبْصَعُ" یہ تینوں اَجْمَعُ کے تابع ہیں یعنی اَجْمَعُ کے ساتھ ہی استعمال ہوتے ہیں اور "اَجْمَعُ" پر مقدم بھی نہیں ہوتے۔اور ان تینوں کا ذکر "اَجْمَعُ" کے بغیر ضعیف ہے کیونکہ متبوع کے بغیر تابع کا ذکر مستحسن نہیں ہے۔

متن:اَلْبَدَلُ تَابِعٌ مَقْصُوْدٌبِمَانُسِبَ اِلَى الْمَتْبُوْعِ دُوْنَهٗ وَهُوَبَدَلُ الْكُلِّ وَالْبَعْضِ وَالْاِشْتِمَالِ وَالْغَلَطِ فَالْاَوَّلُ مَدْلُوْلُهٗ مَدْلُوْلُ الْاَوَّلِ وَالثَّانِي جُزْءُهٗ وَالثَّالِثُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْاَوَّلِ مُلَابَسَةٌ بِغَيْرِهِمَاوَالرَّابِعُ اَنْ

تَقْصِدَ اِلَیْہِ بَعْدَاَنْ غَلَطْتَّ بِغَیْرِہٖ وَیَکُوْنَانِ مَعْرِفَتَیْنِ وَنَکِرَتَیْنِ وَمُخْتَلِفَتَیْنِ وَاِذَاکَانَ نَکِرَۃً مِنْ مَعْرِفَۃٍ فَالنَّعْتُ مِثْلُ "بِالنَّاصِیَۃِ نَاصِیَۃٍ کَاذِبَۃٍ" وَیَکُوْنَانِ ظَاھِرَیْنِ وَمُضْمَرَیْنِ وَمُخْتَلِفَیْنِ وَلَایُبْدَلُ ظَاھِرٌمِنْ مُضْمَرٍبَدَلُ الْکُلِّ اِلَّامِنَ الْغَائِبِ نَحْوُضَرَبْتُہٗ زَیْدًا

ترجمہ: بدل وہ تابع ہے جو ایسی چیز کے ساتھ مقصود ہو جس کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہو نہ کہ خود متبوع، اور وہ بدل کل ہے بدل بعض ہے بدل اشتمال ہے اور بدل غلط ہے۔ پس پہلا وہ ہے جس کا مدلول پہلے کا مدلول ہو اور دوسرا وہ ہے جو پہلے کا جزء ہو اور تیسرا وہ ہے کہ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان ایک قسم کا تعلق ہو پہلے دونوں کے علاوہ، اور چوتھا وہ ہے کہ تو اس کی طرف قصد کرے بعد اس کے کہ تو نے اس کے غیر کے ساتھ غلطی کی ہو، اور وہ دونوں معرفہ، نکرہ اور مختلف ہوتے ہیں اور جب بدل معرفہ سے نکرہ ہو تو بدل کے ساتھ صفت لانا ضروری ہے جیسے " بالناصیۃ ناصبۃ کاذبۃ" اور دونوں اسم ظاہر ہوں گے ضمیریں ہونگے اور مختلف ہونگے اور اسم ظاہر بدل کل کے طور پر بدل نہیں بن سکتا ہے مگر غائب سے جیسے ضربتہ زیدا۔

تشریح:

"البدل تابع مقصود۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ بدل وہ تابع ہے کہ جس حکم کی نسبت متبوع کی طرف کی گئی ہو اسی حکم کی نسبت اس کے تابع کی طرف بھی کی گئی ہو لیکن مقصود بالنسبت تابع ہو نہ کہ متبوع جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ اَخُوْکَ، اس مثال میں زَیْد مبدل منہ ہے اور اَخُوْکَ اس سے بدل واقع ہورہا ہے اور زید کی طرف جو آنے کی نسبت کی گئی ہے وہی اس کے تابع اَخُوْکَ کی طرف بھی کی گئی ہے اور مقصود اسی اَخُوْکَ کی طرف نسبت کرنا ہے لفظ زَیْدٌ صرف تمہید کے لئے لایا گیا ہے۔

"وھو بدل الکل والبعض والاشتمال والغلط" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فررہے ہیں کہ بدل کی چار قسمیں ہیں اور وہ یہ ہیں بدل کل، بدل بعض، بدل اشتمال اور بدل غلط،

بدل کل: وہ تابع ہے کہ اس کا اور مبدل منہ کا مدلول ایک ہو جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ اَخُوْكَ، اس مثال میں زید مبدل منہ ہے اور اَخُوْكَ اس سے بدل بن رہا ہے اور دونوں ایک ہی چیز یعنی ذات زید پر دالت کر رہے ہیں۔

بدل بعض: وہ تابع ہے جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا ایک جزء ہو جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ رَاْسُهٗ، اس مثال میں زید مبدل منہ اور "رَاْسُهٗ" بدل ہے جو کہ پورے زید کا ایک جزء ہے۔

بدل اشتمال: وہ تابع کہ جس کے اور اس کے مبدل منہ کے درمیان پہلی دو قسموں کے مابین جو کلیت اور بعضیت والا تعلق تھا اس کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو جیسے سُلِبَ زَیْدٌ ثَوْبُهٗ، اس مثال میں ثَوْبٌ، نہ تو زید ہے اور نہ جزء بلکہ ان کے علاوہ ایک خارجی تعلق ہے اور وہ ہے ظرف ومظروف کا تعلق۔

بدل غلط: وہ تابع ہے کہ مبدل منہ کو غلط ذکر کرنے کے بعد اس کا قصد کیا جائے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ حِمَارٍ، یہاں متکلم "مَرَرْتُ بِحَمَارٍ" کہنا چاہتا تھا لیکن غلطی کی وجہ سے اس کے منہ سے "رَجُلٌ" نکل گیا پھر فوراً "حِمَارًا" کہہ کر اس غلطی کا تدارک کر دیا۔

"ویکونان معرفتین ونکرتین ومختلفین" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ مبدل منہ اور بدل دونوں کے درمیان کسی طرح کی مطابقت شرط نہیں، بلکہ دونوں معرفہ بھی ہوسکتے یں جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ اَخُوْكَ، اور دونوں نکرہ بھی ہوسکتے ہیں جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ غُلَامٌ لِزَیْدٍ، اور ایک دوسرے کے مغائر بھی ہوسکتے ہیں کہ پہلا معرفہ اور دوسرا نکرہ ہو جیسے "بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ"، یا پہلا اور دوسرا معرفہ ہو جیسے جَاءَنِی رَجُلٌ غُلَامُ زَیْدٍ۔

"واذا کان نکرۃ من معرفۃ فالنعت" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کوئی اسم نکرہ اسم معرفہ سے بدل واقع ہو رہا ہو تو اسم نکرہ میں کچھ نہ کچھ تخصیص پیدا کرنے کے لئے صفت لانا ضروری ہوگا کیونکہ بدل مقصود ہوتا ہے اور اگر اس کی صفت نہ لگائی جائے تو مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئے گا جیسے "لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِیَةِ نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ" یعنی ہم گھسیٹیں گے اس کی پیشانی کو، تو سوال پیدا ہوسکتا تھا کہ کونسی پیشانی؟ تو فرمایا کہ "نَاصِیَةٍ کَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ" یعنی وہ کوئی عام پیشانی نہیں ہے بلکہ

جھوٹی اور خطاکار پیشانی ہے اس کو گھسیٹیں گے۔ یہاں "اَلنَّاصِیَۃِ" مبدل منہ معرفہ ہے اور "نَاصِیَۃٍ" بدل نکرہ ہے لہٰذا اس کے لیے "کَاذِبَۃٍ" صفت لائی گئی۔

"ویکونان ظاھرین ومضمرین ومختلفین" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ مبدل منہ اور بدل دونوں کا اسم ظاہر ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اسم ضمیر بھی ہوسکتے ہیں جیسے زَیْدٌ ضَرَبْتُہٗ اِیَّاہٗ، اور ایک دوسرے کے مغائر بھی ہوسکتے ہیں کہ پہلا اسم ظاہر ہو اور دوسرا اسم ضمیر ہو جیسے ضَرَبْتُ زَیْدًا اِیَّاہٗ، یا اس کے بر عکس ہو کہ پہلا اسم ضمیر ہو اور دوسرا اسم ظاہر ہو جیسے زَیْدٌ ضَرَبْتُہٗ اَخَاکَ۔

"ولایبدل ظاھر من مضمر بدل الکل الامن الغائب" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ اسم ظاہر کو ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے بدل کل نہیں بنایا جاسکتا غائب کی ضمیر کے ساتھ بنایا جاسکتا ہے جیسے ضَرَبْتُہٗ زَیْدًا، اس کی وجہ یہ ہے کہ متکلم اور مخاطب کی ضمیریں اعرف المعارف ہوتی ہیں اور مقصود بالنسبت بدل ہوتا ہے لہٰذا اگر متکلم یا مخاطب کی ضمیر سے اسم ظاہر کو بدل بنایا جائے تو اعلیٰ کا ادنیٰ اور ادنیٰ کا اعلیٰ ہونا لازم آئے گا اور غائب کی ضمیر سے اسے بدل اس لئے بنایا جاسکتا ہے کہ وہ اگرچہ معرفہ ہے لیکن کم درجے کا معرفہ ہے اس لئے مذکورہ خرابی اس میں لازم نہیں آئے گی۔

متن: عَطْفُ الْبَیَانِ تَابِعٌ غَیْرُصِفَۃٍ یُوْضِحُ مَتْبُوْعَہٗ مِثْلُ اَقْسَمُ بِاللّٰہِ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرُوَفَصْلُہٗ مِنَ الْبَدَلِ لَفْظًا فِی مِثْلِ اَنَا ابْنُ التَّارِکِ الْبِکْرِیِّ بِشْرٍ

ترجمہ: عطف بیان وہ تابع ہے جو ایسی صفت کے علاوہ ہو جو اپنے متبوع کی وضاحت کرے جیسے اقسم باللہ ابوحفص عمراور انا ابن التارك البکری بشر جیسی مثالوں میں اس کی بدل سے جدائی لفظی طور پر ہوتی ہے۔

تشریح:

"عطف البیان تابع غیر صفۃ یوضح متبوعہ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے جیسے اَقْسَمُ بِاللهِ اَبُوْحَفْصٍ عُمَرُ، اس مثال میں "اَبُوْحَفْص" متبوع ہے اور "عمر" اس کا تابع ہے یعنی عطف بیان ہے کیونکہ ابو حفص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایسی کنیت ہے جو غیر واضح ہے تو لفظ عمر نے اس کی وضاحت کر دی۔

وفصله من البدل لفظا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان فرمارہے ہیں کہ عطف بیان اور بدل دونوں ایک چیز نہیں ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان باقاعدہ لفظی اور معنوی دونوں طرح فرق پایا جاتا ہے معنوی فرق یہ ہے کہ بدل اور مبدل منہ میں مقصود بالنسبت بدل ہوتا ہے جبکہ عطف بیان میں مقصود بالنسبت اس کا متبوع ہوتا ہے اور تابع صرف وضاحت کے لئے آتا ہے۔ اور لفظی فرق یہ ہے کہ اَنَا اِبْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ [7] جیسی مثالوں میں عطف بیان اور بدل کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے کیونکہ "بشر" کو "البکری" کے لئے عطف بیان بنانے میں خرابی لازم نہیں آتی لیکن اسی "بشر" کو "البکری" سے بدل بنانے میں خرابی لازم آئیگی کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے وہی عامل بدل کا ہوتا ہے اور اگر یہاں "البکری" کو مبدل منہ اور "بشر" کو بدل قرار دیں تو ایسی صورت میں "التارك" جو کہ "البکری" کا عامل ہے وہی "بشر" کا عامل ہو جائے گا اور یہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ صیغہ صفت معرف باللام کی اضافت معرف باللام کی طرف تو درست ہے لیکن غیر معرف باللام کی طرف درست نہیں ہے لہٰذا یہاں "بشر"، "البکری" کا عطف بیان تو ہو سکتا ہے لیکن بدل نہیں بن سکتا۔

متن: اَلْمَبْنِيُّ مَا نَاسَبَ مَبْنِيَّ الْاَصْلِ اَوْ وَقَعَ غَيْرَ مُرَكَّبٍ وَاَلْقَابُهُ ضَمٌّ وَفَتْحٌ وَكَسْرٌ وَوَقْفٌ وَحُكْمُهُ اَنْ لَا يَخْتَلِفَ آخِرُهُ لِاِخْتِلَافِ الْعَوَامِلِ وَهِيَ الْمُضْمَرَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ وَالْمَوْصُوْلَاتِ وَالْمُرَكَّبَاتُ وَالْكِنَايَاتُ وَاَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ وَالْاَصْوَاتِ وَبَعْضُ الظُّرُوْفِ

---

[7]:۔۔۔مکمل شعر یوں ہے: اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبَكْرِيِّ بِشْرٍ -- عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وُقُوْعًا (میں بکری بشری کو قتل کرکے اس حال میں چھوڑنے والے کا بیٹا ہوں کہ اس پر پرندے گرتے ہوئے اس کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔)

ترجمہ: مبنی وہ جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یا غیر مرکب واقع ہو اور اس کے القاب، ضمہ، فتحہ اور کسرہ ہیں۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے نہ بدلے۔ اور وہ یہ ہیں: مضمرات، اسماء اشارہ، اسماء موصولات، مرکبات، کنایات، اسماء افعال، اصوات اور بعض ظروف۔

تشریح:

اَلْمَبْنِیُّ مَانَاسَبَ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یا اپنے علاوہ کے ساتھ مرکب نہ ہو۔ تمام حروف، فعل ماضی، امر حاضر معروف اور جملے کو بھی مبنی الاصل کہا گیا ہے۔

مبنی غیر اصل کی اقسام:

مبنی غیر اصل کی دو قسمیں ہیں:

1: اسم غیر متمکن یعنی جو اسم مبنی الاصل کے مشابہ ہو۔ جیسے ضمائر، اسماء موصولات وغیرہ۔

2: اسم متمکن جو غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے زید، بکر وغیرہ۔

حرکات ثلاثہ کے لیے مبنی کے القاب ضمہ، فتحہ اور کسرہ ہیں جبکہ سکون کے لیے وقف ہے۔

مبنی کا حکم:

مبنی کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا جیسے جَاءَ هٰذَا، رَاَيْتُ هٰذَا، مَرَرْتُ بِهٰذَا۔ ان مثالوں میں "ھذا" کا عامل تو بدلا ہے لیکن "ھذا" نہیں بدلا۔

مشابہ مبنی الاصل کی اقسام:

مشابہ مبنی کی آٹھ اقسام ہیں: ضمائر، اسمائے اشارات، اسمائے موصولات، مرکبات، کنایات، اسمائے افعال، اصوات، بعض ظروف۔

متن: اَلْمُضْمَرُ مَا وُضِعَ لِمُتَكَلِّمٍ اَوْ مُخَاطَبٍ اَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى اَوْ حُكْمًا وَهُوَ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ فَالْمُنْفَصِلُ الْمُسْتَقِلُّ بِنَفْسِهٖ وَالْمُتَّصِلُ غَيْرُ الْمُسْتَقِلِّ بِنَفْسِهٖ وَهُوَ مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ فَالْاَوَّلَانِ مُتَّصِلٌ وَمُنْفَصِلٌ وَالثَّالِثُ مُتَّصِلٌ فَقَطْ فَذٰلِكَ خَمْسَةُ اَنْوَاعٍ اَلْاَوَّلُ ضَرَبْتُ وَضُرِبْتُ اِلٰى ضَرَبْنَ وَضُرِبْنَ وَالثَّانِيْ اَنَا اِلٰى هُنَّ وَالثَّالِثُ ضَرَبَنِيْ اِلٰى ضَرَبَهُنَّ وَاِنَّنِيْ اِلٰى اِنَّهُنَّ وَالرَّابِعُ اِيَّايَ اِلٰى اِيَّاهُنَّ وَالْخَامِسُ غُلَامِيْ وَلِيْ اِلٰى غُلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً يَسْتَتِرُ فِي الْمَاضِيْ لِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ وَالْمُضَارِعِ لِلْمُتَكَلِّمِ مُطْلَقًا وَالْمُخَاطَبِ وَالْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ وَفِي الصِّفَةِ مُطْلَقًا

ترجمہ: مضمر وہ ہے جو متکلم، مخاطب یا غائب کے لیے وضع کی گئی ہو جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو چاہے لفظا، معنی یا حکما۔ اور وہ متصل اور منفصل ہیں۔ پس منفصل جو مستقبل بنفسہ ہو اور متصل جو غیر مستقبل بنفسہ ہو، اور یہ مرفوع، منصوب اور مجرور ہیں ۔پہلی دونوں متصل اور منفصل ہیں جبکہ تیسری صرف متصل ہے پس یہ پانچ نوعیں ہیں: پہلی **ضربت وضربت الی ضربن وضربن** دوسری **انا الی ھن** تیسری **ضربنی الی ضربھن واننی الی انھن** چوتھی **ایای الی ایاھن** پانچویں **غلامی ولی الی غلامھن ولھن** پس مرفوع متصل خاص طور پر ماضی غائب اور غائبہ میں اور مضارع متکلم میں مطلقا جبکہ مخاطب، غائب اور غائبہ میں اور صفت میں مطلقا مستتر ہوتی ہے۔

تشریح:

اَلْمُضْمَرُ مَا وُضِعَ لِمُتَكَلِّمٍ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مشابہ مبنی الاصل کی پہلی قسم یعنی ضمیر کے بارے میں بیان کر رہے ہیں۔ ضمیر وہ اسم مبنی ہے جو متکلم، مخاطب یا غائب پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو جس کا ذکر لفظاً، معنیً یا حکماً پہلے ہو چکا ہو۔

لفظاً تقدم سے مراد: مرجع حقیقۃً ملفوظ ہو چاہے حقیقۃً مقدم ہو یا حکماً مقدم ہو۔ جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ غُلَامَہٗ، اس مثال میں غلام کے ساتھ ملی ہوئی ضمیر کا مرجع زید ہے جو لفظوں میں موجود ہے اور حقیقۃً مقدم ہے۔ حکماً مقدم ہونے کی مثال "ضَرَبَ غُلَامَہٗ زَیْدٌ" اس مثال میں غلام کے ساتھ ملی ہوئی ضمیر کا مرجع زید ہے جو لفظوں میں تو مؤخر ہے مگر حکماً مقدم ہے کیونکہ زید فاعل ہے اور فاعل کا رتبہ مفعول سے مقدم ہوتا ہے۔

معنیً تقدم سے مراد: مرجع ملفوظ نہ ہو بلکہ معنوی طور پر سمجھا جائے، چاہے یہ معنی لفظ سے سمجھا جائے جیسے "اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی" ھو، کا مرجع عدل ہے جو "اِعْدِلُوْا" کے لفظ سے سمجھا گیا۔ یا سیاق کلام سے سمجھا جائے جیسے "وَلِاَبَوَیْہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا السُّدُسُ" یہاں "اَبَوَیْہِ" کی ضمیر کا مرجع میت ہے جو سیاق کلام سے سمجھا گیا۔

حکماً تقدم سے مراد: مرجع پہلے نہ لفظاً مذکور ہو اور نہ حکماً بلکہ فرض کیا گیا ہو جیسے "قُلْ ھُوَاللہُ اَحَدٌ" میں ھو ضمیر۔

ضمیر کی اقسام:

ضمیر کی دو قسمیں ہیں: منفصل اور متصل

ضمیر منفصل: وہ ضمیر جو مستقل ہو یعنی تنہا استعمال کی جاسکتی ہو جیسے ھو، انا

ضمیر متصل: وہ ضمیر جو مستقل نہ ہو یعنی تنہا استعمال نہ کی جاسکتی ہو جیسے ضَرَبْتُ، میں تُ

وَھُوَ مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ ضمیر باعتبار اعراب کے تین اقسام پر مشتمل ہے، مرفوع، منصوب اور مجرور۔ ضمیر مرفوع اور منصوب متصل اور منفصل دونوں ہوتی ہیں جبکہ ضمیر مجرور صرف متصل ہوتی ہے کیونکہ ضمیر مجرور میں اتصال سے کوئی چیز مانع نہیں اور ضمیر متصل میں اتصال اصل ہے اس لیے ضمیر مجرور صرف متصل ہوگی منفصل نہیں ہوگی۔ اس طرح ضمیر کی پانچ قسمیں ہوگئیں: مرفوع متصل، مرفوع منفصل، منصوب متصل، منصوب منفصل اور مجرور متصل۔

مرفوع متصل: ضَرَبْتُ، ضَرَبْنَا، ضَرَبْتَ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتِ، ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُنَّ، ضَرَبَ، ضَرَبَا، ضَرَبُوْا، ضَرَبَتْ، ضَرَبَتَا، ضَرَبْنَ

مرفوع منفصل: اَنَا، نَحْنُ، اَنْتَ، اَنْتُمَا، اَنْتُمْ، اَنْتِ، اَنْتُمَا، اَنْتُنَّ، هُوَ، هُمَا، هُمْ، هِيَ، هُمَا، هُنَّ۔

منصوب متصل: ضَرَبَنِیْ، ضَرَبَنَا، ضَرَبَكَ، ضَرَبَكُمَا، ضَرَبَكُمْ، ضَرَبَكِ، ضَرَبَكُمَا، ضَرَبَكُنَّ، ضَرَبَهٗ، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُمْ، ضَرَبَهَا، ضَرَبَهُمَا، ضَرَبَهُنَّ

منصوب متصل بحرف مشبہ بالفعل: اِنَّنِیْ، اِنَّنَا، اِنَّكَ، اِنَّكُمَا، اِنَّكُمْ، اِنَّكِ، اِنَّكُمَا، اِنَّكُنَّ، اِنَّهٗ، اِنَّهُمَا، اِنَّهُمْ، اِنَّهَا، اِنَّهُمَا، اِنَّهُنَّ

منصوب منفصل: اِیَّایَ، اِیَّانَا، اِیَّاكَ، اِیَّاكُمَا، اِیَّاكُمْ، اِیَّاكِ، اِیَّاكُمَا، اِیَّاكُنَّ، اِیَّاهُ، اِیَّاهُمَا، اِیَّاهُمْ، اِیَّاهَا، اِیَّاهُمَا، اِیَّاهُنَّ

مجرور متصل بحرف جر: لِیْ، لَنَا، لَكَ، لَكُمَا، لَكُمْ، لَكِ، لَكُمَا، لَكُنَّ، لَهٗ، لَهُمَا، لَهُمْ، لَهَا، لَهُمَا، لَهُنَّ۔

مجرور متصل بالمضاف: غُلَامِیْ، غُلَامُنَا، غُلَامُكَ، غُلَامُكُمَا، غُلَامُكُمْ، غُلَامُكِ، غُلَامُكُمَا، غُلَامُكُنَّ، غُلَامُهٗ، غُلَامُهُمَا، غُلَامُهُمْ، غُلَامُهَا، غُلَامُهُمَا، غُلَامُهُنَّ

فَالْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ خَاصَّةً يَسْتَتِرُ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ ضمیر مرفوع متصل بعض جگہوں پر مستتر ہوتی ہے اور یہ استتار صرف مرفوع متصل کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ باقیوں میں ضمائر بارز ہوتی ہیں مستتر نہیں ہوتیں۔

ضمیر مرفوع متصل 9 جگہوں پر مستتر ہوتی ہے ان میں سے تین میں واجب اور بقیہ میں جائز جبکہ ایک میں اختلاف ہے۔

ماضی کے دو صیغوں میں یعنی واحد مذکر غائب اور مؤنث غائب میں جیسے ضَرَبَ اور ضَرَبَتْ۔

مضارع کے پانچ صیغوں میں یعنی واحد متکلم، جمع متکلم، واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب اور واحد مذکر مخاطب جیسے اَضْرِبُ، نَضْرِبُ، یَضْرِبُ، تَضْرِبُ، تَضْرِبُ۔

فعل امر کے صیغہ واحد مذکر مخاطب میں بھی ضمیر مستتر ہوتی ہے جیسے اِضْرِبْ۔

صیغہ صفت میں مطلقاً ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے جبکہ اسم ظاہر کی طرف مسند نہ ہو، مطلقاً سے مراد یہ ہے کہ صیغہ صفت اسم فاعل ہو، اسم مفعول ہو، صفت مشبہ ہو یا اسم تفضیل، چاہے مذکر ہو یا مؤنث واحد ہو یا زائد جیسے زَیْدٌ ضَارِبٌ میں ھُوَ ضمیر مستتر ہے۔

متن: وَلَا يَسُوْغُ الْمُنْفَصِلُ اِلَّا لِتَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ وَذٰلِكَ بِالتَّقْدِيْمِ عَلٰى عَامِلِهِ اَوْ بِالْفَصْلِ لِغَرْضٍ اَوْ بِالْحَذْفِ اَوْ بِكَوْنِ الْعَامِلِ مَعْنَوِيًّا اَوْ حَرْفًا وَالضَّمِيْرُ مَرْفُوْعٌ اَوْ بِكَوْنِهٖ مُسْنَدًا اِلَيْهِ صِفَةٌ جَرَتْ عَلٰى غَيْرِ مَنْ هِيَ لَهٗ مِثْلُ اِيَّاكَ ضَرَبْتُ وَمَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا وَاِيَّاكَ وَالشَّرَّ وَاَنَا زَيْدٌ وَمَا اَنْتَ قَائِمًا وَهِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ هِيَ وَاِذَا اِجْتَمَعَ ضَمِيْرَانِ وَلَيْسَ اَحَدُهُمَا مَرْفُوْعًا فَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا اَعْرَفُ وَقَدَّمْتَهٗ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي الثَّانِيْ نَحْوُ اَعْطَيْتُكَهٗ وَاَعْطَيْتُكَ اِيَّاهُ وَضَرَبِيْكَ وَضَرَبِيْ اِيَّاكَ وَاِلَّا فَهُوَ مُنْفَصِلٌ نَحْوُ اَعْطَيْتُهٗ اِيَّاهُ اَوْ اِيَّاكَ وَالْمُخْتَارُ فِيْ خَبَرِ بَابِ كَانَ الْاِنْفِصَالُ وَالْاَكْثَرُ لَوْلَا اَنْتَ اِلٰى آخِرِهٖ وَعَسَيْتَ اِلٰى آخِرِهَا وَجَاءَ لَوْلَاكَ وَعَسَاكَ اِلٰى آخِرِهَا وَنُوْنُ الْوِقَايَةِ مَعَ الْيَاءِ لَازِمَةٌ فِي الْمَاضِيْ وَفِي الْمُضَارِعِ عَرِيًّا عَنْ نُوْنِ الْاِعْرَابِ وَاَنْتَ مَعَ النُّوْنِ فِيْهِ وَلَدُنْ وَاِنَّ وَاَخَوَاتِهَا مُخَيَّرٌ وَيُخْتَارُ فِيْ لَيْتَ وَمِنْ وَعَنْ وَقَدْ وَقَطْ وَعَكْسُهَا لَعَلَّ

ترجمہ: اور منفصل نہیں آتی مگر متصل کے متعذر ہونے کی صورت میں اور یہ اس کا اپنے عامل پر مقدم ہونے کی وجہ سے ہے یا کسی غرض کی وجہ سے فصل کی وجہ سے ہے یا حذف کی وجہ سے ہے یا عامل معنوی ہونے کی وجہ سے ہے یا عامل حرف ہونے کی وجہ سے ہے در حال کہ ضمیر مرفوع ہو یا اس کی طرف ایسی صفت مسند ہو جو اس کے غیر پر جاری ہو جس کے لیے وہ ہے جیسا کہ **ایاك ضربت وماضربك الا انا وایاك والشر وانا زید وما انت قائما وهند زید ضاربته هي** اور جب دو ضمیریں جمع ہوں اور ان میں سے کوئی ایک بھی مرفوع نہ ہو، تو اگر ان میں سے ایک اعرف ہو اور اسے تم نے مقدم کیا ہو تو تجھے دوسری میں اختیار ہے **اعطیتکه واعطیتك ایاه وضربیك وضربي ایاك** اور اگر ایسا نہ ہو تو منفصل ہو گی جیسے **اعطیته ایاه او ایاك**۔ اور کان کے باب کی خبر میں انفصال مختار ہے اور اکثر استعمال میں لولا کے بعد ضمیر منفصل ہوتی ہے لولا انت آخر تک اور عسیت آخر تک اور بعض لغات میں لولاک اور عساک آیا ہے آخر تک۔ اور نون وقایہ یاء کے ساتھ ماضی

میں لازم ہے اور مضارع میں جبکہ وہ نون اعرابی سے خالی ہو، اور مضارع میں نون کے ساتھ اور لدن اور انّ اور اس کے اخوات میں تجھے اختیار ہے۔ اور لیت، من، عن، قد اور قط میں اختیار کیا گیا ہے اور لعل میں اس کا عکس ہے۔

تشریح:

وَلَا يَسُوْغُ الْمُنْفَصِلُ اِلَّا لِتَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایسی جگہوں کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ جہاں ضمیر متصل کی جگہ ضمیر منفصل لائی جاتی ہے چنانچہ ایسی چھ جگہیں ہیں جہاں ضمیر متصل لانا دشوار ہے اسی وجہ سے اس جگہ ضمیر منفصل لائی جاتی ہے:

1: ضمیر اپنے عامل پر مقدم ہو جیسے: اِيَّاكَ ضَرَبْتَ

2: ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان کسی غرض کی وجہ سے فصل ہو جیسے مَا ضَرَبَكَ اِلَّا اَنَا۔

3: حذف عامل کی وجہ سے ضمیر متصل کو منفصل میں تبدیل کر دیا جاتا ہے جیسے اِيَّاكَ وَالشَّرَّ

4: عامل معنوی ہو، کیونکہ ضمیر کا اتصال لفظ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہاں لفظ موجود ہی نہیں اس لیے ضمیر متصل کے بجائے منفصل لاتے ہیں جیسے اَنَا زَيْدٌ

5: عامل حرف ہو اور اس کا معمول ضمیر مرفوع ہو تو اس صورت میں بھی ضمیر منفصل لانا دشوار ہے جیسے مَا اَنْتَ قَائِمًا

6: ضمیر ایسی ہو کہ اس کی طرف ایسے صیغہ صفت کی نسبت کی گئی ہو جو اپنے موصوف کے علاوہ غیر پر جاری ہو جیسے هِنْدٌ زَيْدٌ ضَارِبَتُهٗ هِيَ۔ اس مثال میں ھی ضمیر منفصل ہے کی طرف صیغہ صفت " ضَارِبَةٌ" کی نسبت کی گئی اور یہ صیغہ صفت اپنے موصوف "هِنْدٌ" کے علاوہ یعنی "زید" پر جاری ہوا ہے۔ اگر یہاں ضمیر منفصل نہ لائی جائے تو پتہ نہیں چلے گا کہ صیغہ صفت کی ضمیرِ فاعل کا مرجع "زَيْدٌ" ہے یا "هِنْدٌ"۔

وَاِذَا اجْتَمَعَ ضَمِيْرَانِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کہیں دو ضمیریں جمع ہو جائیں اور دونوں میں سے کوئی بھی مرفوع نہ ہو اور ان میں سے ایک دوسرے سے اعرف ہو اور اعرف مقدم بھی ہو تو دوسری ضمیر کو متصل اور منفصل لانے میں اختیار ہے جیسے "اَعْطَیْتُکَہٗ" یا "اَعْطَیْتُكَ اِیَّاہٗ" اسی طرح "ضَرْبِیْكَ" یا "ضَرْبِیْ اِیَّاكَ"۔ اور اگر دونوں میں سے کوئی بھی اعرف نہ ہو یا اعرف تو ہو لیکن مقدم نہ ہو تو دوسری ضمیر کو منفصل ہی لایا جائے گا جیسے "اَعْطَیْتُہٗ اِیَّاہٗ" یا "اَعْطَیْتُہٗ اِیَّاكَ"۔

"وَالْمُخْتَارُ فِیْ خَبَرِ بَابِ كَانَ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر افعال ناقصہ کی خبر ضمیر واقع ہو رہی ہو تو اگرچہ ضمیر متصل اور منفصل لانے میں اختیار ہے لیکن مختار یہ ہے کہ منفصل لائی جائے۔

"وَالْاَكْثَرُ لَوْلَا اَنْتَ اِلٰی آخِرِہٖ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ "لَوْلَا" کے بعد اکثر اہل عرب ضمیر منفصل لاتے ہیں جیسے "لَوْلَا اَنْتَ، لَوْلَا اَنْتُمَا، لَوْلَا اَنْتُمْ،" اور "عَسٰی" کے بعد ضمیر متصل لاتے ہیں جیسے "عَسَیْتَ، عَسَیْتُمَا، عَسَیْتُمْ" اور کبھی دونوں کے بعد ضمیر متصل لاتے ہیں جیسے "لَوْلَاكَ، لَوْلَاكُمَا، لَوْلَاكُمْ" اور "عَسَاكَ، عَسَاكُمَا، عَسَاكُمْ"۔

"وَنُوْنُ الْوِقَایَةِ مَعَ الْیَاءِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ نون وقایہ کے احکام بیان کر رہے ہیں چنانچہ دو جگہوں پر نون وقایہ لانا ضروری ہے:

1: فعل ماضی کے آخر میں یائے متکلم ہو تو نون وقایہ لانا ضروری ہے جیسے ضَرَبَنِیْ، ضَرَبَانِیْ، ضَرَبُوْنِیْ

2: فعل مضارع کے وہ صیغے جو نون اعرابی سے خالی ہوں اگر ان کے آخر میں یائے متکلم ہو تو ان میں بھی یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ لانا ضروری ہے جیسے یَضْرِبُنِیْ، تَضْرِبُنِیْ، اَضْرِبُنِیْ۔

نون وقایہ لانے اور نہ لانے کے احکام:

1: فعل مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی آتا ہے اگر ان کے آخر میں یائے متکلم آجائے تو ان میں بھی یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ لانے یا نہ لانے کا اختیار ہے جیسے یَضْرِبَانِنِیْ "یا" یَضْرِبَانِیْ

2: لدن کی یائے متکلم کی طرف اضافت کر دی جائے تو پھر یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ لانے یا نہ لانے کا اختیار ہے جیسے لَدُنِّیْ، لَدُنِیْ

3: ان اور اس کے اخوات کا اسم یائے متکلم ہو تو پھر یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ لانے یا نہ لانے کا اختیار ہے جیسے اِنَّنِیْ یا "اِنِّیْ، کَاَنَّنِیْ" یا" کَاَنِّیْ

4: لَیْتَ، مِنْ، عَنْ، قَدْ اور قَطُّ کے آخر میں یائے متکلم آجائے تو نون وقایہ نہ لانا بھی جائز ہے لیکن نون وقایہ کو لانا اولیٰ ہے جیسے لَیْتَنِیْ، مِنِّیْ، عَنِّیْ

5: لَعَلَّ کی صورت اس کے بر عکس ہے یعنی اگر لعل کا اسم یائے متکلم ہو تو وہاں اگر چہ یائے متکلم سے پہلے نون وقایہ لانا بھی جائز ہے جیسے لَعَلَّنِیْ مگر نون وقایہ کو نہ لانا مختار ہے جیسے لَعَلِّیْ۔

متن: وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ قَبْلَ الْعَوَامِلِ وَبَعْدَهَا صِيغَةُ مَرْفُوْعٍ مُنْفَصِلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَاءِ وَيُسَمَّى فَصْلًا لِيُفَصَّلَ بَيْنَ كَوْنِهِ خَبَرًا وَنَعْتًا وَشَرْطُهُ اَنْ يَكُوْنَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً اَوْ اَفْعَلَ مِنْ كَذَا مِثْلُ كَانَ زَيْدٌ هُوَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَلَا مَوْضِعَ لَهُ عِنْدَ الْخَلِيْلِ وَبَعْضُ الْعَرَبِ يَجْعَلُهُ مُبْتَدَاً وَمَا بَعْدَهُ خَبَرُهُ يَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ ضَمِيْرٌ غَائِبٌ يُسَمّٰى ضَمِيْرُ الشَّانِ وَالْقِصَّةِ يُفَسِّرُ بِالْجُمْلَةِ بَعْدَهُ وَيَكُوْنُ مُنْفَصِلًا وَمُتَّصِلًا مُسْتَتِرًا وَبَارِزًا عَلٰى حَسْبِ الْعَوَامِلِ مِثْلُ هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَكَانَ زَيْدٌ قَائِمٌ وَاِنَّهُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَحَذْفُهُ مَنْصُوْبًا ضَعِيْفٌ اِلَّا مَعَ اَنْ اِذَا خُفِّفَتْ فَاِنَّهُ لَازِمٌ

ترجمہ: اور مبتداء اور خبر کے درمیان مبتداء کے مطابق صیغہ مرفوع منفصل داخل کیا جاتا ہے عوامل سے پہلے اور عوامل کے بعد، اور اسے فصل کہا جاتا ہے تاکہ اس کے خبر اور صفت ہونے میں فرق کرے۔ اور اس کے لیے شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ

ہو اور اسم تفضیل مستعمل بمن ہو جیسے **کان زید ھو افضل من عمرو**۔ اور خلیل کے نزدیک اس کا کوئی محل نہیں۔ اور بعض عرب اسے مبتداء بناتے ہیں اور اس کے بعد والے کو اس کی خبر۔ اور جملہ سے پہلے ضمیر غائب لائی جاتی ہے جسے ضمیر شان اور ضمیر قصہ کہتے ہیں اور اس کا بعد والا جملہ تفسیر کرتا ہے۔ اور وہ منفصل ہو گی اور متصل مستتر اور متصل بارز ہو گی عوامل کے مطابق جیسے **ھو زید قائم وکان زید قائم وانه زید قائم**۔ اور ضمیر شان کو حذف کرنا منصوب ہونے کی حالت میں ضعیف ہے مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہو جبکہ وہ مخففہ بنایا گیا ہو پس لازم ہے ضمیر شان کو حذف کرنا۔

تشریح:

وَيُتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَاءِ وَالْخَبَرِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مبتداء اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل واقع ہوتی ہے عوامل لفظیہ کے دخول سے پہلے بھی جیسے "زَيْدٌ هُوَ الْقَايِمُ" اور عوامل لفظیہ کے دخول کے بعد بھی جیسے "اَنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ"، اور یہ ضمیر واحد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث، مخاطب و غائب ہونے میں مبتداء کے مطابق ہو گی جبکہ خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل ہو جو من کے ساتھ استعمال کیا گیا ہو۔ اس ضمیر کو ضمیر فصل کہتے ہیں جو اس لیے لائی جاتی ہے کہ خبر اور نعت کے درمیان فرق رہے۔

وَلَا مَوْضِعَ لَهُ عِنْدَ الْخَلِيْلِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ امام خلیل کے نزدیک ضمیر فصل کے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے کیونکہ یہ حرف ہے جبکہ بعض اہل عرب کے نزدیک یہ دیگر ضمائر کی طرح اسم ہوتی ہے لہٰذا اس کی ترکیب کا اعتبار ہو گا اور اسے مبتدائے ثانی بنا کر مابعد کو اس کی خبر بنا دینگے پھر جملے کو مبتدائے اول کی خبر بنا دینگے۔

يَتَقَدَّمُ قَبْلَ الْجُمْلَةِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کے متعلق بیان کر رہے ہیں ضمیر شان وہ مذکر ضمیر ہے جس کا ما قبل کوئی مرجع نہ ہو اور اس کے بعد جملہ خبریہ ہو جو اس کی تفسیر کر رہا ہو جیسے "هُوَ زَيْدٌ قَايِمٌ" اور ضمیر قصہ وہ مؤنث ضمیر ہے جس کا ما قبل کوئی مرجع نہ ہو اور اس کے بعد ایک جملہ خبریہ ہو جو اس کی تفسیر کر رہا ہو جیسے "هِيَ زَيْنَبُ جَالِسَةٌ"۔

وَيَكُوْنُ مُنْفَصِلًا وَمُتَّصِلًا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ، مفصل بھی ہو گی جیسے "هُوَ زَيْدٌ قَائِمٌ" اور متصل بھی ہو گی، پھر متصل کی دو صورتیں ہیں مستتر ہو گی جیسے "كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا" اس میں ھو ضمیر ہے جو متصل مستتر ہے اسی طرح عامل کے مطابق ضمیر بارز بھی ہو گی جیسے "اِنَّهُ زَيْدٌ قَائِمٌ"۔

وَحَذْفُهُ مَنْصُوْبًا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو حذف کرنا جائز تو ہے لیکن ضعیف ہے لیکن اگر وہ ان حرف مشبہ بالفعل کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہو اور ان کی تشدید ختم کر کے اس میں تخفیف کر لی گئی ہو تو وہاں ضمیر شان اور ضمیر قصہ کو حذف کرنا ضروری ہے جیسے اللہ پاک کا فرمان ہے: "وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ"، اس میں اَنْ مُخَفَّفَة مِنَ الْمُثَقَّلَةِ ہے اور اس کا اسم ضمیر شان حذف کر دیا گیا ہے۔

متن: اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ مَا وُضِعَ لِمُشَارٍ اِلَيْهِ وَهِيَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ وَلِمُثَنَّاهُ ذَانِ وَذَيْنِ وَلِلْمُؤَنَّثِ تَا وَذِيْ وَتِيْ وَتِهْ وَذِهْ وَتِهِيْ وَذِهِيْ وَلِمُثَنَّاهُ تَانِ وَتَيْنِ وَلِجَمْعِهِمَا اُوْلَاءِ مَدًّا وَقَصْرًا وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيْهِ وَيَتَّصِلُ بِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهِيَ خَمْسَةٌ فِيْ خَمْسَةٍ فَيَكُوْنُ خَمْسَةً وَعِشْرِيْنَ وَهِيَ ذَاكَ اِلٰى ذَاكُنَّ وَذَانِكَ اِلٰى ذَانِكُنَّ وَكَذٰلِكَ الْبَوَاقِيْ وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ وَذٰلِكَ لِلْبَعِيْدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ وَتِلْكَ وَتَانِّكَ وَذَانِّكَ مُشَدَّدَتَيْنِ وَاُوْلَالِكَ مِثْلُ ذٰلِكَ وَاَمَّا ثَمَّ وَهُنَا وَهَنَّا لِلْمَكَانِ خَاصَّةً

ترجمہ: اسماء اشارہ جو وضع کیا گیا ہو مشار الیہ کے لیے وہ یہ ہیں ذا مذکر کے لیے اور تثنیہ مذکر کے لیے ذان اور ذین۔ اور مؤنث کے لیے تا، ذی، تی، تہ، ذہ، تھی، اور ذھی ہے اور تثنیہ کے لیے تان اور تین ہے اور ان دونوں کی جمع کے لیے اولاء مد اور قصر کے ساتھ ہے۔ اور اس کے ساتھ حرف تنبیہ لاحق ہوتا ہے اور اس کے ساتھ حرف خطاب متصل ہوتا ہے اور حرف خطاب پانچ ہیں، پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہو جائینگے اور وہ ذاک سے ذاکن تک اور ذانک سے ذانکن تک اسی طرح باقی

اور کہا جات ہے ذا قریب کے لیے اور ذالک بعید کے لیے اور ذاک متوسطہ کے لیے، اور تلک اور تانک اور ذانک اس حال میں کہ وہ دونوں مشدد ہوں اور اولالک، ذالک کی طرح ہیں۔ اور بہر حال ثم اور ھنا اور ھنا، مکان کے لیے ہیں خاص طور پر۔

تشریح:

اَسْمَاءُ الْاِشَارَةِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسماء اشارہ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ اسم اشارہ وہ ہے جو مشار الیہ کے لیے وضع کیا گیا ہو، چونکہ اسماء اشارہ، مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں لہٰذا احتیاج میں حرف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے یہ مبنی ہیں۔

وَهِيَ ذَا لِلْمُذَكَّرِ" کی وضاحت:

مفرد مذکر کے لیے اسم اشارہ "ذا" ہے اور تثنیہ مذکر کے لیے حالت رفعی میں "ذان" اور حالت نصبی میں "ذین" ہے اور مفرد مؤنث کے لیے "تا، ذی، تی، تہ، ذہ، ذھی" ہیں، اور تثنیہ مؤنث کے لیے حالت رفعی میں "تان" اور حالت نصبی و جری میں "تین" ہے اور جمع کے لیے "اولاء" اور "اولی" ہے۔

وَيَلْحَقُهَا حَرْفُ التَّنْبِيْهِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ ھاء برائے تنبیہ اسماء اشارہ کو لاحق ہوتی ہے جیسے "ذا" سے "ھذا"۔ نیز اسماء اشارہ کے آخر میں کاف حرف خطاب بھی متصل ہوتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث پر دلالت کرے جیسے "ذاك، ذاكما، ذاكم"۔ حروف خطاب بھی پانچ ہیں اور اسماء اشارہ کی انواع بھی پانچ ہیں تو پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس قسمیں بن جاتی ہیں ہیں وہ اس طرح کہ ہر اسم اشارہ کی نوع کے ساتھ پانچ ضمیرریں ملائی جائیں جیسے ذاك سے ذاكن تک اور ذانك سے ذانكن تک، اور تاك سے تاكن تک اور تانك سے تانكن تک اور اولاءك سے اولائكن تک۔

وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ "ذا" مشارالیہ قریب کے لیے جبکہ "ذاكَ"مشار الیہ متوسط کے لیے اور "ذالک" مشارالیہ بعید کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ان کے علاوہ "تلك، تانّك، ذانّك" اور "اولالك" یہ چاروں مشار الیہ بعید کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور "تانك،ذانك،اولاك" مشار الیہ متوسط کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔اور " ثَمَّ ،هُنَا ،هَنَّا "یہ تینوں خاص کر مکان کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن مجازاًزمان کے لیے بھی استعمال ہو جاتے ہیں۔

متن: اَلْمَوْصُوْلُ مَالَايَتِمُّ جُزْءً اِلَّا بِصِلَةٍ وَعَائِدٍ وَصِلَتُهُ جُمْلَةٌ خَبْرِيَّةٌ وَالْعَائِدُ ضَمِيْرٌ لَهُ وَصِلَةُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ اِسْمُ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ وَهِيَ الَّذِيْ وَالَّتِيْ وَاللَّذَانِ وَاللَّتَانِ بِالْاَلِفِ وَالْيَاءِ وَالْاُلٰى وَالَّذِيْنَ وَاللَّائِيْ وَاللَّاءِ وَاللَّايْ وَاللَّاتِيْ وَاللَّوَاتِيْ وَمَنْ وَمَا وَاَيٌّ وَاَيَّةٌ وَذُوْ الطَّائِيَّةِ وَذَا بَعْدَ مَا لِلْاِسْتِفْهَامِ وَالْاَلِفُ وَاللَّامُ وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ يَجُوْزُ حَذْفُهُ وَاِذَا اَخْبَرْتَ بِالَّذِيْ صَدَّرْتَهَا وَجَعَلْتَ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ ضَمِيْرًا لَهَا اَخَّرْتَهُ خَبَرًا عَنْهُ فَاِذَا اَخْبَرْتَ عَنْ زَيْدٍ ضَرَبْتُ زَيْدًا قُلْتُ اَلَّذِيْ ضَرَبْتُهُ زَيْدٌ وَكَذَالِكَ الْاَلِفُ وَاللَّامُ فِي الْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ خَاصَّةً لِيَصِحَّ بِنَاءُ اِسْمِ الْفَاعِلِ اَوِ الْمَفْعُوْلِ

ترجمہ: موصول وہ اسم ہے جو تام جزء نہیں ہوتا مگر صلہ اور عائد کے ساتھ اور اس کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اور عائد اس کی ضمیر ہوتی ہے۔اور الف لام کا صلہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے اور وہ" **الذی والتی واللذان واللتان** "الف اور یاء کے ساتھ اور "**الاولی والذین واللائی واللاء واللای واللاتی واللواتی ومن وما وای وایۃ**"قبیلہ بنو طی والا ذو اور ذا اس ما کے بعد جو استفہام کے لیے ہو۔اور الف اور لام ہیں اور عائد جب مفعول واقع ہو تو اس کا حذف جائز ہے اور جب تو الذی سے خبر دے تو الذی کو شروع میں لے آ اور مخبر عنہ کی جگہ اس کے لیے ضمیر لے آؤ اور اس کی خبر بنا کر اس کو مؤخر کر پس جب تو" **ضربت زیدا** " سے زید کی خبر دے تو کہہ " **الذی ضربتہ زید** "۔اسی طرح الف لام کے ذریعے خبر دے سکتے ہیں جو خاص کر جملہ فعلیہ میں واقع ہو، تاکہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی بناء صحیح ہو،

تشریح:

اَلْمَوْصُوْلُ مَالَايَتِمُّ جُزْءً "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اسم موصول وہ اسم ہے جو صلہ اور عائد کے بغیر جملے کا جزء تام نہ بن سکے۔ اور جملے کا جزء تام نہ بننے سے مراد یہ ہے کہ وہ مسند بن سکتا ہو اور نہ ہی مسند الیہ جیسے "جَاءَالَّذِیْ "اس کے ساتھ جب تک صلہ نہیں ہو گا اس وقت تک صرف "اَلَّذِیْ "ترکیب میں کچھ بھی نہیں بن سکتا۔

صلہ کسے کہتے ہیں:

صلہ ایسا جملہ خبریہ ہوتا ہے جو اسم موصول کے بعد اسم موصول کے معنی کو پورا کرنے کے لیے لایا گیا ہو۔

عائد سے مراد:

اسم موصول کے بعد صلہ جملہ کی صورت میں آئے تو اس میں ایک ضمیر ہونا ضروری ہے جو اسی اسم موصول کی طرف لوٹ رہی ہو۔ جیسے جَاءَالَّذِیْ اَبُوْہُ قَایِمٌ، میں "اَبُوْہُ" کی ضمیر "اَلَّذِیْ "کی طرف لوٹ رہی ہے۔

وَصِلَۃُ الْاَلِفِ وَاللَّامِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ الف لام بمعنی اَلَّذِیْ اسم موصول کا صلہ دیگر اسماء موصولہ کی طرح ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ دیگر اسماء موصولہ کا صلہ جملہ خبریہ حقیقۃ ہوتا ہے اور الف لام بمعنی اَلَّذِیْ اسم موصول کا صلہ ہمیشہ اسم فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے جو حقیقت میں جملہ خبریہ نہیں ہوتا بلکہ حکماً جملہ خبریہ ہوتا ہے۔

اسماء موصولہ یہ ہیں:

اَلَّذِیْ (واحد مذکر کے لیے) اَلَّذَانِ، اَلَّذَیْنِ (تثنیہ مذکر کے لیے)

اَلَّتِیْ (واحد مؤنث کے لیے) اَللَّتَانِ، اَللَّتَیْنِ (تثنیہ مؤنث کے لیے)

اَلْاُلٰی، اَلَّذِیْنَ (جمع مذکر کے لیے)　اَللَّایِیْ، اَللَّاءِ، اَللَّایِ، اَللَّاتِیْ، اَللَّوَاتِیْ (جمع مؤنث کے لیے)

مَنْ، مَا بمعنی الذی یہ دونوں واحد، تثنیہ جمع مذکر ومؤنث کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن "مَنْ" اکثر ذوی العقول کے لیے اور "مَا" اکثر غیر ذوی العقول کے لیے آتا ہے۔

اَیٌّ، اَیَّۃٌ: اَیٌّ، واحد، تثنیہ اور جمع مذکر کے لیے آتا ہے اور "اَیَّۃٌ" واحد، تثنیہ اور جمع مؤنث کے لیے آتا ہے۔

ذُوْ: یہ قبیلہ بنی طی کی لغت میں "اَلَّذِیْ" کے معنی میں اسم موصول ہے۔

ذَا: ایسا "ذَا" جو مااستفہامیہ کے بعد ہو وہ بمعنی الذی اسم موصول ہوتا ہے جیسے مَا ذَا فَعَلْتَ؟۔

الالف واللام: بمعنی الذی یا التی، یہ بھی اسم موصول ہیں جبکہ اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہوں۔

وَالْعَائِدُ الْمَفْعُوْلُ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر صلہ میں عائد مفعول بہ ہو تو اسے حذف کرنا جائز ہے جبکہ وہ ایسی ضمیر منصوب متصل نہ ہو جو اِلّا کے بعد واقع ہو۔ حذف کا جواز اس وجہ سے ہے کہ مفعول کلام میں فضلہ اور زائد ہوتا ہے اور زائد کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے اللہ پاک کا فرمان ہے: "اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَشَاءُ" یہ اصل میں "لِمَنْ یَشَاءُہٗ" تھا، مَنْ، اسم موصول ہے اور "یَشَاءُہٗ" میں ضمیر مفعول اس کا صلہ ہے لہٰذا اس کو جوازی طور پر حذف کر کے "لِمَنْ یَشَاءُ" کہا گیا۔

وَاِذَا اَخْبَرْتَ بِالَّذِیْ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ "اخبار بالذی" کے بارے میں بیان کر رہے ہیں چنانچہ اخبار بالذی سے مراد یہ ہے کہ کسی کو مخاطب کے کلام میں کوئی شک وشبہ محسوس ہو رہا پھر اس کو دور کرنے کے لیے یہی خبر لائی جائے جیسے "الذی ضربتہ "یعنی وہ جس کو میں نے مارا، تو سننے والے کو مکمل بات سمجھ آجائے گی کہ کس کو مارا گیا۔ جب بھی کسی جملہ کے جزء سے الذی کے ذریعے خبر دینی ہو تو اس کو مخبر بہ کہتے ہیں اسے مخبر بہ کے لیے لیے مصنف علیہ الرحمہ نے تین شرائط بیان کی ہیں:

1: وَاِذَا اَخْبَرْتَ بِالَّذِیْ صَدَّرْتَهَا: یعنی اگر اَلَّذِیْ کے ذریعے جملہ اولیٰ کے جزء کی خبر دینے کا ارادہ ہو تو اَلَّذِیْ کو اس کے شروع میں لائیں۔

2: وَجَعَلْتَ مَوْضِعَ الْمُخْبَرِ عَنْهُ ضَمِيْرًا لَهَا: اور مخبر عنہ کی جگہ ایک ضمیر لاکر اَلَّذِیْ کی طرف لوٹے گی۔

3: وَاَخَّرْتَهٗ خَبْرًا عَنْهُ: تیسری شرط یہ ہے کہ خود مخبر عنہ کو خبر بنا کر اس کو ضمیر عائد سے مؤخر کر دیں، مثلاً جملہ اولیٰ "ضَرَبْتُ زَيْدًا" ہے اور آپ "اَلَّذِیْ" کے ذریعے "زید" کے بارے میں خبر دینا چاہتے ہیں تو یوں کہیں گے "اَلَّذِیْ ضَرَبْتُهٗ زَيْدٌ"، یعنی "اَلَّذِیْ" شروع میں لائینگے اور "زید" مخبر عنہ کی جگہ ضمیر رکھ کر "زید" کو مؤخر کرکے "اَلَّذِیْ" کی خبر بنادیں گے۔

وَكَذَالِكَ الْاَلِفُ وَاللَّامُ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں اخبار بالذی کی طرح اخبار بالالف واللام بھی درست ہے وہ ایسے کہ الف لام مقدم کرکے مخبر عنہ کی جگہ ضمیر لگادینگے اور مخبر عنہ کو مؤخر کردینگے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ الذی کے ذریعے ہر قسم کے جملہ میں واقع امر کے بارے میں خبر دی جاسکتی ہے مگر الف لام کے ذریعے صرف جملہ فعلیہ میں واقع امر کے بارے میں خبر دی جاسکتی ہے وجہ یہ ہے کہ الف لام کا صلہ اسم فاعل ہوگا یا اسم مفعول اور اسم فاعل و مفعول کی بنا اس فعل سے درست ہوتی ہے جو جملہ فعلیہ میں ہے جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ سے اَلضَّارِبُ هُوَ زَيْدٌ۔

متن: فَاِنْ تَعَذَّرَ اَمْرٌ مِنْهَا تَعَذَّرَ الْاَخْبَارُ وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ فِيْ ضَمِيْرِ الشَّانِ وَالْمَوْصُوْفِ وَالصِّفَةِ وَالْمَصْدَرِ الْعَامِلِ وَالْحَالِ وَالضَّمِيْرِ الْمُسْتَحِقِّ لِغَيْرِهَا وَالْاِسْمِ الْمُشْتَمِلِ عَلَيْهِ وَمَا الْاِسْمِيَّةُ مَوْصُوْلَةٌ وَاِسْتِفْهَامِيَّةٌ وَشَرْطِيَّةٌ وَمَوْصُوْفَةٌ وَتَامَّةٌ بِمَعْنٰى شَيْءٍ وَصِفَةٌ وَمَنْ كَذَالِكَ اِلَّا فِي التَّامَّةِ وَالصِّفَةِ وَاَيٌّ وَاَيَّةٌ كَمَنْ وَهِيَ مُعْرَبَةٌ وَحْدَهَا اِلَّا اِذَا حُذِفَ صَدْرُ صِلَتِهَا وَفِيْ مَاذَا صَنَعْتَ وَجْهَانِ اَحَدُهُمَا مَا الَّذِیْ وَجَوَابُهٗ رَفْعٌ وَالْاٰخَرُ اَيُّ شَيْءٍ وَجَوَابُهٗ نَصَبٌ

ترجمہ: پس اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی متعذر ہو تو خبر دینا متعذر ہو گا، اسی وجہ سے "الذی" کے ذریعے سے خبر دینا ممتنع ہے ضمیر شان، موصوف، صفت، مصدر عامل، حال اور اس ضمیر میں جو اس کے غیر کا مستحق ہے اور اس اسم میں جو اس پر مشتمل ہے، اور ما اسمیہ، موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ، موصوفہ اور تامہ بمعنی شیٔ اور صفت کے لیے ہوتا ہے اور من اسی طرح ہے مگر تامہ اور صفت کے لیے نہیں آتا، اور "ای وایۃ" من کی طرح ہیں اور "ای وایۃ" ان تمام صورتوں میں معرب ہوتے ہیں مگر جب ان کے صلہ کا شروع حذف کر دیا جائے تو مبنی ہوتے ہیں اور "ماذا صنعت" میں دو صورتیں ہیں ان میں سے ایک ما استفہامیہ اور "ذاالذی" کے معنی میں ہے اور اس کا جواب مرفوع ہے اور دوسرا "ما" بمعنی "ای شیٔ" کے ہے اور اس کا جواب منصوب ہے۔

تشریح:

فَاِنْ تَعَذَّرَ اَمْرٌ مِّنْهَا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان سات مقامات کا بیان کر رہے ہیں کہ جہاں مذکورہ شرائط میں سے کسی ایک شرط کے متعذر ہونے کی وجہ سے اسم موصول یعنی "اَلَّذِیْ" کے ساتھ خبر دینا متعذر ہے۔

:1　جس جملے میں کوئی ضمیر شان واقع ہو تو اس کے بارے میں "اَلَّذِیْ کے ذریعے خبر دینا درست نہیں ہے کیونکہ اگر ہم ضمیر شان کی اَلَّذِیْ کے ذریعے خبر دیں گے تو اَلَّذِیْ کو شروع میں لانے کی وجہ سے ضمیر شان جملے کے درمیان میں واقع ہو گی جبکہ ضمیر شان مقدم ہوتی ہے اور اگر ضمیر شان کو مقدم کریں تو اخبار با الذی کی شرط فوت ہو جاتی ہے اور دوسری خرابی یہ واقع ہوتی ہے کہ اس صورت میں ضمیر شان مسند واقع ہو گی جبکہ ضمیر شان مسند الیہ ہوتی ہے۔

:2　جس جملے میں صفت کے بغیر موصوف ہو تو صفت کے بغیر صرف موصوف کے بارے میں "اَلَّذِیْ" کے ذریعے خبر دینا درست نہیں کیونکہ ایسی صورت میں موصوف کی جگہ ضمیر لائی جائیگی جو موصوف کے منزلہ ہو گی جبکہ ضمیر موصوف نہیں بن سکتی۔

3: جس جملے میں موصوف کے بغیر صرف صفت ہو تو اس صفت کے بارے میں " اَلَّذِیْ " کے ذریعے خبر دینا درست نہیں ہے کیونکہ یہاں مخبر عنہ کی جگہ اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر لانا متعذر ہے کیونکہ ایسی صورت میں ضمیر کا صفت بنالازم آئیگا اور ضمیر کا صفت بننا درست نہیں ہے۔

4: جس جملے میں کوئی مصدر عامل ہو تو اس کے معمول کے بغیر صرف اس مصدر کے عامل کے بارے میں " اَلَّذِیْ " کے ذریعے خبر دینا درست نہیں ہے کیونکہ یہاں ضمیر کا عامل ہونا لازم آئیگا حالانکہ ضمیر عامل نہیں ہوتی۔

5: جس جملے میں کوئی حال ہو تو اسکے متعلق " اَلَّذِیْ " کے ذریعے خبر دینا درست نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں ضمیر لانے کی صورت میں حال کا معرفہ ہونا لازم آئیگا جو کہ درست نہیں ہے۔

6: جملے میں کوئی اسم ایسی ضمیر کی طرف مضاف ہو جو پہلے " اَلَّذِیْ "اسم موصول کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف راجع ہو تو اس اسم کے متعلق " اَلَّذِیْ " کے ذریعے خبر دینا درست نہیں کیونکہ اس صورت میں " اَلَّذِیْ "اسم موصول کا عائد سے خالی ہونا لازم آئیگا جو درست نہیں ہے۔

وَمَا الْاِسْمِیَّۃُ مَوْصُوْلَۃٌ " کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ما اسمیہ کی چھ اقسام بیان کررہے ہیں:

1: موصولہ جیسے عَرَفْتُ مَا اشْتَرَیْتُہٗ

2: استفہامیہ جیسے مَا عِنْدَكَ

3: شرطیہ جیسے مَا تَصْنَعْ اَصْنَعْ

4: موصوفہ جیسے مَرَرْتُ بِمَا مُعْجِبٍ لَكَ

5: تامہ جیسے فَنِعِمَّا ھِیَ

6: صفت جیسے اِضْرِبْهُ ضَرْبًا مَّا

وَمَنْ كَذَالِكَ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ من کی اقسام بیان کررہے ہیں کہ مَنْ آخری دو قسموں یعنی تامہ اور صفت کے علاوہ بقیہ چار اقسام میں مااسمیہ کی طرح ہے۔ جیسے موصولہ اَكْرَمْتُ مَنْ جَاءَنِيْ، استفہامیہ مَنْ جَاءَكَ، شرطیہ مَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ، موصوفہ رُبَّ مَنْ جَاءَكَ قَدْ اَكْرَمْتُهُ۔

وَ اَيٌّ وَاَيَّةٌ كَمَنْ "کی وضاحت:

"من" کی طرح "اَيٌّ وَاَيَّةٌ" کی بھی چار قسمیں ہیں: موصولہ جیسے اَضْرِبْ اَيُّهُمْ لَقِيْتُ، استفہامیہ جیسے اَيُّهُمْ اَخُوْكَ، شرطیہ جیسے اَيًّا مَّا تَدْعُوْ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنىٰ اور موصوفہ جیسے يَا اَيُّهَا الرَّجُلُ

وَهِيَ مُعْرَبَةٌ وَحْدَهَا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ "اَيٌّ، اَيَّةٌ" یہ دونوں ایسے اسماء موصولہ ہیں کہ جو تمام احوال میں مبنی نہیں ہوتے بلکہ چار حالتوں میں سے صرف ایک حالت میں مبنی ہوتے ہیں۔ وہ چار حالتیں یہ ہیں:

1: مضاف ہوں اور صدر صلہ مذکور نہ ہو۔

2: مضاف نہ ہوں اور صدر صلہ مذکور ہو۔

3: نہ مضاف ہوں اور نہ ہی صدر صلہ مذکور ہو۔

4: مضاف ہوں اور ان کا صدر صلہ محذوف منوی ہو۔

ان میں سے پہلی تین صورتوں میں "اَيٌّ، اَيَّةٌ" معرب ہوتے ہیں اور آخر صورت میں مبنی بر ضم ہوتے ہیں۔

وَفِيْ مَاذَا صَنَعْتَ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ "مَاذَا" کے ترکیبی احتمالات بیان کررہے ہیں:

1: مااستفہامیہ مبتداء، اور ذَا بمعنی اَلَّذِیْ اسم موصول، اور صَنَعْتَ اس کا صلہ، موصول مل کر خبر

2: مااستفہامیہ خبر مقدم، اور ذَا صَنَعْتَ موصول وصلہ مل کر مبتدائے مؤخر۔۔۔

ان دونوں صورتوں میں اس کا جواب مبتدائے محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا مثلاً کہا جائے "مَاذَا صَنَعْتَ؟" تو کہا جائے گا "اَلْاِکْرَامُ" جو اصل میں "اَلَّذِیْ صَنَعْتُهٗ هُوَ الْاِکْرَامُ" ہوگا۔

3: مَاذَا، اَیُّ شَیْءٍ کے معنی میں ہو، اس صورت میں "اَیُّ شَیْءٍ" مفعول بہ ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہوگا، لہٰذا جملہ فعلیہ ہوگا اور اس کا جواب فعل محذوف کا مفعول بہ ہونے کی بناء پر منصوب ہوگا۔ مثلاً جب کہا جائے "مَاذَا صَنَعْتَ" تو اس کے جواب میں "اَلْاِکْرَامَ" کہا جائے گا جو اصل میں "صَنَعْتُ الْاِکْرَامَ" ہوگا۔

متن: اَسْمَاءُ الْاَفْعَالِ مَا كَانَ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَوِ الْمَاضِيْ نَحْوُ رُوَيْدَ زَيْدًا اَيْ اَمْهِلْهُ وَهَيْهَاتَ ذٰلِكَ اَيْ بَعُدَ وَفَعَالِ بِمَعْنَى الْاَمْرِ مِنَ الثُّلَاثِيِّ قِيَاسٌ كَنَزَالِ بِمَعْنٰى اِنْزِلْ وَفَعَالِ مَصْدَرًا مَعْرِفَةً كَفَجَارِ وَصِفَةً مِثْلُ يَا فَسَاقِ مَبْنِيٌّ لِمُشَابَهَتِهٖ لَهٗ عَدْلًا وَزِنَةً وَفَعَالِ عَلَمًا لِلْاَعْيَانِ مُؤَنَّثًا كَقَطَامِ وَغَلَابِ مَبْنِيٌّ فِي الْحِجَازِ وَمُعْرَبٌ فِيْ تَمِيْمٍ اِلَّا مَا كَانَ فِيْ آخِرِهٖ رَاءٌ نَحْوُ حَضَارِ

ترجمہ: اسماء افعال وہ ہیں جو بمعنی امر یا بمعنی ماضی کے ہوں جیسے "روید زیدا" (یعنی زید کو چھوڑ) اور "ھیھات ذالک" (یعنی وہ دور ہوگیا) اور فعال ثلاثی سے امر کے معنی میں قیاس کے مطابق ہے جیسے "نزال، انزل" کے معنی میں اور "فعال" کا وزن جو مصدر معرفہ سے لیا گیا ہو جیسے "فجار" اور وہ "فعال" جو صفت سے معدول ہو جیسے "یا فساق" تو وہ مبنی ہوتا ہے ان دونوں کے امر کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے عدل اور وزن میں، اور وہ "فعال" جو کسی شخص مؤنث کا علم ہو جیسے "قطام" اور "غلاب" تو یہ حجازیوں کی لغت میں مبنی ہے اور لغت بنو تمیم میں معرب ہے مگر جس کے آخر میں راء ہو تو بنو تمیم بھی مانتے ہیں جیسے "حضار"

تشریح:

اسماء الافعال۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مبنی غیر اصل کی تیسری قسم اسمائے افعال کے بارے میں بیان کررہے ہیں چنانچہ اسماء افعال وہ اسماء ہیں جو بمعنی امر حاضر یا بمعنی فعل ماضی ہوں جیسے "**رُوَیْدَ زَیْدًا**" بمعنی "**اَمْہِلْ زَیْدًا**" (زید کو مہلت دو) ہے اور "**ھَیْھَاتَ زَیْدٌ**" بمعنی "**بَعُدَ زَیْدٌ**" (زید دور ہوا) ہے۔

وفعال بمعنی الامر من الثلاثی۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسماء افعال کی دو قسمیں بیان کر رہے ہیں:

1: سماعی: وہ اسماء افعال جو کسی خاص وزن (یعنی فَعَالِ کے وزن) پر نہ ہوں۔

2: قیاسی: وہ اسماء افعال جو کسی خاص وزن (یعنی ثلاثی مجرد سے فَعَالِ کے وزن) پر ہوں۔

فَعَالِ کے وزن پر آنے والے اسماء درج ذیل ہیں:

1: وہ اسماء جو فَعَالِ بمعنی امر ہوں جیسے نَزَالِ بمعنی اِنْزِلْ۔

2: وہ اسماء جو مصدر معرفہ سے معدول ہو کر فَعَالِ کے وزن پر ہوں جیسے "فَجَارِ" بمعنی اَلْفُجُوْرُ

3: وہ اسماء جو مؤنث کی صفت سے معدول ہو کر فَعَالِ کے وزن پر ہوں جیسے فَسَاقِ بمعنی یَا فَاسِقَۃُ

دوسری اور تیسری قسم کے اسماء فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن میں مشابہت رکھنے کی وجہ سے مبنی ہیں۔یعنی جس طرح نَزَالِ، اِنْزِلْ سے معدول ہو کر آیا ہے اسی طرح فَجَارِ، اَلْفُجُوْر سے اور فَسَاقِ، فَاسِقَۃ سے معدول ہو کر آیا ہے اور جس طرح نَزَالِ، فَعَالِ کے وزن پر ہے اسی طرح فَجَارِ اور فَسَاقِ بھی فعال کے وزن پر ہیں۔

4: وہ اسماء جو مؤنث کے علم ہوں اور فعال کے وزن پر آرہے ہیں چاہے ان کے آخر میں راء ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں حجازیوں کے نزدیک مبنی ہیں جبکہ بنی تمیم کے نزدیک یہ اس وقت مبنی ہیں جبکہ ان کے آخر میں راء ہو جیسے قَطَامِ، غَلَابِ اور حَضَارِ۔ اور اگر آخر میں راء نہ ہو تو بنی تمیم کے نزدیک ایسے اسماء معرب ہونگے۔

متن: اَلْاَصْوَاتُ كُلُّ لَفْظٍ حُكِيَ بِهٖ صَوْتٌ اَوْ صُوِّتَ بِهِ الْبَهَائِمُ فَالْاَوَّلُ كَغَاقِ وَالثَّانِيْ كَنَخْ، اَلْمُرَكَّبَاتُ كُلُّ اِسْمٍ مِنْ كَلِمَتَيْنِ لَيْسَ بَيْنَهُمَا نِسْبَةٌ فَاِنْ تَضَمَّنَ الثَّانِيْ حَرْفًا بُنِيَا كَخَمْسَةَ عَشَرَ وَحَادِيْ عَشَرَ وَاَخَوَاتِهَا اِلَّا اِثْنَيْ عَشَرَ وَاِلَّا اُعْرِبَ الثَّانِيْ كَبَعْلَبَكَّ وَبُنِيَ الْاَوَّلُ عَلَى الْاَصَحِّ

ترجمہ: اصوات ہر وہ لفظ ہے جس سے کسی آواز کی حکایت کی جائے یا اس سے جانوروں کو بلایا جائے اول کی مثال جیسے غاق اوثانی کی مثال جیسے نخ۔ مرکبات وہ ہیں جو دو کلموں سے مرکب ہوں جن کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو، پس اگر دوسرا حرف کے معنیٰ کو متضمن ہو تو دونوں مبنی ہوں گے جیسے "خمسۃ عشر" اور "حادی عشر" اور اس کے اخوات مگر "اثنا عشر" ورنہ دوسرے اسم کو اعراب دیا جائیگا جیسے "بعلبک" اور صحیح قول کی وجہ سے مبنی ہو گا۔

تشریح:

اسم صوت ہر ایسا لفظ ہے جس کے ذریعے کسی چیز کی آواز کی نقل کی جائے یا اس کے ذریعے جانوروں کو آواز دی جائے جیسے "غاق" اس سے کوے کی آواز کی نقل اتاری گئی ہے اور "نَخ" اس کے ذریعے اونٹ کو آواز دی جاتی ہے تاکہ وہ بیٹھ جائے۔ یہ اسماء ترکیب میں واقع نہ ہونے کی وجہ سے مبنی ہوتے ہیں۔

المرکبات کل اسم من کلمتین۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مبنی غیر اصل کی اقسام میں سے ایک قسم مرکبات کو بیان کررہے ہیں، چنانچہ مرکبات ہر ایسا اسم ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو اور ان دونوں کے درمیان نسبت اسنادی، نسبت توصیفی اور نسبت اضافی میں سے کوئی نسبت نہ ہو جیسے اَحَدَ عَشَرَ، بَعْلَبَكَّ اور سِيْبَوَيْه۔

فان تضمن الثانی حرفا بنیا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ مرکبات کی وہ قسم جس میں دوسرا کلمہ کسی حرف کو متضمن ہو تو اس کے دونوں جزء مبنی بر فتح ہونگے جیسے خَمْسَةَ عَشَرَ، حَادِيَ عَشَرَ، یہ سب اس لیے مبنی ہیں کہ ان کا دوسرا جزء حرف کو متضمن ہے کیونکہ ان کی اصل " خَمْسَةٌ وَعَشَرَ، حَادِيٌ وَعَشَر " ہے۔ مصنف علیہ الرحمہ نے دو مختلف مثالیں دے کر اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ جو جزء عَشَرَ کے ساتھ مرکب ہو وہ عدد بھی ہو سکتا ہے اور عدد سے مشتق اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے۔

الا اثنی عشر۔۔کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اثنا عشر اور اثنتا عشر، کا پہلا جزء اضافت کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے معرب ہے، کیونکہ تثنیہ میں بھی اضافت کی وجہ سے نون گر جاتا ہے جیسے غُلَامَا زَيْدٍ۔

والاعرب الثانی۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اگر مرکب ایسا اسم ہو جس کا دوسرا جزء حرف کو متضمن نہ ہو تو وہ معرب غیر منصرف ہو گا اور پہلا جزء مبنی ہو گا۔ مصنف علیہ الرحمہ نے "علی الاصح" کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس مسئلے میں دیگر اقوال بھی ہیں لیکن ان کے نزدیک یہ قول صحیح ترین ہے۔

متن: اَلْكِنَايَاتُ كَمْ وَكَذَا لِلْعَدَدِ وَكَيْتَ وَذَيْتَ لِلْحَدِيْثِ فَ«كَمْ» الْاِسْتِفْهَامِيَّةُ مُمَيِّزُهَا مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ وَالْخَبَرِيَّةُ مَجْرُوْرٌ مُفْرَدٌ وَمَجْمُوْعٌ وَتَدْخُلُ «مِنْ» فِيْهِمَا وَلَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَكِلَاهُمَا يَقَعُ مَرْفُوْعًا وَمَنْصُوْبًا وَمَجْرُوْرًا

ترجمہ: کنایات "کم وکذا" عدد کے لیے اور "کیت وذیت" بات کے لیے آتے ہیں، پس کم استفہامیہ اس کی تمیز منصوب اور مفرد ہوتی ہے اور خبریہ مجرور و مفرد اور مجرور و جمع دونوں آتی ہیں اور ان دونوں میں "من" بیانیہ داخل ہوتا ہے اور ان دونوں کے لیے صدارت کلام ضروری ہے اور دونوں مرفوع و منصوب اور مجرور واقع ہوتے ہیں۔

تشریح:

الکنایات کم وکذا للعدد۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مبنی غیر اصل کی قسم کنایات کو بیان کررہے ہیں، کنایہ کہتے ہیں کسی معین شئ کو کسی غرض کی وجہ سے ایسے لفظ سے تعبیر کرنا جو اس شئ پر دلالت کرنے میں صریح نہ ہو جیسے "جاءنی فلان" اور فلان سے مراد زید وغیرہ ہو۔

کنایہ کے الفاظ:

کنایہ کے افراد محدود و متعین ہیں جیسے کَمْ اور کَذَا، عدد سے کنایہ کے لیے آتے ہیں اور کَیْتَ و ذَیْتَ، کلام سے کنایہ کے لیے آتے ہیں۔ کم کی دو قسمیں ہیں:

کم استفہامیہ: جو سوال کے لیے آئے یہ اس لیے مبنی ہے کہ حرف استفہام کو متضمن ہے۔ اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ (تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں؟)

کم خبریہ: جو خبر دینے کے لیے آئے اسے کم استفہامیہ پر محمول کرتے ہوئے مبنی رکھا گیا ہے۔ اس کی تمیز مفرد مجرور اور جمع مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ رَجُلٍ عِنْدِیْ، کَمْ رِجَالٍ عِنْدِیْ (میرے پاس بہت سے آدمی ہیں)

وتدخل «من» فیھما۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ کم استفہامیہ اور خبریہ دونوں کی تمیز سے پہلے "من" بیانیہ کا داخل کرنا جائز ہے اس صورت میں ان کی تمیز مجرور ہوگی۔ کم استفہامیہ کی مثال "کم من رجل ضربت"، کم خبریہ کی مثال "کم من قریۃ اھلکناھا"۔ مصنف علیہ الرحمہ نے کم استفہامیہ اور خبریہ کے بارے میں بیان کیا کہ یہ دونوں صدارت کلام کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ کلام کا استفہام اور خبر کے قبیل سے ہونا شروع سے ہی معلوم ہو جائے۔

وکلاھما یقع مرفوعا۔۔الخ" کی وضاحت:

کم استفہامیہ اور خبریہ میں سے ہر ایک کبھی محلا مرفوع ہو گا کبھی محلا منصوب ہو گا اور کبھی محلا مجرور ہو گا جس طرح عامل تقاضا کرے، اگر عامل مفعول بہ کا تقاضا کرے تو کم مفعول بہ ہو گا جیسے کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ، کَمْ رَجُلٍ مَلَكْتَ۔ اور اگر عامل ظرف کا تقاضا کرے تو ظرف ہو گا جیسے کَمْ یَوْمًا سِرْتَ۔

متن: فَكُلُّ مَا بَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَغِلٍ عَنْهُ بِضَمِيْرِهِ كَانَ مَنْصُوْبًا مَعْمُوْلًا عَلٰى حَسْبِهِ وَ كُلُّ مَا قَبْلَهُ حَرْفُ جَرٍّ أَوْ مُضَافٌ فَمَجْرُوْرٌ" وَإِلَّا فَمَرْفُوْعٌ مُبْتَدَأٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا وَخَبَرٌ إِنْ كَانَ ظَرْفًا وَكَذٰلِكَ أَسْمَاءُ الْاِسْتِفْهَامِ وَالشَّرْطِ وَفِي مِثْلِ "كَمْ عَمَّةٌ لَكَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٌ ثَلَاثَةُ أَوْجُهٍ وَقَدْ يُحْذَفُ فِي مِثْلِ كَمْ مَالُكَ وَكَمْ ضَرَبْتَ

ترجمہ: پس ہر کم جس کے بعد کوئی فعل ہو اور اس سے اس کی ضمیر کے ساتھ مشغول نہ ہو تو وہ منصوب ہو گا اس فعل کے مطابق معمول ہو گا، اور ہر وہ کم جس سے پہلے حرف جر ہو یا مضاف ہو وہ مجرور ہو گا، ورنہ مرفوع ہو گا مبتداء ہو گا اگر ظرف نہ ہو اور خبر ہو گا اگر ظرف ہو، اور اسی طرح اسماء استفہام اور شرط بھی ہیں اور آنے والے قول "کم عمۃ لک۔۔الخ" جیسی مثالوں میں تین وجوہ جائز ہیں اور کبھی حذف کر دی جاتی ہے "کم مالک" اور "کم ضربت" جیسے مثالوں میں۔

تشریح:

فکل ما بعدہ فعل۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ کم استفہامیہ اور خبریہ کب مرفوع ہوتا ہے، کب منصوب اور کب مجرور ہوتا ہے۔

منصوب ہو گا:

ہر وہ کم جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے ما قبل یعنی کم سے اعراض نہ کر رہا ہو بلکہ اس میں عمل کر رہا ہو تو وہ منصوب ہو گا یعنی اگر فعل مفعول مطلق، مفعول بہ یا مفعول فیہ کا تقاضا کرے تو یہ بھی اسی طرح ہو گا۔

کم استفہامیہ میں مفعول مطلق کی مثال:"کَمْ ضَرْبَۃً ضَرَبْتَ"،کم استفہامیہ میں مفعول بہ کی مثال:"کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ"،کم استفہامیہ میں مفعول فیہ کی مثال:"کَمْ یَوْمًا صُمْتَ فِیْہِ"۔کم خبریہ میں مفعول مطلق کی مثال:"کَمْ ضَرْبَۃٍ ضَرَبْتَ"،کم خبریہ میں مفعول بہ کی مثال:"کَمْ غُلَامٍ مَلَکْتَ"،کم خبریہ میں مفعول فیہ کی مثال:"کَمْ یَوْمٍ صُمْتَ فِیْہِ۔

مجرور ہو گا:

جہاں "کَمْ" پر حرف جر داخل ہو یا "کَمْ" سے پہلے مضاف ہو تو "کَمْ" محلا مجرور ہو گا "کَمْ" استفہامیہ کی مثال:"بِکَمْ دِرْھَمًا اِشْتَرَیْتَ"،کَمْ خبریہ کی مثال "بِکَمْ دِرْھَمٍ اِشْتَرَیْتَ"۔

مرفوع ہو گا:

اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو تو "کَمْ" مرفوع ہو گا کبھی مبتداء ہونے کی وجہ سے اور کبھی خبر ہونے کی وجہ سے یعنی اگر دوسرا اجزء ظرف نہ ہو تو مرفوع ہو گا مبتداء ہونے کی وجہ سے جیسے کَمْ رَجُلًا اَخُوْكَ،یہاں کَمْ رَجُلًا مبتداء اور اَخُوْكَ ،خبر ہے۔اور اگر دوسرا اجزء ظرف ہو تو خبر کی وجہ سے مرفوع ہو گا جیسے کَمْ یَوْمًا سَفَرُكَ،اس میں کَمْ یَوْمًا، خبر مقدم اور سَفَرُكَ،مبتداء مؤخر ہے۔

وکذلك أسماء الاستفهام۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جس طرح کم خبریہ محلا مرفوع،منصوب اور مجرور ہوتا ہے اسی طرح اسمائے استفہام اور شرط میں بھی تین وجہیں جائز ہیں:منصوب کی مثال "مَنْ ضَرَبْتَ وَمَنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ"،مرفوع کی مثال "مَنْ ضَرَبْتَہٗ،مَنْ تَضْرِبْہُ اَضْرِبْہُ"،مجرور کی مثال "بِمَنْ مَرَرْتَ،غُلَامُ مَنْ ضَرَبْتَ،غُلَامُ مَنْ تَضْرِبْہُ اَضْرِبْہُ"۔

وفی مثل ع کَمْ عَمَّۃ لَكَ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ "كَمْ عَمَّةٍ" کی مثل میں تین وجوہ جائز ہیں، اس کی مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جو کم خبریہ اور کم استفہامیہ کا احتمال رکھتی ہو اور اس کی تمیز ذکر وحذف کا احتمال رکھتی ہو پہلی وجہ: عَمَّةٌ ،کو مرفوع پڑھیں اس وقت یہ مبتداء ہو گا۔ دوسری وجہ: عَمَّةً، کو منصوب پڑھیں اس وقت یہ کم استفہامیہ کی تمیز ہو گا۔ تیسری وجہ: عَمَّةٍ، کو مجرور پڑھیں گے اس وقت یہ کم خبریہ کی تمیز ہو گا۔

متن میں مذکور شعر فرزدق کا ہے جس نے جریر کی مذمت بیان کی ہے مکمل شعر یوں ہے:

كَمْ عَمَّةٌ لَكَ يَا جَرِيْرُ وَخَالَةٌ　　　فَدْعَاءُ قَدْ حَلَبَتْ عَلَيَّ عِشَارِيْ

اے جریر! تیری کتنی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں جو مڑے ہوئے ہاتھوں والی ہیں جنھوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیوں کا دودھ دوہا ہے۔

وَقَدْ يُحْذَفُ فِيْ مِثْلِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ کم کی تمیز قرینہ پائے جانے کی وجہ سے کبھی حذف بھی کر دی جاتی ہے جیسے "كم مالك" اس میں حذف تمیز کا قرینہ یہ ہے کہ " مَالَكَ" معرفہ ہے اور کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں تمیز محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے "كم درهما مالك"، اور "كم ضربت" میں تمیز کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں کم فعل پر داخل ہورہا ہے معلوم ہوا کہ "كم ضربت" میں تمیز محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے "كَمْ مَرَّةً ضَرَبْتَ"۔

متن: اَلظُّرُوْفُ مِنْهَا مَا قُطِعَ عَنِ الْإِضَافَةِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَأُجْرِيَ مُجْرَاهُ «لَاغَيْرَ» وَ«لَيْسَ غَيْرَ» وَ«حَسْبُ» وَمِنْهَا «حَيْثُ» وَلَايُضَافُ إِلَّا إِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْأَكْثَرِ وَمِنْهَا إِذَا وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبِلِ وَفِيْهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَلِذٰلِكَ أُخْتِيْرَ بَعْدَهَا الْفِعْلُ وَقَدْ تَكُوْنُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيَلْزَمُ الْمُبْتَدَأُ بَعْدَهَا وَمِنْهَا إِذْ لِلْمَاضِيْ وَيَقَعُ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ

ترجمہ: ظروف میں سے بعض وہ ہیں جو اضافت سے قطع کیے گئے ہوں جیسے قبل اور بعد اور ان کے قائم مقام کیے گئے لاغیر، لیس غیر اور حسب، اور ان میں حیث ہے۔ اور اس کی اضافت نہیں کی جاتی مگر اکثر جملے کی طرف، اور ان میں سے ایک اذا ہے اور یہ مستقبل کے لیے آتا ہے اور اس میں شرط کا معنی ہوتا ہے اس لیے اس کے بعد فعل لانا اختیار کیا گیا ہے، اور کبھی یہ مفاجات کے لیے آتا ہے اور اس کے بعد مبتداء کا ہونا لازمی ہے۔ اور ان میں سے "اذ" ماضی کے لیے ہے اور اس کے بعد دو جملے واقع ہوتے ہیں۔

تشریح

الظروف منها ما قطع عن الإضافة۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسماء ظروف کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ بعض ظروف وہ ہیں جو اضافت سے قطع کئے گئے ہیں، یعنی ان کا مضاف الیہ مذکور نہ ہو جیسے "قَبۡلُ، بَعۡدُ"۔

قبل، بعد" کی تین حالتیں:

قبل، بعد" لازم الاضافت ہیں اس لیے ان کا مضاف الیہ مذکور ہو گا یا محذوف، اگر مذکور ہو تو یہ معرب ہونگے اور اگر محذوف ہو تو یا نسیا منسیا ہو گا یا نیت میں موجود ہو گا۔ اگر نسیا منسیا ہو تب بھی معرب ہونگے جیسے "رُبَّ بَعۡدٍ کَانَ خَیۡرًا مِنۡ قَبۡلٍ" اور اگر منوی ہو تو مبنی ہونگے جیسے اللہ پاک کا ارشاد ہے "لِلّٰهِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡ بَعۡدُ"۔

وأجری مجراہ ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ "لا غیر، لیس غیر اور حسب" ظروف نہیں ہیں مگر حذف مضاف الیہ اور مبنی بر ضم ہونے میں مقطوع عن الاضافت ظروف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ان کے قائم مقام ہو گئے اس لیے یہ بھی مبنی ہونگے۔ جیسے "جَاءَنِي زَيۡدٌ لَا غَيۡرُ، جَاءَنِي زَيۡدٌ لَيۡسَ غَيۡرُ، جَاءَنِي زَيۡدٌ حَسۡبُ"۔ انہیں مقطوع عن الاضافت کے قائم مقام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مقطوع عن الاضافت میں ابہام پایا جاتا ہے ایسا ہی "غیر" میں بھی پایا جاتا ہے

اور اسی طرح "حسب" میں بھی ابہام پایا جاتا ہے کہ یہ باوجود اضافت معرفہ نہیں ہوتا اس لیے یہ بھی مقطوع عن الاضافت ظروف کے قائم مقام ہے۔

ومنھا «حیث»۔۔الخ" کی وضاحت:

ظروف مبنیہ میں سے ایک "حیث" بھی ہے اور یہ مکان کے لیے آتا ہے جو اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے چاہے جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ۔ جیسے "اِجْلِسْ حَیْثُ زَیْدٌ جَالِسٌ،قُمْ حَیْثُ قَامَ زَیْدٌ"۔اور حقیقت میں اس کی اضافت مضمون جملہ کی طرف ہوتی ہے اور مضمون جملہ مذکور نہیں ہوتا لہٰذا اس کی اضافت عدم اضافت کی طرح ہے چنانچہ مقطوع عن الاضافت ہونے میں یہ مقطوع عن الاضافت ظروف کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مبنی بر ضم ہے جیسے "اجلس حیث زید جالس و حیث یجلس زید"۔اور کبھی یہ مفرد کی طرف مضاف ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں بعض کے نزدیک معرب ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مبنی۔

ومنھا اذا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ظروف مبنیہ میں سے "اذا" کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ "اذا" زمانیہ، زمانہ مستقبل کے لیے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو کیونکہ "اذا" کو ایسے مستقبل کے لیے وضع کیا گیا ہے جس کا وقوع یقینی ہو۔"اذا" میں چونکہ شرط کا معنی پایا جاتا ہے اس لیے اس کے بعد فعل مختار ہے کیونکہ شرط کے ساتھ فعل کی مناسبت ہے۔ کبھی "اذا" میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا لہٰذا اس کے بعد مبتدا لازم ہوتا ہے تاکہ "اذا" شرطیہ اور مفاجاتیہ میں فرق ہو جائے جیسے خَرَجْتُ فَاِذَا السَّبُعُ اَیْ وَاقِفٌ (میں نکلا تو اچانک شیر کھڑا تھا۔)

ومنھا إذ للماضی۔۔الخ" کی وضاحت:

ظروف مبنیہ میں سے "اذ" بھی ہے جو ماضی کے لیے استعمال ہوتا ہے اگرچہ فعل مستقبل پر داخل ہو جیسے "جَاءَنِي زَيْدٌ إِذْيَقُوْمُ عَمْرٌو اَیْ إِذْ قَامَ عَمْرٌو"۔"اذ" میں چونکہ شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جو فعلیت کے ساتھ اختصاص کا مقتضی ہے اسی

وجہ سے اس کے بعد جملہ فعلیہ اور اسمیہ دونوں آسکتے ہیں۔اس کی وضع حرف کی طرح ہونے کی وجہ سے اسے ظروف مبنیہ میں شمار کیا گیا ہے۔

متن: وَمِنْهَا أَيْنَ وَأَنّٰى لِلْمَكَانِ إِسْتِفْهَامًا وَشَرْطًا وَمَتٰى لِلزَّمَانِ فِيهِمَا وَأَيَّانَ لِلزَّمَانِ إِسْتِفْهَامًا وَكَيْفَ لِلْحَالِ إِسْتِفْهَامًا وَمُذْ وَمُنْذُ بِمَعْنٰى أَوَّلِ الْمُدَّةِ فَيَلِيهِمَا الْمُفْرَدَ الْمَعْرِفَةَ وَبِمَعْنَى الْجَمِيعِ فَيَلِيهِمَا الْمَقْصُودُ بِالْعَدَدِ وَقَدْ يَقَعُ الْمَصْدَرُ أَوِ الْفِعْلُ أَوْ أَنَّ أَوْ أَنْ فَيُقَدَّرُ زَمَانٌ مُضَافٌ وَهُوَ مُبْتَدَأٌ وَخَبَرُهُ مَا بَعْدَهُ خِلَافًا لِلزُّجَاجِ وَمِنْهَا لَدٰى وَلَدُنْ وَقَدْ جَاءَ لَدْنِ وَلَدِنْ وَلُدْنِ وَلَدْ وَلُدْ وَلَدُ وَمِنْهَا قَطُّ لِلْمَاضِي الْمَنْفِيِّ وَعَوْضُ لِلْمُسْتَقْبِلِ الْمَنْفِيِّ وَالظُّرُوفُ الْمُضَافَةُ إِلَى الْجُمْلَةِ وَ"إِذْ" يَجُوزُ بِنَاؤُهَا عَلَى الْفَتْحِ وَكَذٰلِكَ «مِثْلُ» وَ«غَيْرُ» مَعَ «مَا» وَ«أَنْ» وَ«أَنَّ»

ترجمہ: اور ان میں سے "این اور انی" بھی ہیں جو مکان کے لیے آتے ہیں استفہام اور شرط کے طور پر اور "متی" زمانہ کے لیے بطور شرط اور استفہام آتا ہے اور "ایان" زمانہ کے لیے استفہام کے طور پر آتا ہے اور "کیف" حال کے لیے بطور استفہام آتا ہے اور "مذ و منذ" اول مدت کا معنی دینے کے لیے آتے ہیں پس ان دونوں کے ساتھ مفرد معرفہ متصل ہو گا اور جمیع مدت کے معنی میں بھی آتے ہیں اس وقت ان دونوں کے ساتھ مقصود بالعدد ملا ہوا ہو گا اور کبھی مصدر اور کبھی فعل واقع ہوتا ہے یا "ان" یا "ان" واقع ہوتا ہے ایسی صورت میں ایسا زمانہ مضاف ہوتا ہے جو مقدر ہو اور وہ مبتداء ہوتا ہے اور اس کی خبر اس کا مابعد ہوتی ہے اس میں زجاج کا اختلاف ہے اور ان میں سے "لدیٰ" اور "لدن" ہے اور کبھی "لدن" اور کبھی "لدن" اور کبھی "لدن" اور کبھی "لد" اور کبھی "لد" اور کبھی "لد" آتا ہے اور ان میں سے "قط" ماضی منفی کے لیے اور "عوض" مستقبل منفی کے لیے آتا ہے اور وہ ظروف جو جملہ کی طرف یا "اذ" کی طرف مضاف ہوں ان کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے اسی طرح لفظ "مثل" وغیرہ بھی مبنی ہوتے ہیں جب وہ "ما" اور "ان" اور "ان" کے ساتھ ہوں۔

تشریح

ومنها أين وأنى للمكان۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ ظروف مبنیہ میں سے "اَیْنَ" اور "اَنّٰی" بھی ہیں جو مکان کے لیے استعمال ہوتے ہیں استفہام کے طور پر بھی اور شرط کے طور پر بھی۔ شرط کی مثال: "اَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ، اَنّٰی تَقْعُدْ اَقْعُدْ" (جہاں تو بیٹھے گا وہاں میں بیٹھوں گا۔) استفہام کی مثال: اَیْنَ اَخُوْكَ؟ اَیْنَ تَذْهَبُ یَا اَخِیْ؟ یہ دونوں اس لیے مبنی ہیں کہ ان دونوں میں حروف استفہام اور حرف شرط کے معنی پائے جاتے ہیں۔

ومتی للزمان۔۔کی وضاحت:

اور متی ظروف مبنیہ میں سے ہے جو شرط اور استفہام دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے فرق صرف اتنا کہ "این اور انی" دونوں ظرف مکان کے لیے آتے ہیں اور یہ ظرف زمان کے لیے آتا ہے جیسے شرط کی مثال: متی تسافر اسافر، استفہام کی مثال: "متی هذا الوعد ان کنتم صادقین"۔ یہ حرف شرط اور استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

وأیان للزمان استفهاما۔ کی وضاحت:

"ایان" بھی ظروف مبنیہ میں سے ہے جو صرف استفہام کے لیے آتا ہے جیسے "اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ"۔ یہ استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

وکیف للحال استفهاما۔ کی وضاحت:

کیف بھی مبنی ہے جو حالت کے استفہام کے لیے آتا ہے جیسے "کَیْفَ حَالُكَ"

ومذ ومنذ۔۔ الخ" کی وضاحت:

مذ اور منذ بھی ظروف مبنیہ میں سے ہیں کبھی یہ اول مدت کے لیے آتے ہیں جیسے " مَارَاَیْتُهٗ مُذْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ" (میں نے اس کو ابتدائے جمعہ سے ہی نہیں دیکھا) اس صورت میں مذ اور منذ کے بعد مفرد معرفہ بغیر فصل کے واقع ہوتا ہے۔ کبھی یہ

دونوں جمیع مدت کے لیے آتے ہیں جیسے "مَارَاَیْتُہٗ مُذْ یَوْمَانِ"(میرا اسے نہ دیکھنے کی کل مدت مکمل دو دن ہیں)۔اس صورت میں ان کے بعد وہ زمانہ ذکر ہو گا جس کے بیان کا عدد کے ذریعے قصد کیا گیا ہو۔

وقد یقع المصدر ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مذ اور منذ کے بعد کبھی مصدر، کبھی فعل، کبھی ان مثقلہ اور کبھی ان مخففہ آتا ہے جیسے "مَاخَرَجْتَ مُذْ اَوْ مُنْذُ ذِھَابَكَ" مَاخَرَجْتَ مُذْ اَوْ مُنْذُ ذَھَبْتَ، مَاخَرَجْتَ مُذْ اَنْ ذَھَبْتَ، مَاخَرَجْتَ مُذْ اَوْ مُنْذُ اَنَّكَ ذَاھِبٌ۔ان تمام صورتوں میں ان کے بعد لفظ زمان مضاف محذوف ہو گا جیسے مَاخَرَجْتَ مُذْ ذِھَابَكَ اَیْ زَمَانُ ذِھَابِكَ۔

وھو مبتدا وخبرہ ما بعدہ ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مذ اور منذ ترکیب میں کیا واقع ہونگے جمہور کے نزدیک یہ دونوں مبتدا اور ان کا مابعد خبر بنے گا جبکہ امام زجاج کے نزدیک یہ دونوں خبر اور ان کا مابعد مبتدا بنے گا۔

ومنھا لدی ولدن ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ لدیٰ اور لدن دونوں ظروف مبنیہ میں سے ہیں۔لدن کی مزید چھ لغات موجود ہیں:لَدْنِ،لَدَنْ،لُدْنِ،لَدْ،لُدْ اور لَدُ۔

ومنھا قط ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ "قط"ماضی منفی کی تاکید کے لیے آتا ہے جیسے "مَارَاَیْتُہٗ قَطُّ"(میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔)اس کی مزید چار لغتیں ہیں:"قُطَّ،قَطْ،قُطْ،قُطُ"اور "عوض" مستقبل منفی کی تاکید کے لیے آتا ہے جیسے "لَا اَرَاہُ عَوْضُ"(میں اسے کبھی نہیں دیکھوں گا)۔

والظروف المضافة ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جو ظروف جملے یا"اِذْ" کی طرف مضاف ہوں انہیں مبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہیں جیسے "یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ(النبا:18) یہاں "یَوْم" جملے کی طرف مضاف اس لیے مبنی بر فتحہ ہے اسی طرح "وَمِنْ خِزْیِ یَوْمَئِذٍ" میں "یوم"، "اذ" کی طرف مضاف ہے اس لیے مبنی بر فتحہ ہے۔ مصنف نے "یَجُوْزُ" کا لفظ ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ایسے ظروف کو معرب بھی پڑھ سکتے ہیں لہذا پہلے مثال میں "یوم" کو مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع اور دوسرے مثال میں "خِزْی" کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں۔

وکذلك «مثل»۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جس طرح ظرف جملے یا"اِذْ" کی طرف مضاف ہو تو مبنی بر فتحہ پڑھنا جائز ہے اسی طرح "مِثْلُ،غَیْرُ" جب "مَا،اَنْ،اَنَّ" کے ساتھ ہوں تو مبنی بر فتحہ پڑھے جاسکتے ہیں۔ جیسے قِیَامِیْ مِثْلَ اَنْ تَقُوْمَ اَوْ غَیْرَ اَنْ تَقُوْمَ،قِیَامِیْ مِثْلَ اَنَّكَ قَائِمٌ اَوْ غَیْرَ اَنَّكَ قَائِمٌ۔

متن: **اَلْمَعْرِفَةُ وَالنَّکِرَةُ اَلْمَعْرِفَةُ مَا وُضِعَ لِشَیْءٍ بِعَیْنِهٖ وَهِیَ الْمُضْمَرَاتُ وَالْأَعْلَامُ وَالْمُبْهَمَاتُ وَمَا عُرِّفَ بِاللَّامِ أَوِ النِّدَاءِ وَالْمُضَافُ إِلٰی أَحَدِهِمَا مَعْنًی اَلْعَلَمُ مَا وُضِعَ لِشَیْءٍ بِعَیْنِهٖ غَیْرُ مُتَنَاوِلٍ غَیْرَهٗ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَأَعْرَفُهَا الْمُضْمَرُ الْمُتَکَلِّمِ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ اَلنَّکِرَةُ مَا وُضِعَ لِشَیْءٍ لَا بِعَیْنِهٖ**

ترجمہ: معرفہ اور نکرہ، معرفہ وہ ہے جو معین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو اور یہ ضمیریں، اعلام، مبہمات ہیں اور وہ اسماء ہیں جنہیں لام یا نداء کے ساتھ معرفہ بنایا گیا ہو اور وہ جو مضاف ہو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے طور پر۔ علم وہ جو کسی ایسی معین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو جو ایک ہی وضع کے ساتھ اپنے غیر کو شامل نہ ہو۔ اور ان میں سے زیادہ معرفہ متکلم کی ضمیر ہے پھر مخاطب کی۔ نکرہ وہ ہے جو غیر معین چیز کے لیے ہو۔

تشریح:

المعرفۃ والنکرۃ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ معرفہ اور نکرہ کا بیان شروع کر رہے ہیں۔ معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو۔ مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں معرفہ کی چھ قسمیں بیان کی ہیں:

مضمرات: جیسے اَنَا، نَحْنُ۔ اعلام جیسے زَیْدٌ، بَکْرٌ۔ مبہمات (یعنی اسماء اشارات وموصولات) جیسے ھٰذَا، اَلَّذِیْ۔ معرف باللام جیسے اَلرَّجُلُ۔ معرف بالنداء جیسے یَارَجُلُ۔ جو مذکورہ امور میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو اضافت معنویہ کے طور پر جیسے غُلَامُ زَیْدٍ۔

سوال: مصنف علیہ الرحمہ نے معارف ستہ میں سے صرف علم کی تعریف کیوں کی؟

جواب: اسماء اشارہ، اسماء موصولہ اور مضمرات کی تعریفات پہلے گزر چکی ہیں اور معرف باللام وبالنداء تعریف سے مستغنی ہیں جبکہ امور مذکورہ کی طرف اضافت معنویہ کا معنی بھی ظاہر ہے اس لیے صرف علم کی تعریف کر دی گئی۔

سب سے زیادہ معرفہ ضمیر متکلم ہے کیونکہ اس میں سب سے کم التباس ہوتا ہے اس کے بعد ضمیر مخاطب ہے کہ تعدد مخاطبین کی وجہ سے کبھی کبھی التباس پیدا ہوتا ہے اس کے بعد غائب کی ضمیر ہے۔

نکرہ وہ اسم ہے جسے غیر معین چیز کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسے رَجُلٌ

متن: أَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وُضِعَ لِكَمِّيَّةِ آحَادِ الْأَشْيَاءِ أُصُوْلُهَا اِثْنَتَا عَشَرَةَ كَلِمَةً «وَاحِدٌ» إِلٰى عَشَرَةٍ وَمِائَةٌ وَأَلْفٌ تَقُوْلُ وَاحِدٌ اِثْنَانِ وَاحِدَةٌ اِثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَثَلَاثَةٌ إِلٰى عَشَرَةٍ وَثَلَاثٌ إِلٰى عَشْرٍ وَأَحَدَ عَشَرَ اِثْنَا عَشَرَ وَإِحْدٰى عَشْرَةَ اِثْنَتَا عَشْرَةَ وَثِنْتَا عَشْرَةَ وَثَلَاثَةَ عَشَرَ إِلٰى تِسْعَةَ عَشَرَ وَثَلَاثَ عَشْرَةَ إِلٰى تِسْعَ عَشْرَةَ وَتَمِيْمٌ تُكَسِّرُ الشِّيْنَ فِي الْمُؤَنَّثِ وَعِشْرُوْنَ وَأَخَوَاتُهَا فِيْهِمَا وَأَحَدٌ وَعِشْرُوْنَ وَإِحْدٰى وَعِشْرُوْنَ ثُمَّ بِالْعَطْفِ بِلَفْظِ مَا تَقَدَّمَ إِلٰى تِسْعَةٍ وَّتِسْعِيْنَ وَمِائَةٌ وَأَلْفٌ مِائَتَانِ وَأَلْفَانِ فِيْهِمَا ثُمَّ بِالْعَطْفِ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ وَفِي ثَمَانِيَ عَشْرَةَ فَتْحُ الْيَاءِ وَجَازَ إِسْكَانُهَا وَشَذَّ حَذْفُهَا بِفَتْحِ النُّوْنِ

ترجمہ: اسماء عدد وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہے اشیاء کے افراد کی مقدار بیان کرنے کے لیے، اور اسماء عدد کے اصول بارہ کلمے ہیں۔ واحد سے عشرۃ تک، مائۃ اور الف۔ پس تو کہے گا واحد، اثنان مذکر کے لیے، واحدۃ، اثنتان، ثنتان مؤنث کے لیے، ثلثۃ سے عشرۃ تک مؤنث کے لیے اور ثلث سے عشر تک مذکر کے لیے۔ اور احد عشر سے تسعۃ عشر تک مذکر کے لیے اور ثلث عشر سے تسع عشرۃ تک مؤنث کے لیے۔ اور بنی تمیم مؤنث میں شین کو کسرہ دیتے ہیں اور عشرون اور اس کے اخوات مذکر و مؤنث دونوں کے لیے ہیں۔ احد و عشرون اور احدی و عشرون (موافق قیاس) آتے ہیں اس کے بعد تسعۃ و تسعین تک اور مائۃ اور الف اور مائتان اور الفان ان دونوں میں برابر ہیں پھر گزرے ہوئے لفظ کے ساتھ عطف کے ذریعے استعمال ہو گا۔ اور ثمانی عشرۃ میں یاء کے فتحہ کے ساتھ اور اس کا سکون بھی جائز ہے اور اس کو حذف کرکے نون کے فتحہ کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

تشریح:

أسماء العدد۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسمائے عدد کے بارے میں بیان کررہے ہیں: اسماء جمع ہے اسم کی، اور عدد کا لغوی معنی ہے گننا، اصطلاح میں اسمائے عدد ایسے اسم کو کہتے ہیں جو اشیاء کے افراد کی مقدار بیان کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو جیسے "اَحَدَعَشَرَكَوْكَبًا" اس مثال میں ستاروں کے افراد کی مقدار بیان کیا گئی ہے یعنی ستارے گیارہ ہیں۔

أصولها اثنتا عشرة كلمة۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اسماء اعداد کی بنیاد بارہ کلمے ہیں جن میں سے تو اکائیاں ہیں یعنی ایک سے نو تک، اور ایک دہائی ہے یعنی عشرۃ، اور ایک سینکڑہ ہے یعنی مِائَةٌ اور ایک ہزار ہے یعنی اَلْفٌ، تو کل بارہ اصول ہیں باقی اعداد انہی سے بنتے ہیں۔

تقول واحد اثنان۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسماء اعداد کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ مذکر کے لیے کہا جائے گا: وَاحِدٌ، اِثْنَانِ، ثَلَاثَةٌ، اَرْبَعَةٌ، خَمْسَةٌ، سِتَّةٌ، سَبْعَةٌ، ثَمَانِيَةٌ، تِسْعَةٌ، عَشَرَةٌ۔

اور مؤنث کے لیے کہا جائے گا: وَاحِدَةٌ، اِثْنَتَانِ، ثِنْتَانِ، ثَلَاثٌ، اَرْبَعٌ، خَمْسٌ، سِتٌّ، سَبْعٌ، ثَمَانٌ، تِسْعٌ، عَشْرٌ۔

دس کے بعد مذکر کے لیے کہا جائے گا: اَحَدَعَشَرَ، اِثْنَاعَشَرَ، ثَلَاثَةَ عَشَرَ، اَرْبَعَةَ عَشَرَ، خَمْسَةَ عَشَرَةَ، سِتَّةَ عَشَرَ، سَبْعَةَ عَشَرَ، ثَمَانِيَّةَ عَشَرَ، تِسْعَةَ عَشَرَ۔

اسی طرح ننانوے تک کہا جائے گا اور مؤنث کے لیے کہا جائے گا: اِحْدٰی عَشَرَةَ، اِثْنَتَا عَشَرَةَ، ثِنْتَا عَشَرَةَ، ثَلٰثَ عَشَرَةَ، اَرْبَعَ عَشَرَةَ، خَمْسَ عَشَرَةَ، سِتَّ عَشَرَةَ، سَبْعَ عَشَرَةَ، ثَمَانِيَ عَشَرَةَ، تِسْعَ عَشَرَةَ۔ اسی طرح ننانوے تک کہا جائے گا۔

عِشْرُوْنَ، ثَلٰثُوْنَ، اَرْبَعُوْنَ، خَمْسُوْنَ، سِتُّوْنَ، سَبْعُوْنَ، ثَمَانُوْنَ اور تِسْعُوْنَ مذکر ومؤنث کے لیے برابر استعمال ہوتے ہیں۔ اور 32، 31، 22، 21، 12، 11 اسی طرح 92، 91 تک مذکر کے لیے دونوں جزء مذکر ہونگے اور مؤنث کے لیے دونوں جزء مؤنث ہونگے۔ مِائَةٌ، مِائَتَانِ، اَلْفٌ اور اَلْفَانِ مذکر ومؤنث دونوں کے لیے برابر ہیں۔

ثم بالعطف علی ما تقدم۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اَحَدَعَشَرَ سے تِسْعَةَ عَشَرَ تک اسماء عدد بغیر عطف کے استعمال ہوتے ہیں لیکن احد وعشرون سے لے کر تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ تک حرف عطف واؤ کے ساتھ استعمال ہونگے حرف عطف سے پہلے چھوٹا عدد لائینگے اور اس کے بعد عشرون اور اس کے اخوات لائینگے۔

وفی ثمانی عشرۃ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ میں یاء پر فتح پڑھنا اولیٰ ہے لیکن سکون پڑھنا بھی جائز ہے اسی طرح یاء کو حذف کرکے نون پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ کسرہ یاء کے حذف ہونے پر دلالت کرتی ہے لیکن یاء کو حذف کرکے نون پر فتحہ پڑھنا شاذ ہے اس لیے کہ یہاں حذف یاء پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

متن: وَمُمَيِّزُ الثَّلَاثَةِ إِلَى الْعَشَرَةِ مَخْفُوْضٌ مَجْمُوْعٌ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى إِلَّا فِي ثَلَاثِ مَائَةٍ إِلٰى تِسْعِ مِائَةٍ وَكَانَ قِيَاسُهَا مِئَاتٌ أَوْ مِئِيْنَ وَمُمَيِّزُ أَحَدَ عَشَرَ إِلٰى تِسْعَةٍ وَتِسْعِيْنَ مَنْصُوْبٌ مُفْرَدٌ وَمُمَيِّزُ مِائَةٍ وَأَلْفٍ وَتَثْنِيَتِهِمَا وَجَمْعِهِ مَخْفُوْضٌ مُفْرَدٌ وَإِذَا كَانَ الْمَعْدُوْدُ مُؤَنَّثًا وَاللَّفْظُ مُذَكَّرًا أَوْ بِالْعَكْسِ فَوَجْهَانِ وَلَا يُمَيَّزُ وَاحِدٌ وَاثْنَانِ اِسْتِغْنَاءً بِلَفْظِ التَّمْيِيْزِ عَنْهُمَا مِثْلُ رَجُلٌ وَرَجُلَانِ لِإِفَادَةِ النَّصِّ الْمَقْصُوْدَ بِالْعَدَدِ

ترجمہ: اور ثلثۃ سے عشرۃ تک کی تمیز جمع اور مجرور آتی ہے چاہے جمع لفظاً ہو یا معناً، مگر ثلاثۃ مائۃ سے تسع مائۃ تک (تمیز مفرد مجرور آتی ہے) اگرچہ قیاس کے مطابق اس کی تمیز مئات یا مئین آنی چاہیے۔ احد عشر سے تسعۃ وتسعین تک کی تمیز منصوب مفرد آتی ہے اور مائۃ اور الف کی تمیز اور ان کے تثنیہ اور جمع کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے اور جب معدود مؤنث ہو اور لفظوں کے اعتبار سے مذکر ہو یا اس کا عکس ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں۔ اور واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی، لفظ تمیز کا ان دونوں سے مستغنی ہونے کی وجہ سے جیسے رجل اور رجلان، کیونکہ عبارت خود ہی عدد مقصود کا فائدہ دیتی ہے۔

تشریح:

وممیز الثلاثۃ إلی العشرۃ۔۔الخ" کی وضاحت:

تین سے دس تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے چاہے جمع لفظاً ہو یا معناً یعنی اسم جمع ہو جیسے ثَلَاثَةَ اَقْلَامٍ اَوْ كُتُبٍ اَوْ رَهْطٍ۔ اس قاعدے سے "ثَلٰثُ مِائَةٍ" سے لے کر "تِسْعُ مِائَةٍ" تک مستثنیٰ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ "مِائَةٌ" کی دو جمع ہیں: جمع مذکر سالم یعنی مِئِيْنَ اور جمع مؤنث سالم یعنی مِئَاتٌ، یہ دونوں ثَلٰثَةٌ اور اس کے اخوات کی تمیز نہیں بن سکتیں۔ مِئِيْنَ تو اس لیے نہیں بن سکتی کہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف درست نہیں اور مئات اس لیے نہیں بن سکتی کہ اس وقت چند تاءات کا جمع ہونا لازم آتا ہے لہٰذا یہاں قاعدے اور قیاس کے خلاف تمیز مفرد لائی جائے گی۔

وممیز أحد عشر۔۔الخ" کی وضاحت:

گیارہ سے لے کر ننانوے تک کی تمیز مفرد منصوب آتی ہے جیسے اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا۔

ومميز مائة۔۔الخ"کی وضاحت:

مِائَۃٌ،اَلْفٌ اور انکی تثنیہ اور اَلْفٌ کی جمع کی تمیز مفرد مجرور آتی ہے جیسے مِائَۃُ رَجُلٍ،اَلْفُ کِتَابٍ۔

وإذا كان المعدود مؤنثا۔۔الخ"کی وضاحت:

اگر معدود باعتبار معنی مؤنث اور باعتبار لفظ مذکر ہو یا اس کے بر عکس، تو اس کے عدد میں دو وجہیں جائز ہیں اس لیے کہ کبھی لفظ کی رعایت کی جاتی ہے اور کبھی معنی کی۔اول کی مثال لفظ شخص ہے جبکہ اس سے مؤنث کا ارادہ کیا جائے تو لفظ کا اعتبار کر کے "ثَلَاثَۃُ اَشْخَاصٍ" کہا جائیگا کیونکہ لفظ "شخص" مذکر ہے اور معنی کے اعتبار سے "ثَلٰثُ اَشْخَاصٍ" کہا جائیگا کیونکہ معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے۔ثانی کی مثال لفظ "نفس" ہے جبکہ اس سے مذکر کا ارادہ کیا جائے تو لفظ کا اعتبار کر کے "ثَلٰثُ اَنْفُسٍ" کہا جائیگا کیونکہ لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہے اور معنی کے اعتبار سے "ثَلٰثَۃُ اَنْفُسٍ" کہا جائیگا کیونکہ معنی کے اعتبار سے مذکر ہے۔

ولا يميز واحد واثنان۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ واحد اور اثنان کی تمیز نہیں آتی کیونکہ عبارت خود ہی عدد مقصود کا فائدہ دیتی ہے جیسے رَجُلٌ ،اِمْرَۃٌ،رَجُلَانِ،اور اِمْرَاَتَانِ، معنی کے اعتبار سے ذات (مرد یا عورت) پر اور صیغہ کے اعتبار سے وحدت اور تثنیہ پر دلالت کر رہے ہیں لہٰذا جب تمیز ذکر کر دی تو اس کے ذکر نے ہمیں وَاحِدٌ اور اِثْنَانِ کے ذکر سے مستغنی کر دیا۔

متن: وَتَقُوْلُ فِي الْمُفْرَدِ مِنَ الْمُتَعَدِّدِ بِاِعْتِبَارِ تَصِيِيْرِهِ «الثَّانِي» وَ«الثَّانِيَةُ» إِلَى «الْعَاشِرِ» وَ«الْعَاشِرَةِ» لَا غَيْرُ وَبِاِعْتِبَارِ حَالِهِ «الْأَوَّلِ» وَ«الثَّانِيْ» وَ«الْأُوْلٰى» وَ«الثَّانِيَةُ إِلَى الْعَاشِرِ وَالْعَاشِرَةِ وَالْحَادِيْ عَشَرَ وَالْحَادِيَةَ عَشَرَةَ وَالثَّانِي عَشَرَ وَالثَّانِيَةَ عَشَرَةَ إِلَى التَّاسِعِ عَشَرَ وَالتَّاسِعَةَ عَشَرَةَ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ فِي الْأَوَّلِ ثَالِثُ اِثْنَيْنِ أَيْ مُصَيِّرُهُمَا ثَلَاثَةً مِنْ ثَلَثْتُهُمَا وَفِي الثَّانِيْ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ أَيْ

أَحَدُهُمَا وَتَقُوْلُ حَادِيْ عَشَرَ أَحَدَ عَشَرَ عَلَى الثَّانِيْ خَاصَّةً وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ حَادِيْ أَحَدَ عَشَرَ إِلٰى تَاسِعِ تِسْعَةَ عَشَرَ فَتُعْرَبُ الْأَوَّلُ

ترجمہ: اور تو کہے گا مفرد میں جو متعدد سے ہو اس کی تصییر کے اعتبار سے "الثانی والثانیۃ"، العاشر والعاشرۃ" تک، نہ کہ اس کے علاوہ (میں تصییر کا اعتبار ہو گا)۔ اور اس کے حال کے اعتبار سے کہے گا "الاول والثانی والاولیٰ والثانیۃ سے لے کر "العاشر والعاشرۃ" تک۔ اور "الحادی عشر والحادیۃ عشرۃ والثانی عشر، والثانیۃ عشرۃ" سے لے کر "التاسع عشر والتاسعۃ عشرۃ" تک۔ اور اسی وجہ سے پہلے یعنی تصییر میں کہا گیا "ثالث اثنین "یعنی دو کو تین کرنے والا، ان کے قول ثلثتھما سے لیا گیا ہے (یعنی میں نے دو کو تین بنادیا) اور دوسرے یعنی حال میں کہا گیا "ثالث ثلثۃ" یعنی تین میں سے ایک اور تو کہے گا "حادی عشر، احد عشر" دوسرے کے اعتبار سے خاص طور پر اور اگر تو چاہے تو کہہ سکتا ہے "حادی احد عشر"، تاسع تسعۃ عشر تک۔ پس پہلا جزء معرب ہو گا۔

تشریح:

وتقول فی المفرد ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تصییر اور حال کے بارے میں بیان کر رہے ہیں انہیں سمجھنے کے لیے ابتداء ان کی تعریفات سمجھنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ تصییر کا لغوی معنی ہے بنانا، اصلاح میں عدد کے لفظ کا فاعل کے وزن پر ہونا اور اپنے ماتحت عدد کی طرف مضاف ہونا تصییر کہلاتا ہے جیسے ثَالِثُ الْاِثْنَيْنِ یعنی دو کو تین بنادینے والا عدد۔ حال کا معنی ہے عدد کا وہ لفظ جو فاعل کے وزن پر ہو اور اپنے مساوی یا مافوق کی طرف مضاف ہو جیسے ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ۔

مصنف علیہ الرحمہ "وتقول فی المفرد--الخ" سے بیان کر رہے ہیں کہ اکائیوں میں متعدد کو تصییر کے اعتبار سے مذکر میں یوں کہیں گے: ثانی الواحد (دو کو ایک بنادینے والا عدد)، ثَالِثُ الْاِثْنَيْنِ، رَابِعُ الثَّلَاثَةِ، خَامِسُ الْأَرْبَعَةِ، سَادِسُ الْخَمْسَةِ، سَابِعُ السَّادِسَةِ، ثَامِنُ السَّبْعَةِ، تَاسِعُ الثَّمَانِيَّةِ، عَاشِرُ التِّسْعَةِ۔

اور مؤنث میں یوں کہیں گے: ثَالِثَةُ الْاِثْنَيْنِ، رَابِعَةُ الثَّلَاثِ، خَامِسَةُ الْأَرْبَعِ، سَادِسَةُ الْخَمْسِ، سَابِعَةُ السِّتَّةِ، ثَامِنَةُ السَّبْعِ، تَاسِعَةُ الثَّمَانِيَّةِ، عَاشِرَةُ التِّسْعَةِ۔

مصنف علیہ الرحمہ تصییر کو بیان کرتے ہوئے "لَاغَیْرُ" کالفظ اس لیے لائے ہیں کہ تصییر صرف انہی اعداد میں آتا ہے ان کے علاوہ میں نہیں آتا، نہ دو سے کم میں آتا ہے اور نہ دس کے بعد آتا ہے۔ یہ قاعدہ اس لیے ہے کہ تصییر میں ازید کی انقص کی طرف اضافت ہوتی ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب دو سے شروع کیا جائے کہ دو سے انقص عدد موجود ہے جو کہ ایک ہے بخلاف ایک کے کہ اس سے انقص عدد کوئی نہیں ہے کیونکہ ایک سے نیچے عدد نہیں ہے۔اور دس کے بعد تصییر اس لیے نہیں ہوتا کہ مرکبات سے اسم فاعل مشتق نہیں ہوتا۔

وباعتبار حاله۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ حال کے اعتبار سے عدد میں اس کے مرتبہ کو مذکر کے لیے یوں بیان کرتے ہیں : اَلْاَوَّلُ وَالثَّانِیْ وَالثَّالِثُ اِلَی الْعَاشِرِ،اور مؤنث کے لیے یوں کہیں گے : اُوْلٰی وَالثَّانِیَۃُ وَالثَّالِثَۃُ اِلَی الْعَاشِرَۃِ اسی طرح عَاشِر سے زائد میں مذکر کے لیے دونوں جزء مذکر ہونگے اور کہا جائے گا اَلْحَادِیْ عَشَرَ وَالثَّانِیْ عَشَرَ ،اَلثَّالِثُ عَشَرَ اِلَی التَّاسِعِ عَشَرَ۔اور مؤنث کے لیے کہا جائے گا:اَلْحَادِیَۃُ عَشَرَۃَ،اَلثَّانِیَۃُ عَشَرَۃَ اِلَی التَّاسِعَۃِ عَشَرَۃَ۔

ومن ثم قیل فی الأول۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ تصییر اور حال میں اختلاف کی وجہ سے ان کے عدد کی طرف اضافت میں بھی اختلاف ہوتا۔تصییر میں کہا جائے گا" ثَالِثُ اِثْنَیْنِ اَیْ مُصَیِّرُھُمَا ثَلَاثَۃً یعنی دو کو تین بنادینے والا عدد، اور یہ ثَلَّثْتُھُمَا سے لیا گیا ہے یعنی میں نے دونوں کو تین بنادیا۔

وفی الثانی ثالث ثلاثة۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ حال کے اعتبار میں یوں کہیں گے :ثَالِثُ ثَلَاثَۃٍ اَیْ اَحَدُھَا یعنی تین میں سے ایک یا تین میں سے تیسرا،اور عَاشِر کے بعد تصییر کا اعتبار تو ہے نہیں اس لیے حال کا اعتبار ہوتا ہے اسی وجہ سے مصنف

علیہ الرحمہ نے "عَلَى الثَّانِيْ خَاصَّةً" فرمایا یعنی خاص کر اعتبار حال میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے "حَادِيْ عَشَرَ اَحَدَ عَشَرَ" یعنی گیارہ میں سے گیارواں، اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے حَادِيْ اَحَدَ عَشَرَ، لیکن اس صورت میں یہ معرب ہو گا کیونکہ پہلے "حَادِيْ" اس وجہ سے مبنی تھا کہ یہ حرف کو متضمن تھا لیکن جزء ثانی کو جب حذف کر دیا تو جزء اول "حَادِيْ" اب حرف کو متضمن نہیں رہا لہذا مبنی ہونے کی علت نہ ہونے کی وجہ سے یہ معرب ہو گا البتہ جزء ثانی "اَحَدَ عَشَرَ" اسی طرح مبنی ہو گا جیسے اضافت سے پہلے تھا۔

متن: اَلْمُذَكَّرُ وَالْمُؤَنَّثُ اَلْمُؤَنَّثُ مَافِيْهِ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَالْمُذَكَّرُ بِخِلَافِهِ وَعَلَامَةُ التَّانِيْثِ اَلتَّاءُ وَالْاَلِفُ مَقْصُوْرَةً اَوْ مَمْدُوْدَةً وَهُوَ حَقِيْقِيٌّ وَلَفْظِيٌّ فَالْحَقِيْقِيُّ مَا بِاِزَائِهٖ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوَانِ كَامْرَاَةٍ وَنَاقَةٍ وَاللَّفْظِيُّ بِخِلَافِهٖ كَظُلْمَةٍ وَعَيْنٍ وَاِذَا اُسْنِدَ الْفِعْلُ اِلَيْهِ فَالتَّاءُ وَاَنْتَ فِيْ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ بِالْخِيَارِ وَحُكْمُ ظَاهِرِ الْجَمْعِ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ مُطْلَقًا حُكْمُ ظَاهِرِ غَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ وَضَمِيْرُ الْعَاقِلِيْنَ غَيْرَ الْمُذَكَّرِ السَّالِمِ فَعَلَتْ وَفَعَلُوْا وَالنِّسَاءُ وَالْاَيَّامُ فَعَلَتْ وَفَعَلْنَ

ترجمہ: مذکر اور مؤنث کا بیان: مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث لفظاً یا تقدیراً پائی جائے۔ اور مذکر وہ اسم ہے جو اس کے بر خلاف ہو۔ اور تانیث کی علامت، تاء اور الف مقصورہ یا الف ممدودہ ہے۔ اور وہ حقیقی اور لفظی ہے، پس حقیقی وہ ہے جس کے مقابلہ میں مذکر حیوان ہو جیسے "امراۃ" اور "ناقۃ" اور لفظی اس کے بر خلاف ہے جیسے "ظلمۃ" اور "عین"۔ اور جب اس کی طرف فعل کی اسناد کی جائے تو تاء واجب ہے اور تجھے اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں اختیار ہے اور مذکر سالم کے علاوہ جمع ظاہر کا حکم مطلقاً فاعل ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرح ہے۔ اور مذکر سالم کے علاوہ ذوالعقول کی ضمیر "فعلت" اور فعلوا ہے اور النساء اور ایام کی ضمیر "فعلت" اور "فعلن" ہے۔

تشریح:

المؤنث مافیہ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مذکر ومؤنث کا بیان شروع کر رہے ہیں چنانچہ مؤنث وہ اسم ہے جس میں علامت تانیث پائی جائے چاہے وہ لفظی طور پر ہو یا تقدیری طور پر، لفظی سے مراد جو لفظوں میں موجود ہو اور تقدیری سے مراد جو موجود تو ہو لیکن لفظوں میں موجود نہ ہو جیسے نَفْسٌ،عَیْنٌ وغیرہ۔ تانیث کی تین علامتیں ہیں: گول تا، الف ممدودہ اور الف مقصورہ۔

مؤنث کی دو قسمیں ہیں:

مؤنث حقیقی: وہ جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر ہو جیسے اِمْرَاَۃٌ کے مقابلے میں رَجُلٌ اور نَاقَۃٌ کے مقابلے میں جَمَلٌ ہے۔

مؤنث حکمی: وہ جس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر نہ ہو جیسے ظُلْمَۃٌ،اس کے مقابلے میں کوئی حیوان مذکر نہیں۔

واذا اسند الفعل الیہ ۔۔الخ"کی وضاحت:

جب فعل متصرف کی اسناد مؤنث حقیقی اسم ظاہر اور اسم ضمیر یا مؤنث لفظی کی طرف ہو تو فعل مؤنث لانا واجب ہے جیسے فَعَلَتْ فَاطِمَۃُ،فَاطِمَۃُ ذَھَبَتْ،اَلشَّمْسُ طَلَعَتْ۔اور اگر فعل غیر متصرف کی اسناد ہو تو فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے نِعْمَ الْمَرْاَۃُ،نِعْمَتِ الْمَرْاَۃُ۔

وانت فی ظاھر غیر الحقیقی بالخیار"کی وضاحت:

اگر فعل کی اسناد اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف ہو تو فعل مذکر ومؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ،طَلَعَتِ الشَّمْسُ۔

وحکم ظاھر الجمع۔۔الخ"کی وضاحت:

اگر فعل کی اسناد اسم ظاہر جمع مذکر سالم کے علاوہ کی طرف ہو تو اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرح فعل مذکر و مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے جَاءَ الرِّجَالُ،جَاءَتِ الرِّجَالُ،جَاءَ زَیْنَبَاتُ،جَاءَتْ زَیْنَبَاتُ۔

وضمیر العاقلین۔۔الخ" کی وضاحت:

اگر فعل کی اسناد جمع مذکر مکسر ذوی العقول یا جمع مؤنث سالم ذوی العقول کی ضمیر کی طرف ہو تو فعل واحد مؤنث غائب اور جمع مذکر غائب دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے اَلرِّجَالُ جَاءَتْ،اَلرِّجَالُ جَاؤُوْا،زَیْنَبَاتُ جَاءَتْ،زَیْنَبَاتُ جَاؤُوْا۔

والنساء والایام فعلت وفعلن" کی وضاحت:

اور اگر فعل کی اسناد جمع مؤنث مکسر یا جمع مکسر غیر ذوی العقول کی ضمیر کی طرف ہو تو فعل واحد مؤنث غائب اور جمع مؤنث غائب دونوں طرح لاسکتے ہیں جیسے اَلنِّسَاءُ جَاءَتْ،اَلنِّسَاءُ جِئْنَ،اَلْعُیُوْنُ جَرَتْ،اَلْعُیُوْنُ جَرَیْنَ، اَلْاَیَّامُ مَضَتْ، اَلْاَیَّامُ مَضَیْنَ۔

متن: اَلْمُثَنّٰی مَالَحِقَ آخِرَہٗ اَلِفٌ اَوْ یَاءٌ مَفْتُوْحٌ مَا قَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَكْسُوْرَةٌ لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ مَعَهٗ جِنْسُهٗ فَالْمَقْصُوْرُ اِنْ كَانَتْ اَلِفُهٗ عَنْ وَاوٍ وَهُوَ ثُلَاثِیٌّ قُلِبَتْ وَاوًا وَاِلَّا فَبِالْيَاءِ وَالْمَمْدُوْدُ اِنْ كَانَتْ هَمْزَتُهٗ اَصْلِيَّةٌ ثَبَتَتْ وَاِنْ كَانَتْ لِلتَّانِيْثِ قُلِبَتْ وَاوًا وَاِلَّا فَالْوَجْهَانِ وَيُحْذَفُ نُوْنُهٗ لِلْاِضَافَةِ وَحُذِفَتْ تَاءُ التَّانِيْثِ فِيْ خُصْيَانِ وَاَلْيَانِ

ترجمہ: مثنیٰ وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف یا یاء ماقبل مفتوح ہو اور نون مکسورہ ہو تا کہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ جو اس کے ہے وہ اسی کی جنس سے ہے۔ پس اسم مقصور اگر اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہو اور وہ ثلاثی ہو تو واؤ سے بدل دیا جائے گا ورنہ یاء سے بدل دیا جائے گا۔ اور اسم ممدود اگر اس کا ہمزہ اصلیہ ہو تو ثابت رہے گا اور اگر تانیث کے لیے ہو تو واؤ سے بدل دیا جائے گا ورنہ دو وجہیں جائز ہیں۔ اور اس کے نون کو اضافت کے وقت حذف کر دیا جائے گا اور "خصیان" اور "الیان" میں تاء تانیث کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

تشریح:

المثنی مالحق آخرہ الف۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ تثنیہ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ تثنیہ ایسا اسم ہے جس کے آخر میں حالت رفعی الف اور نون مکسور کے ساتھ آتی ہے جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَانِ اور حالت نصبی وجری یاء ما قبل مفتوح اور نون مکسور کے ساتھ آتی ہے جیسے رَجُلٌ سے رَجُلَیْنِ۔اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ یہ اس بات پر دلالت کرے کہ اس مفرد کے ساتھ اس کی جنس میں سے ایک اور بھی ہے جیسے رَجُلَانِ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رَجُلٌ کے ساتھ ایک دوسرا رَجُلٌ بھی ہے۔

فالمقصور ان کانت الفہ عن واو۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کسی ایسے اسم سے تثنیہ بنانی ہو جو اسم مقصور ثلاثی ہو اور اس اسم مقصور کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہو تو اس کے الف کو واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے عَصًا سے عَصَوَانِ اور اگر واؤ سے بدلا ہوا نہ ہو بلکہ یاء سے بدل ہوا ہو تو اس کے الف کو یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے رَحٰی سے رَحَیَانِ۔

والممدود ان کانت ھمزتہ اصلیۃ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کسی ایسے اسم سے تثنیہ بنانی ہو جو اسم ممدودہ ہو تو اگر اس کا الف اصلی ہے تو ثابت رہے گا جیسے قُرَّاءٌ سے قُرَّاءَانِ۔اور اگر اس کا الف تانیث کے لیے ہے تو اسے واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے صَحْرَاءُ سے صَحْرَاوَانِ۔اور اگر دونوں صورتیں نہ پائی جائیں تو دونوں وجہیں جائز ہیں چاہیں تو واؤ سے بدل دیں چاہیں تو یاء سے بدل دیں جیسے کِسَاءٌ سے کِسَائَانِ،کِسَاوَانِ۔

ویحذف نونہ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اضافت کے وقت نون تثنیہ گرا دیا جاتا ہے۔اور خُصْیَۃٌ اور اِلْیَۃٌ سے تثنیہ بناتے وقت تاء تانیث حذف کر دی جاتی ہے اگرچہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ حذف نہ کیا جائے جیسے شجرتان سے حذف نہیں کیا گیا۔البتہ تاء تانیث کو ثابت رکھ کر بھی تثنیہ بنانا جائز ہے یعنی یوں بھی کہا جاسکتا ہے خُصْیَتَانِ اور اِلْیَتَانِ۔

متن: اَلْمَجْمُوْعُ مَادَلَّ عَلٰی آحَادٍ مَقْصُوْدَةٍ بِحُرُوْفِ مُفْرَدِهٖ بِتَغَیُّرٍ مَّافَنَحْوُ تَمْرٍ وَرَكْبٍ لَیْسَ بِجَمْعٍ عَلَی الْاَصَحِّ وَنَحْوُ فُلْكٍ جَمْعٌ وَهُوَ صَحِیْحٌ وَمُكَسَّرٌ فَالصَّحِیْحُ لِمُذَكَّرٍ وَلِمُؤَنَّثٍ فَالْمُذَكَّرُ مَالَحِقَ آخِرَهٗ وَاوٌ مَّضْمُوْمٌ مَاقَبْلَهَا اَوْ یَاءٌ مَكْسُوْرٌ مَاقَبْلَهَا وَنُوْنٌ مَفْتُوْحَةٌ لِیَدُلَّ عَلٰی اَنَّ مَعَهٗ اَكْثَرَ مِنْهُ فَاِنْ كَانَ آخِرُهٗ یَاءً قَبْلَهَا كَسْرَةٌ حُذِفَتْ مِثْلُ قَاضُوْنَ وَاِنْ كَانَ آخِرُهٗ مَقْصُوْرًا حُذِفَتِ الْاَلِفُ وَبَقِیَ مَا قَبْلَهَا مَفْتُوْحًا مِثْلُ مُصْطَفَوْنَ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ اِسْمًا فَمُذَكَّرٌ عَلَمٌ یَعْقِلُ وَاِنْ كَانَ صِفَةً فَمُذَكَّرٌ یَعْقِلُ وَاَنْ لَا یَكُوْنَ اَفْعَلَ فَعْلَاءَ مِثْلُ اَحْمَرَ حَمْرَاءَ وَلَا فَعْلَانَ فَعْلٰی مِثْلُ سَكْرَانَ سَكْرٰی وَلَا مُسْتَوِیًا فِیْهِ مَعَ الْمُؤَنَّثِ مِثْلُ جَرِیْحٍ وَصَبُوْرٍ وَلَا بِتَاءِ التَّانِیْثِ مِثْلُ عَلَّامَةٍ وَتُحْذَفُ نُوْنُهٗ بِالْاِضَافَةِ وَقَدْ شَذَّ نَحْوُ سِنِیْنَ وَاَرَضِیْنَ

ترجمہ: مجموع وہ اسم ہے جو اپنے مفرد کے حروف میں کسی بھی تغیر کے ساتھ ایسے افراد پر دلالت کرے جو مقصود ہوں پس جیسے تمر اور رکب اصح مذہب پر جمع نہیں ہیں اور جیسے فلک جمع ہے اور جمع صحیح اور مکسر ہے۔ پس صحیح مذکر اور مؤنث کے لیے ہوتی ہے پس مذکر وہ جس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم یا یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوح ہو تا کہ وہ دلالت کرے اس بات پر کہ جو اس کے ساتھ ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں۔ پس اگر اس کا آخر یاء ما قبل مکسور ہو تو اسے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے قاضون اور اگر اس کا آخر مقصور ہو تو اسے حذف کر دیا جاتا ہے اور الف کا ما قبل مفتوح رہ جاتا ہے جیسے مصطفون۔ اور اس کے لیے شرط ہے کہ اگر اسم ہو تو مذکر علم، ذوی العقول ہو۔ اور اگر صفت ہو تو مذکر علم ہو اور یہ کہ افعل کا وزن نہ ہو جس کی مؤنث فعلاء کے وزن پر آتی ہے جیسے احمر، حمراء، اور فعلان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فعلی کے وزن پر آتی ہو جیسے سکران، سکریٰ، اور اس صفت میں مذکر مؤنث کے ساتھ برابر نہ ہو جیسے جریح اور صبور۔ اور تاء تانیث کے ساتھ برابر نہ ہو جیسے علامۃ۔ اور اضافت کے وقت اس کے نون کو حذف کر دیا جاتا ہے اور سنون اور ارضین جیسے مثالیں شاذ ہیں۔

تشریح:

المجموع ما دل۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جمع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت کرے جو حروف مفردہ میں کچھ تغیر کے ساتھ مقصود ہوتے ہیں، بعض نحویوں نے کہا کہ جمع وہ اسم ہے جو دو سے زیادہ افراد پر دلالت کرے اور واحد میں کچھ تغیر کر کے

جمع کا صیغہ بن جائے جیسے مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ، لیکن تَمْرٌ اور رَکْبٌ اصح مذہب کے مطابق جمع نہیں ہیں، اگرچہ یہ جمع پر دلالت کرتے ہیں لیکن جمع کی تعریف پر پورا نہیں اترتے وہ اس طرح کہ تَمْرٌ اسم جنس ہے جو قلیل وکثیر دونوں پر دلالت کرتا ہے اور رَکْبٌ اسم جمع ہے۔اور فُلْكٌ جمع ہے اگرچہ اس کا مفرد فُلْكٌ بھی آتا ہے لیکن یہ جمع اس بنیاد پر ہے کہ اس میں تغیر اور تبدل ہوا ہے یہ تغیر خواہ حقیقتاً ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ اور رِجَالٌ یا حکماً ہو جیسے فُلْكٌ بروزن قُفْلٌ ہو تو مفرد ہے اور فُلْكٌ بروزن اُسُدٌ ہو تو جمع ہے۔

وھو صحیح ومکسر۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جمع کی دو قسمیں ہیں: جمع سالم اور جمع مکسر، جمع سالم وہ جمع ہے جسے بناتے وقت اس کے واحد کی بنا باقی رہے جیسے مُسْلِمٌ سے مُسْلِمُوْنَ۔اور جمع مکسر وہ جمع ہے جسے بناتے وقت اس کے واحد کی بنا باقی نہ رہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ۔

جمع سالم کی قسمیں:

جمع سالم کی دو قسمیں ہیں: جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم۔

جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے آخر میں حالت رفعی میں واؤ ما قبل مضموم اور نون مفتوح ہو جیسے مُسْلِمُوْنَ، اور جس کے آخر میں حالت نصبی وجری میں یاء ساکن ما قبل مکسور ہو اور نون مفتوح ہو جیسے مُسْلِمِیْنَ۔

فان کان آخرہ یاء۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اگر کسی اسم کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو چاہے یاء لفظاً ہو جیسے "اَلْقَاضِیْ" یا تقدیراً ہو جیسے "قَاضٍ"، دونوں صورتوں میں اس سے جمع بناتے وقت یاء حذف کردی جائیگی جیسے قَاضٍ سے "قَاضِیُوْنَ" بنا پھر ضمہ کو ما قبل کی طرف نقل کیا اور یاء کو التقاء ساکنین کی وجہ سے حذف کردیا اسی طرح "اَلْقَاضُوْنَ" ہے۔

وان کان آخرہ مقصورا۔۔الخ" کی وضاحت:

اوراگر کسی اسم کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو جمع بناتے وقت الف التقاء ساکنین کی وجہ سے گر جائیگا جیسے "مُصْطَفی" سے "مُصْطَفَوْنَ" کہ یہ اصل میں "مُصْطَفَیُوْنَ" تھا،پھر یاء کو ماقبل فتحہ ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیاتو "مُصْطَفَاونَ"بن گیا،پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے الف کو گرادیاتو "مُصْطَفَوْنَ"بن گیا۔اس صورت میں واؤ کے ماقبل کو مفتوح رکھاجائے گا تاکہ الف کے حذف ہونے پر دلالت کرے۔

وشرطہ ان کان اسما۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اگر آپ کسی اسم سے جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں توضروری ہے کہ وہ مذکر ذوی العقول کا علم ہو۔اور اگر آپ کسی صفت کے صیغے سے جمع مذکر سالم بنانا چاہتے ہیں چند چیزیں ضروری ہیں:

(1)وہ مذکر ذوی العقول ہو۔(2) وہ "اَفْعَلُ"کے وزن پر نہ ہو کہ جس کی مؤنث"فَعْلَاءُ"کے وزن پر آتی ہو جیسے اَحْمَرُ،حَمْرَاءُ (3)وہ"فَعْلَانُ"کے وزن پر نہ ہو کہ جس کی مؤنث "فَعْلیٰ"کے وزن پر ہو جیسے سَکْرَانُ،سَکْریٰ(4)وہ ایساصیغہ نہ ہو کہ مذکر ومؤنث اس صفت میں برابر ہوں جیسے "جَرِیْحٌ،صَبُوْرٌ"(5)اس میں تاء تانیث نہ ہو جیسے "عَلَّامَۃٌ" اس لیے کہ پھر ایک ہی صیغے میں علامت تانیث وتذکیر کا جمع ہونالازم آئے گا۔

وتحذف نونہ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اضافت کی صورت میں جمع مذکر سالم کانون حذف کر دیا جاتا ہے۔

سوال: جس صیغے میں تاء تانیث ہو تو اس سے جمع مذکر سالم نہیں بن سکتی لیکن پھر بھی "سِنَۃٌ" اور "اَرْضٌ"کی جمع سِنُوْنَ اور اَرْضُوْنَ، آتی ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے؟

جواب: یہ خلاف قیاس اور شاذ ہے۔

متن: اَلْمُؤَنَّثُ مَا لَحِقَ آخِرَهٗ اَلِفٌ وَتَاءٌ وَشَرْطُهٗ اِنْ كَانَ صِفَةً وَلَهٗ مُذَكَّرٌ فَاَنْ يَكُوْنَ مُذَكَّرُهٗ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّوْنِ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ مُذَكَّرٌ فَاَنْ لَا يَكُوْنَ مُجَرَّدًا كَحَائِضٍ وَاِلَّا جُمِعَ مُطْلَقًا جَمْعُ التَّكْسِيْرِ مَا تَغَيَّرَ بِنَاءُ وَاحِدِهٖ كَرِجَالٍ وَاَفْرَاسٍ جَمْعُ الْقِلَّةِ اَفْعُلٌ وَاَفْعَالٌ وَاَفْعِلَةٌ وَفِعْلَةٌ وَالصَّحِيْحُ وَمَا عَدَا ذٰلِكَ جَمْعُ كَثْرَةٍ

ترجمہ: جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء کو لاحق کیا گیا ہو، اگر وہ صفت کا صیغہ ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا مذکر ہو اور اس مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ ہو، اور اگر اس کا مذکر نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ وہ تائے تانیث سے خالی نہ ہو جیسے حائض، ورنہ اس کی جمع مطلقا آئے گی۔ جمع مکسر وہ ہے کہ اس کے واحد کی بناء متغیر ہو جائے جیسے رجال، افراس، اور جمع قلت کے اوزان "افعل، افعال، افعلۃ، فعلۃ اور جمع سالم ہے اور جو ان کے علاوہ ہیں وہ سب جمع کثرت ہیں۔

تشریح:

المؤنث ما لحق آخرہ الف۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ جمع مؤنث سالم کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں کہ جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو جیسے مُسْلِمَاتٌ۔ جس سے جمع مؤنث سالم بنانا چاہتے ہیں اگر وہ ایسا صفت کا صیغہ ہو جس کا مذکر بھی ہو تو اس کے لیے شرط ہے کہ اس کے مذکر کی جمع واؤ اور نون کے ساتھ بنائی جا سکتی ہو۔

اور اگر صفت کے صیغہ ایسا ہو کہ اس کا مذکر ہی نہ ہو تو اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ اسم تاء سے خالی نہ ہو جیسے حَائِضٌ، کہ ایسے اسم کی جمع مؤنث سالم نہیں بن سکتی۔

اور اگر جس کی جمع مؤنث سالم بنانا چاہتے ہیں وہ صفت کا صیغہ نہ ہو بلکہ اسم محض ہو تو اس کی جمع بغیر کسی قید و شرط کے بنائی جا سکتی ہے جیسے هِنْدَاتٌ۔

جمع التکسیر۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ جمع مکسر کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ جمع مکسر وہ ہے کہ جس میں واحد کی بنا سلامت نہ رہے جیسے رَجُلٌ سے رِجَالٌ اور فَرَسٌ سے اَفْرَاسٌ۔

جمع قلت کے چند اوزان یہ ہیں: اَفْعُلٌ، اَفْعَالٌ، اَفْعِلَۃٌ، فِعْلَۃٌ اور جمع سالم۔ ان کے علاوہ جو بھی جمع ہے وہ جمع کثرت ہے۔

متن: اَلْمَصْدَرُ اِسْمٌ لِلْحَدَثِ الْجَارِیْ عَلَی الْفِعْلِ وَھُوَ مِنَ الثُّلَاثِیِ الْمُجَرَّدِ سِمَاعٌ وَمِنْ غَیْرِہٖ قِیَاسٌ وَیَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِہٖ مَاضِیًا وَغَیْرَہٗ اِذَا لَمْ یَکُنْ مَفْعُوْلًا مُطْلَقًا وَلَا یَتَقَدَّمُ مَعْمُوْلُہٗ عَلَیْہِ وَلَا یُضْمَرُ فِیْہِ وَلَا یَلْزَمُ ذِکْرُ الْفَاعِلِ وَیَجُوْزُ اِضَافَتُہٗ اِلَی الْفَاعِلِ وَقَدْ یُضَافُ اِلَی الْمَفْعُوْلِ وَاِعْمَالُہٗ بِاللَّامِ قَلِیْلٌ فَاِنْ کَانَ مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ وَاِنْ کَانَ بَدَلًا مِنْہُ فَوَجْھَانِ

ترجمہ: مصدر ایسا اسم ہے جو اس حدث پر دلالت کرے جو فعل پر جاری ہوتا ہے اور وہ ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور غیر ثلاثی سے قیاسی ہے۔ اور یہ اپنے فعل والا عمل کرتا ہے چاہے وہ ماضی کے معنی میں ہو یا اس کے علاوہ میں ہو۔ جبکہ وہ مفعول مطلق نہ ہو اور مصدر کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی اس میں معمول، مضمر ہو سکتا ہے اور فاعل کا ذکر کرنا لازم نہیں، اور مصدر کی اضافت فاعل کی طرف کرنا جائز ہے۔ اور کبھی مصدر کو مفعول کی طرف اضافت کر دی جاتی ہے اور اس مصدر کا عمل لازم کے ساتھ قلیل ہے او اگر وہ مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل صرف فعل کے لیے ہو گا، اور اگر وہ مصدر فعل کا بدل ہو تو اس میں دو صورتیں جائز ہیں۔

تشریح:

المصدر اسم للحدث الجاری۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مصدر کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ مصدر اس حدث کا نام ہے جو اپنے فعل پر جاری ہوتا ہے یعنی جب اس مصدر سے فعل مشتق ہو تو یہ مصدر اس فعل سے مفعول مطلق واقع ہو سکتا ہو۔ ثلاثی مجرد کے مصادر اوزان کے اعتبار سے سماعی ہیں اور غیر ثلاثی مجرد کے مصادر اوزان کے اعتبار سے قیاسی ہیں، چنانچہ جس کلمے کا ماضی "اَفْعَلَ" کے وزن پر ہو

تو اس کا مصدر "اَفْعَالٌ" کے وزن پر ہو گا اور جس کا ماضی "اِسْتَفْعَلَ" کے وزن پر ہو تو اس کا مصدر "اِسْتِفْعَالٌ" کے وزن پر ہو گا۔

ویعمل عمل فعلہ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتے ہیں اگر اس سے مشتق فعل لازم ہو تو مصدر بھی لازم والا عمل کرے گا جیسے "اَعْجَبَنِیْ قِیَامُ زَیْدٍ" اور اگر فعل متعدی ہو تو مصدر بھی متعدی والا عمل کرے گا جیسے "اَعْجَبَنِیْ ضَرْبُ زَیْدٍ عَمْرًوا"۔ مصدر میں عمومیت ہے کہ چاہے تو وہ ماضی کے معنی میں ہو یا حال و مستقبل کے معنی میں ہو ہر حال میں عمل کرے گا، لیکن اس کے عمل کے لیے چند شرائط ہیں:

1: مصدر مفعول مطلق نہ ہو کیونکہ اس صورت میں فعل عامل ہو گا جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا زَیْدًا، میں زَیْدًا، ضَرَبْتُ کا معمول ہے "ضَرْبًا" کا نہیں۔

2: مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہ ہو کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے اور عامل ضعیف معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتا لہٰذا "اَعْجَبَنِیْ عَمْرًوا ضَرْبُ زَیْدٍ" جائز نہیں ہو گا۔

3: مصدر میں ضمیر فاعل مستتر نہ ہو کیونکہ مصدر عامل ضعیف ہے اور ضعیف عامل یا تو اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے یا ضمیر بارز میں جیسے "ضَرْبِیْ زَیْدًا" لیکن ضمیر مستتر میں کبھی عمل نہیں کر سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اس میں ضمیر مستتر مانیں تو جس طرح مفرد مصدر میں فاعل کی ضمیر مان لی جائے گی اسی پر قیاس کرتے ہوئے تثنیہ اور جمع کے مصدر میں بھی ضمیر ماننی پڑے گی اور ایسی صورت میں تثنیہ اور جمع میں دو تثنیہ اور دو جمع کا ماننا لازم آئے گا، ایک مصدر کے لیے اور ایک فاعل کے لیے، اس لیے کہ مصدر بھی اپنی ذات کے اعتبار سے تثنیہ اور جمع ہوتا ہے بخلاف فعل کے کہ اس میں ضمیر لانا اس لیے جائز ہے کہ اس میں تثنیہ اور جمع اپنی ذات کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ صرف فاعل کے اعتبار سے ہوتا ہے اس لیے فعل کے اندر ضمیر مستتر ماننا صحیح ہے۔

وَلَا یَلْزَمُ ذِکْرُ الْفَاعِلِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مصدر کے ساتھ اس کا فاعل ذکر کرنا ضروری نہیں ہے۔

وَيَجُوْزُ اِضَافَتُهٗ اِلَى الْفَاعِلِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مصدر کی اضافت اس کے معمول یعنی فاعل یا مفعول بہ کی طرف کرنا جائز ہے۔اور اگر مصدر معرف باللام ہو تو بہت کم عمل کرتا ہے یہ اس لیے ہے کہ مصدر مؤول (یعنی وہ فعل جس پر ان مصدر یہ داخل ہو) پر الف لام داخل نہیں ہوتا لہٰذا مصدر مؤول بہ (یعنی اصل مصدر) پر بھی الف لام داخل نہیں ہو گا۔

فَاِنْ كَانَ مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کے لیے ہو گا اس لیے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور فعل عامل قوی ہے تو عامل قوی کی موجودگی میں عامل ضعیف عمل نہیں کرتا جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا زَيْدًا شَدِيْدًا ، یہاں دو عامل ہیں ایک فعل اور ایک مفعول مطلق تو ہم نے زَيْدًا اور شَدِيْدًا کو ضَرَبْتُ فعل کا معمول بنا دیا۔

اور اگر مفعول مطلق فعل سے بدل واقع ہو (یعنی وہ مفعول مطلق جس کے فعل کو حذف کرنا واجب ہو) تو وہاں دونوں کو عمل دینا جائز ہے اس کو محذوف فعل کا معمول بنانا بھی جائز ہے اور موجود یعنی مفعول مطلق کا بھی۔ فعل کا معمول بنانا تو اس لیے کہ اصل عامل فعل ہے اور مفعول مطلق کا اس لیے کہ وہ قریب اور مذکور ہے بخلاف فعل کے کہ وہ محذوف ہے تو برابری کی وجہ سے دونوں کو عمل دے دیا۔

متن: اِسْمُ الْفَاعِلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ وَصِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى فَاعِلٍ وَمِنْ غَيْرِهٖ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُضَارِعِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمَةٍ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ نَحْوُ مُدْخِلٍ وَمُسْتَغْفِرٍ وَيَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهٖ بِشَرْطِ مَعْنَى الْحَالِ اَوِ الْاِسْتِقْبَالِ وَالْاِعْتِمَادِ عَلٰى صَاحِبِهٖ اَوِ الْهَمْزَةِ اَوْ مَا فَاِنْ كَانَ لِلْمَاضِيْ وَجَبَتِ الْاِضَافَةُ مَعْنًى خِلَافًا لِلْكِسَائِيِّ فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَعْمُوْلٌ آخَرُ فَبِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ نَحْوُ زَيْدٌ مُعْطِيْ عَمْرٍو دِرْهَمًا اَمْسِ فَاِنْ دَخَلَتِ اللَّامُ اِسْتَوَى الْجَمِيْعُ وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ كَضَرَّابٍ

وَضَرُوْبٍ وَمِضْرَابٍ وَعَلِيْمٍ وَحَذِرٍ مِثْلُهُ وَالْمُثَنّٰى وَالْمَجْمُوْعُ مِثْلُهُ وَيَجُوْزُ حَذْفُ النُّوْنِ مَعَ الْعَمَلِ وَالتَّعْرِيْفِ تَخْفِيْفًا

ترجمہ: وہ اسم جو فعل سے مشتق ہو اس ذات کے لیے جس کے ساتھ فعل قام ہو حدوثی معنی کے ساتھ، اور ثلاثی مجرد سے اس کا صیغہ فاعل کے وزن پر ہے اور اس کے علاقہ سے مضارع کے صیغہ پر میم مضموم اور ما قبل آخر کسرہ کے ساتھ آتا ہے جیسے مدخل اور مستغفر، اور اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے بشرطیکہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور اپنے صاحب پر اعتماد کرتا ہو یا ہمزہ استفہام یا مانافیہ پر، پس اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو معنی اضافت واجب ہے اس میں کسائی کا اختلاف ہے پس اگر اسم فاعل بمعنی ماضی کا کوئی دوسرا معمول ہو تو فعل مقدر کی وجہ سے ہے جیسے " زید معطی عمرو درھما امس "میں، پس اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو سب برابر ہیں، اور وہ اسم فاعل جو مبالغہ کے لیے وضع کیا گیا ہے جیسے "ضراب وضروب ومضراب وعلیم وحذر" عمل اور شرائط مین اسم فاعل کی طرح ہے اسم فاعل کا تثنیہ وجمع اسم فاعل کی طرح ہیں اور اسم فاعل کے نون کا تخفیفا حذف کرنا جائز ہے جبکہ وہ عامل اور معرفہ ہو۔

تشریح:

اِسْمُ الْفَاعِلِ مَا اشْتَقَّ مِنْ فِعْلٍ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسماء مشتقہ میں سے اسم فاعل کے بارے میں بیان کرر رہے ہیں کہ اسم فاعل ایسا اسم ہے جو فعل بمعی حدث سے اس ذات کے لیے مشتق ہو کہ جس کے ساتھ یہ فعل بطریق حدوث قائم ہو جیسے "زَيْدٌ ضَارِبٌ" میں "ضَارِبٌ"، "ضَرَبَ" سے مشتق ہے اس ذات کے لیے جس ذات کے ساتھ "ضَرَبَ" بطریق حدوث قائم ہے۔

اسم فاعل بنانے کا طریقہ:

ثلاثی مجرد سے اسم فاعل، فاعل کے وزن پر آتا ہے اور ثلاثی مزید فیہ اور رباعی سے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ شروع میں علامت مضارع حذف کر کے اس کی جگہ میم مضموم لگا کر ما قبل آخر کو مکسور کر دینگے جیسے "يُكْرِمُ" سے "مُكْرِمٌ"، "يَسْتَنْصِرُ" سے "مُسْتَنْصِرٌ"۔

اسم فاعل کا عمل:

اسم فاعل اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی فعل لازم سے مشتق ہو تو لازم والا اور متعدی سے مشتق ہو تو متعدی والا عمل کرتا ہے۔ لیکن اس کے عمل کے لیے دو شرائط ہیں:

:1 اسم فاعل حال یا مستقبل کے معنی میں ہو۔

:2 اسم فاعل ماقبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد کیا ہوا ہو یعنی اس سے پہلے مبتداء، اسم موصول، ذوالحال، موصوف، ہمزہ استفہام اور حرف نفی ہو۔

مبتداء کی مثال: زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ

اسم موصول کی مثال: جَاءَنِي الْقَائِمُ اَبُوْهُ

ذوالحال کی مثال: جَاءَنِي زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ خَالِدًا

موصوف کی مثال: عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ بَكْرًا

ہمزہ استفہام کی مثال: اَقَائِمٌ زَيْدٌ

حرف نفی کی مثال: مَا ضَارِبٌ زَيْدٌ

فَاِنْ كَانَ لِلْمَاضِيْ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر اسم فاعل میں مذکورہ دونوں شرائط نہ پائی جائیں تو پھر اسم فاعل عمل نہیں کریگا بلکہ ایسی صورت میں اسم فاعل کی مابعد کی طرف اضافت معنویہ لازم ہوگی۔ امام کسائی کے نزدیک ایسی صورت میں بھی اضافت معنویہ واجب نہیں ہے بلکہ اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو پھر بھی عمل کریگا لہٰذا اضافت کرینگے تو وہ اضافت لفظیہ ہوگی۔

فَاِنْ كَانَ لَهٗ مَعْمُوْلٌ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اگر اسم فاعل کے مضاف الیہ کے علاوہ کوئی اور اسم بھی موجود ہو تو اس کا عامل فعل مقدر ہو گا جیسے "زَيْدٌ مُعْطِي عَمْرٍو دِرْهَمًا أَمْسِ"، اس مثال میں "مُعْطِي" اسم فاعل ہے جس کی "عَمْرٍو" کی طرف اضافت ہے اور "عَمْرٍو" کے علاوہ ایک اور اسم یعنی "دِرْهَمًا" موجود ہے جس کا عامل فعل محذوف یعنی "أَعْطٰى" ہے اور اس "أَعْطٰى" نے "دِرْهَمًا" کو نصب دیا ہے "مُعْطِي" نے نہیں۔

اسم فاعل کی مذکورہ تفصیلات اس وقت ہیں جبکہ وہ نکرہ ہو اور اگر الف لام کے ساتھ ہو تو پھر ہر حال میں عمل کریگا چاہے ماضی کے معنی میں ہو اور چاہے ماقبل چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر بھی اعتماد نہ کیا ہوا ہو۔

وَمَا وُضِعَ مِنْهُ لِلْمُبَالَغَةِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسم فاعل کی دوسری قسم بیان کررہے ہیں کہ وہ اسم جو اسم فاعل سے مبالغہ کے لیے بنایا گیا ہو جیسے "ضَرَّابٍ وَضَرُوْبٍ وَمِضْرَابٍ وَعَلِيْمٍ وَحَذِرٍ" وہ عمل اور شرائط میں اسم فاعل کی طرح ہے۔اسی طرح اسم فاعل اور اسم مبالغہ کا تثنیہ وجمع بھی عمل میں اسم فاعل مفرد کی طرح ہے جیسے جَاءَنِي الزَّيْدَانِ الضَّارِبَانِ عَمْرًا،

وَيَجُوْزُ حَذْفُ النُّوْنِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ اسم فاعل کے نون تثنیہ وجمع کو حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ مابعد کو مفعول بہ کی بناء پر نصب دے اور اس پر الف لام بمعنی الذی داخل ہو۔ جیسے اَلْمُقِيْمِي الصَّلٰوةَ،اور اگر اَلْمُقِيْمِي مضاف اور اَلصَّلٰوةِ مضاف الیہ مجرور ہو تو نون حذف کرنا واجب ہے۔

متن: إِسْمُ الْمَفْعُوْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَنْ وَقَعَ عَلَيْهِ وَصِيْغَتُهُ مِنَ الثُّلَاثِيِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰى مَفْعُوْلٍ وَمِنْ غَيْرِهِ عَلٰى صِيْغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ كَمُسْتَخْرَجٍ وَأَمْرُهُ فِي الْعَمَلِ وَالْإِشْتِرَاطِ كَأَمْرِ الْفَاعِلِ مِثْلُ زَيْدٌ مُعْطًى غُلَامُهُ دِرْهَمًا

ترجمہ: اسم مفعول وہ اسم ہے جو مصدر سے مشتق ہو اس ذات کے لیے جس پر فعل واقع ہو اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے "مفعول" کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے ماقبل آخر کے فتحہ کے ساتھ جیسے "مستخرج" اور اس کا حکم عمل اور شرائط میں اسم فاعل جیسا ہے جیسے "زید معطی غلامہ درہما"۔

تشریح:

اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ" کی وضاحت:

اسم مفعول ایسا اسم ہے جو فعل بمعنی حدث سے اس ذات کے لیے مشتق ہو کہ جس پر فعل واقع ہو جیسے زَیْدٌ مُعْطًی غُلَامُہٗ دِرْھَمًا، میں مُعْطًی، اِعْطَاءٌ سے اس ذات کے لیے مشتق ہے جس پر اِعْطَاءٌ واقع ہے۔

اسم مفعول کا صیغہ اور عمل:

ثلاثی مجرد سے اسم مفعول، مَفْعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کی طرح ہی آتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اسم مفعول کے صیغے کا ماقبل آخر مفتوح ہوتا ہے جیسے مُسْتَخْرَجٌ، مُدْخَلٌ۔ اسم مفعول کے عمل کے لیے وہی شرائط ہیں جو اسم فاعل کے عمل کی ہیں یعنی حال یا استقبال کے معنی میں ہو اور چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد کیے ہوئے ہو۔ اور اگر اسم مفعول معرفہ ہو تو پھر ہر حال میں عمل کریگا اور اگر متعدی بدو مفعول ہو تو پہلے مفعول کو نائب فاعل ہونے کی وجہ سے رفع اور دوسرے کو نصب دے گا جیسے زَیْدٌ مُعْطًی غُلَامُہٗ دِرْھَمًا۔

متن: اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لَازِمٍ لِمَنْ قَامَ بِهٖ عَلٰی مَعْنَی الثُّبُوْتِ وَصِيْغَتُهَا مُخَالِفَةٌ لِصِيْغَةِ الْفَاعِلِ عَلٰی حَسْبِ السَّمَاعِ كَحَسَنٍ وَصَعْبٍ وَشَدِيْدٍ وَتَعْمَلُ عَمَلَ فِعْلِهَا مُطْلَقًا وَتَقْسِيْمُ مَسَائِلِهَا اَنْ تَكُوْنَ الصِّفَةُ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدَةً وَمَعْمُوْلُهَا مُضَافًا اَوْ بِاللَّامِ اَوْ مُجَرَّدًا عَنْهُمَا فَهٰذِهٖ سِتَّةٌ وَالْمَعْمُوْلُ فِیْ كُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهَا مَرْفُوْعٌ وَمَنْصُوْبٌ وَمَجْرُوْرٌ صَارَتْ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَالرَّفْعُ عَلَی الْفَاعِلِيَّةِ وَالنَّصْبُ عَلَی التَّشْبِيْهِ بِالْمَفْعُوْلِ فِی الْمَعْرِفَةِ وَعَلَی التَّمْيِيْزِ فِی النَّكِرَةِ وَالْجَرُّ عَلَی الْاِضَافَةِ وَتَفْصِيْلُهَا

حَسَنُ وَجْهَهُ ثَلَاثَةٌ وَكَذٰلِكَ حَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنٌ وَجْهٌ اَلْحَسَنُ وَجْهُهُ اَلْحَسَنُ الْوَجْهَ اَلْحَسَنُ وَجْهٌ اِثْنَانِ مِنْهَا مُمْتَنِعَانِ اَلْحَسَنُ وَجْهِهِ اَلْحَسَنُ وَجْهٍ وَاخْتُلِفَ فِي حَسَنُ وَجْهِهِ وَالْبَوَاقِي مَاكَانَ فِيْهِ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ مِنْهَا اَحْسَنُ وَمَا كَانَ فِيْهِ ضَمِيْرَانِ حَسَنٌ وَمَا لَا ضَمِيْرٌ فِيْهِ قَبِيْحٌ وَمَتٰى رَفَعْتَ بِهَا فَلَا ضَمِيْرَ فِيْهَا فَهِيَ كَالْفِعْلِ وَاِلَّا فَفِيْهَا ضَمِيْرُ الْمَوْصُوْفِ فَتُؤَنَّثُ وَتُثَنّٰى وَتُجْمَعُ وَاِسْمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ غَيْرَ الْمُتَعَدِّيَيْنِ مِثْلُ الصِّفَةِ فِيْمَا ذُكِرَ

ترجمہ:صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو اس ذات کے لیے جس کے ساتھ وہ فعل ثبوت کے طور پر قائم ہو اور اس کا صیغہ اسم فاعل کے صیغہ کے مخالف ہوتا ہے سماع کے اعتبار سے جیسے "حسن وصعب وشدید" اور یہ مطلقا اپنے فعل کی طرح عمل کرتا ہے۔اور اس کے مسائل کی تقسیم یہ ہے کہ صفت لام کے ساتھ ہو گی یا لام سے خالی ہو گی،اور اس کا معمول مضاف ہو گا یا لام کے ساتھ ہو گا یا ان دونوں سے خالی ہو گا،پس یہ چھ صورتیں بن گئیں،اور ان میں سے ہر ایک میں معمول مرفوع،منصوب اور مجرور ہو گا پس اٹھارہ صورتیں بن گئیں۔پس رفع فاعلیت کی وجہ سے نصب معرفہ میں مفعول کے ساتھ تشبیہ کی وجہ سے اور نکرہ میں تمیز کی وجہ سے اور جر اضافت کی وجہ سے ہو گی۔اور اس کی تفصیل "حسن وجھہ" تین صورتیں،اور اسی طرح "حسن الوجہ وحسن وجہ الحسن وجھہ الحسن الوجہ الحسن وجہ" ان میں سے دو ممتنع ہیں "الحسن وجھہ الحسن وجہ"۔اور "حسن وجھہ" میں اختلاف کیا گیا ہے۔اور باقی میں سے جن میں ایک ضمیر ہے وہ احسن ہے اور جن میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہیں اور جن میں ضمیر نہیں وہ قبیح ہیں اور جب تو صفت مشبہ کو رفع دے تو اس میں کوئی ضمیر نہیں ہوتی پس وہ فعل کی طرح ہے ورنہ تو اس میں موصوف کی ضمیر ہو گی پس وہ صفت مشبہ مؤنث وتثنیہ وجمع لائی جاسکتی ہے اور وہ اسم فاعل ومفعول جو غیر متعدی ہوں وہ اٹھارہ قسموں میں صفت مشبہ کی طرح ہیں۔

تشریح:

اَلصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ "کی وضاحت:

صفت مشبہ ایسا اسم ہے جو فعل لازم سے اس ذات کے لیے مشتق ہو جس کے ساتھ فعل بطور ثبوت قائم ہو جیسے زَیْدٌ حَسَنٌ وَجْھُہٗ

صفت مشبہ کا صیغہ اور عمل:

صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل کے صیغوں کے مخالف ہیں کیونکہ صفت مشبہ کے اوزان سماعی ہیں جیسے حَسَنٌ، صَعْبٌ، شَدِیْدٌ، جبکہ اسم فاعل کے اوزان قیاسی ہیں۔ صفت مشبہ مطلقا اپنے فعل لازم جیسا عمل کرتا ہے یعنی زمانہ حال یا استقبال کے ساتھ مشروط نہیں ہے لیکن چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد والی شرط یہاں بھی معتبر ہے۔

صفت مشبہ کی اقسام کی تقسیم:

صفت مشبہ کی اٹھارہ اقسام ہیں: صفت مشبہ معرف باللام ہو یا مجرد عن اللام، اور ان میں سے ہر ایک کا معمول مضاف ہو گا یا معرف باللام ہو گا یا ان دونوں سے مجرد ہو گا، اس طرح کل چھ صورتیں بنیں۔ اس کے بعد ان چھ میں سے صفت مشبہ کا معمول مرفوع، منصوب یا مجرور ہو گا لہٰذا کل اٹھارہ اقسام بن گئیں۔

فَالرَّفْعُ عَلَی الْفَاعِلِیَّۃِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ صفت مشبہ کا معمول مرفوع ہو تو صفت مشبہ کے لیے فاعل ہو گا اور اگر اس کا معمول منصوب ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں ہو گا معرفہ ہو گا یا نکرہ، معرفہ ہو تو مفعول بہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے منصوب ہو گا اور نکرہ ہو تو تمیز کی وجہ سے منصوب ہو گا اور اگر مجرور ہو تو مضاف الیہ ہو گا۔

وَتَفْصِیْلُھَا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ صفت مشبہ کی اٹھارہ صورتوں کی تفصیل بیان کر رہے ہیں، ان میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں ایک مختلف فیہ ہے اور نو احسن جبکہ دو حسن ہیں اور چار قبیح ہیں۔ تفصیل نقشہ میں ملاحظہ کریں:

صفت مشبہ	معمول مضاف ھو	معمول معرف باللام ھو	معمول مجرد عن الاضافت واللام ھو
معرف باللام	اَلْحَسَنُ وَجْھُہٗ (احسن)	اَلْحَسَنُ الْوَجْہُ (قبیح)	اَلْحَسَنُ وَجْہٌ (قبیح)

معرف باللام	اَلْحَسَنُ وَجْهَهٗ(حسن)	اَلْحَسَنُ الْوَجْهَ(احسن)	اَلْحَسَنُ وَجْهًا(احسن)
معرف باللام	اَلْحَسَنُ وَجْهِہٖ(ممتنع)	اَلْحَسَنُ الْوَجْہِ(احسن)	اَلْحَسَنُ وَجْہٍ(ممتنع)
مجرد عن اللام	حَسَنٌ وَجْھُہٗ(احسن)	حَسَنُ الْوَجْہُ(قبیح)	حَسَنٌ وَجْہٌ(قبیح)
مجرد عن اللام	حَسَنٌ وَجْھَہٗ(حسن)	حَسَنُ الْوَجْہَ(احسن)	حَسَنٌ وَجْھًا(احسن)
مجرد عن اللام	حَسَنُ وَجْھِہٖ(مختلف فیہ)	حَسَنُ الْوَجْہِ(احسن)	حَسَنُ وَجْہٍ(احسن)

"منھا ممتنعان--الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مذکورہ صورتوں کا حکم بیان کررہے ہیں کہ ان میں سے دو صورتیں ممتنع اور ایک مختلف فیہ ہے اور جہاں صفت مشبہ اور اس کے معمول میں ایک ضمیر ہو تو وہ احسن ہے اور اگر دو ضمیریں ہوں تو وہ حسن اور اگر کوئی ضمیر نہ ہو تو وہ قبیح ہے۔

ممتنع صورتیں:

اَلْحَسَنُ وَجْھِہٖ: یہ اس لیے ممتنع ہے کہ یہاں اضافت لفظیہ ہے اور اضافت لفظیہ صرف تخصیص فی اللفظ کا فائدہ دیتی ہے یعنی مضاف سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوتی ہے جبکہ یہاں اضافت نے کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ صفت مشبہ سے تنوین، الف لام کی وجہ سے گر گئی ہے اور مضاف الیہ کی ضمیر باقی ہے لہٰذا فائدہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے یہ صورت ممتنع ہے۔

اَلْحَسَنُ وَجْہٍ: یہ اس لیے ممتنع ہے کہ یہاں اگرچہ اضافت کی وجہ سے ضمیر گر گئی ہے لیکن معرفہ کی اضافت نکرہ کی طرف ہورہی ہے اور یہ ممتنع ہے۔

مختلف فیہ صورت:

حَسَنُ وَجْھِہٖ: اس صورت میں اختلاف ہے سیبویہ اور بصریوں کے نزدیک یہ صورت درست نہیں ہے کیونکہ صفت مشبہ اور اس کے معمول دونوں کا مصداق ایک ہی ہے لہٰذا اِضَافَۃُ الشَّیْءِ اِلٰی نَفْسِہٖ لازم آرہا ہے جو باطل ہے۔ جبکہ کوفیوں کے نزدیک یہ صورت درست ہے کیونکہ اس صورت میں تخفیف بھی ہے وہ اس طرح کہ مضاف سے تنوین حذف ہوگئی ہے اور یہاں اِضَافَۃُ الشَّیْءِ اِلٰی نَفْسِہٖ لازم نہیں آرہا کیونکہ "حَسَنٌ" عام ہے اور "وَجْہ" خاص ہے۔

وَمَتٰی رَفَعَتْ بِھَا "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ صفت مشبہ میں ضمیر ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں کہ جب صفت مشبہ کے معمول کو رفع دینگے تو وہ فعل کے حکم میں ہوگی اور اس وقت اس کا فاعل لفظو میں ہو گا لہٰذا اس میں ضمیر نہیں مان سکتے، کیونکہ ضمیر ماننے کی صورت میں تعددِ فاعل لازم آئیگا۔ اور اگر صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع نہ دے تو ایسی صورت میں اس کا فاعل اس میں موجود ضمیر ہوگی اور صفت مشبہ کو اس کے موصوف کے مطابق مذکر، مؤنث، واحد، تثنیہ اور جمع لایا جائے گا۔ جیسے زَیْدٌ حَسَنُ الْوَجْہِ، ھِنْدٌ حَسَنَۃُ الْوَجْہِ۔

وَاِسْمَا الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُوْلِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ جب اسم فاعل اور اسم مفعول متعدی نہ ہوں تو وہ بھی صفت مشبہ کی طرح ہونگے یعنی ان کی بھی صفت مشبہ کی طرح اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں جن میں سے کچھ احسن، کچھ حسن اور کچھ قبیح ہونگیں۔

متن: اِسْمُ التَّفْضِیْلِ مَا اشْتُقَّ مِنْ فِعْلٍ لِمَوْصُوْفٍ بِزِیَادَۃٍ عَلٰی غَیْرِہٖ وَھُوَ اَفْعَلُ وَشَرْطُہٗ اَنْ یُبْنٰی مِنْ ثُلَاثِیٍّ مُجَرَّدٍ لِیُمْکِنَ مِنْہُ لَیْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَیْبٍ لِاَنَّ مِنْھُمَا اَفْعَلَ لِغَیْرِہٖ مِثْلُ زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَاِنْ قُصِدَ غَیْرُہٗ تُوُصِّلَ اِلَیْہِ بِاَشَدَّ مِثْلُ ھُوَ اَشَدُّ مِنْہُ اِسْتِخْرَاجًا وَبِیَاضًا وَعَمًی وَقِیَاسُہٗ لِلْفَاعِلِ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُوْلِ نَحْوُ اَعْذَرُ وَاَلْوَمُ وَاَشْغَلُ وَاَشْھَرُ وَیُسْتَعْمَلُ عَلٰی اَحَدِ ثَلَاثَۃِ اَوْجُہٍ مُضَافًا اَوْ بِمِنْ اَوْ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ فَلَا یَجُوْزُ زَیْدٌ اَلْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَلَا زَیْدٌ اَفْضَلُ اِلَّا اَنْ یُعْلَمَ فَاِذَا اُضِیْفَ فَلَہٗ مَعْنَیَانِ اَحَدُھُمَا وَھُوَ الْاَکْثَرُ اَنْ تُقْصَدَ بِہِ الزِّیَادَۃُ عَلٰی مَنْ اُضِیْفَ اِلَیْہِ فَیُشْتَرَطُ اَنْ یَکُوْنَ مِنْھُمْ مِثْلُ زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ فَلَا یَجُوْزُ یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ لِخُرُوْجِہٖ عَنْھُمْ بِاِضَافَتِھِمْ اِلَیْہِ وَالثَّانِیْ اَنْ تُقْصَدَ زِیَادَۃٌ مُطْلَقَۃٌ وَیُضَافُ لِلتَّوْضِیْحِ فَیَجُوْزُ یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ وَیَجُوْزُ فِی الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ وَالْمُطَابَقَۃُ لِمَنْ ھُوَ لَہٗ وَاَمَّا الثَّانِیْ وَالْمُعَرَّفُ بِاللَّامِ فَلَا بُدَّ مِنَ الْمُطَابَقَۃِ وَالَّذِیْ بِمِنْ مُفْرَدٌ مُذَکَّرٌ لَا غَیْرُ

ترجمہ: اسم تفضیل وہ ہے جو فعل سے مشتق ہو اس ذات کے لیے جو موصوف کی اپنے غیر پر زیادتی کے لیے ہو۔ اور یہ اَفۡعَلُ کے وزن پر ہے اور اس کی شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے تاکہ اشتقاق ممکن ہو رنگ اور عیب کا معنی نہ ہو اس لیے کہ ان دونوں سے اَفۡعَلُ کا صیغہ غیر اسم تفضیل کے لیے آتا ہے جیسے زید افضل الناس، اور اگر اس کے غیر کا قصد کیا گیا ہو تو اس کے ساتھ اَشَدُّ ملایا جائے گا جیسے **ھو اشد منہ استخراجا وبیاضا وعمی**۔ اور اس کا قیاس یہ ہے کہ فاعل کے لیے آئے اور کبھی مفعول کے لیے بھی آتا ہے جیسے "**اعذر والوم واشغل واشھر** " اور اسم تفضیل تین طریقوں میں سے کسی ایک کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے مضاف ہو کر یا من کے ساتھ یا معرف باللام ہو کر پس جائز نہیں" **زید الافضل من عمرو** "اور نہ" **زید افضل** "البتہ اگر جان لیا جائے تو جائز ہے پس جب اسم تفضیل کو مضاف بنایا جائے تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں ان میں سے ایک اور یہی اکثر ہے کہ جس کی طرح اضافت کی جارہی ہے اس پر زیادتی کا قصد کیا جائے، پس شرط یہ ہے کہ یہ ان میں سے ہو جیسے" **زید افضل الناس** "پس **یوسف احسن اخوتہ**"" جائز نہیں ہے کیونکہ وہ ان سے خارج ہے اس کی طرف ان کی اضافت کی وجہ سے۔ اور دوسرا معنی یہ ہے کہ مطلق زیادتی کا قصد کیا جائے اور وہ توضیح کے لیے مضاف کیا جاتا ہے پس" **یوسف احسن اخوتہ**" جائز ہے اور اول میں مفرد لانا اور جس کی یہ صفت بن رہا ہے اس موصوف کے مطابق لانا دونوں جائز ہیں اور بہر حال دوسری قسم اور معرف باللام پس ان دونوں میں مطابقت ضروری ہے۔ اور وہ اسم تفضیل جو مستعمل بمن ہو وہ مفرد مذکر کے علاوہ دوسرا نہیں ہوتا۔

تشریح:

اِسۡمُ التَّفۡضِیۡلِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسم تفضیل کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور کسی موصوف کے لیے اپنے غیر پر زیادتی کے ساتھ وضع کیا گیا ہو جیسے زَیۡدٌ اَفۡضَلُ النَّاسِ

اسم تفضیل کے اوزان و شرائط:

اسم تفضیل مذکر کا وزن "اَفۡعَلُ" اور مؤنث کا وزن "فُعۡلیٰ" آتا ہے، اسم تفضیل بنانے کی دو شرطیں ہیں:

1: اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے بنایا جائے کیونکہ غیر ثلاثی مجرد سے نہیں بنایا جاسکتا اس لیے کہ اسم تفضیل کو بنانے کے لیے تین حروف چاہیے ہوتے ہیں جبکہ غیر ثلاثی مجرد سے صرف تین حروف نہیں ملتے۔

2: ثلاثی مجرد ایسا ہو کہ اس میں رنگ وعیب کا معنی نہ پایا جائے کیونکہ ثلاثی مجرد کے وہ مصادر جن میں رنگ وعیب کا معنی پایا جاتا ہے ان سے "اَفْعَلُ" کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ آتا ہے جیسے اَحْمَرُ، اَسْوَدُ، اَعْمیٰ

فَاِنْ قُصِدَ غَیْرُہٗ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ غیر ثلاثی مجرد یا ان مصادر سے اسم تفضیل بنانے کا طریقہ بیان کررہے ہیں کہ جن میں رنگ وعیب کا معنی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ان سے اسم تفضیل کا معنی حاصل کرنا مقصود ہو تو لفظ "اَشَدُّ" کو ذکر کرکے اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو بطور تمیز منصوب لائیں جیسے هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ اِسْتِخْرَاجًا، هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ بَیَاضًا، هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ عَمًی

وَقِیَاسُہٗ لِلْفَاعِلِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ قیاس تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسم تفضیل صرف فاعل کے معنی کی زیادتی بیان کرے لیکن کبھی اسم تفضیل مفعول کے معنی کی زیادتی بیان کرنے کے لیے بھی آتا ہے جیسے اَعْذَرُ (زیادہ معذور)، اَلْوَمُ (زیادہ ملامت کیا ہوا)، اَشْغَلُ (زیادہ مشغول)، اَشْهَرُ (زیادہ مشہور)۔

وَیُسْتَعْمَلُ عَلیٰ اَحَدِ ثَلَاثَۃِ اَوْجُہٍ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے بیان کررہے ہیں:

1: اضافت کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ

2: من کے ساتھ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

3: الف لام کے ساتھ جیسے جَاءَنِیْ زَیْدُنِ الْاَفْضَلُ

ان تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کا پایا جانا ضروری ہے لیکن بیک وقت دو طریقوں کا استعمال درست نہیں ہے جیسے " زَیْدٌ الْاَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو " کہنا درست نہیں، کیونکہ اس میں اسم تفضیل کے دو طریقے (الف لام اور مِنْ)، بیک وقت استعمال ہو رہے ہیں اسی طرح زَیْدٌ اَفْضَلُ کہنا بھی درست نہیں ہے کیونکہ اسم تفضیل تو ہے لیکن اس کے تین طریقوں میں سے کسی ایک کا بھی استعمال نہیں ہے۔ لیکن اگر مفضل علیہ معلوم و مشہور ہو تو اسم تفضیل کا استعمال مذکورہ تین طریقوں کے بغیر بھی درست ہو گا جیسے اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ کے معنی میں ہے۔

فَاِذَا اُضِیْفَ فَلَہٗ مَعْنَیَانِ " کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کر رہے ہیں کہ اضافت کے وقت اسم تفضیل کے دو معانی ہوتے ہیں:

1: اسم تفضیل کے ذریعے مضاف الیہ کے افراد پر زیادتی مقصود ہوتی ہے جبکہ موصوف مضاف الیہ کے افراد میں سے ہو۔ جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ النَّاسِ

2: اسم تفضیل کے ذریعے مطلق زیادتی مقصود ہو، صرف مضاف الیہ پر زیادتی مقصود نہ ہو پس ایسی صورت میں یُوْسُفُ اَحْسَنُ اِخْوَتِہٖ کہنا بھی درست ہو گا کیونکہ اس میں مفضل کا مفضل علیہ میں دخول شرط نہیں۔

وَیَجُوْزُ فِی الْاَوَّلِ الْاِفْرَادُ " کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اضافت کی پہلی نوع کی بناء پر اسم تفضیل میں دو صورتیں جائز ہیں:

1: اسم تفضیل کو مفرد مذکر لایا جائے چاہے اس کا موصوف واحد، تثنیہ یا جمع ہو جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُ الْقَوْمِ

2: اسم تفضیل کو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے مطابق لایا جائے جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ الْقَوْمِ، اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلَا الْقَوْمِ، اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُوا الْقَوْمِ

اضافت کی دوسری نوع میں جب اسم تفضیل کا استعمال الف لام کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل کو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں موصوف کے مطابق لانا واجب ہے۔ جیسے زَیْدٌ الْاَفْضَلُ، اَلزَّیْدَانِ الْاَفْضَلَانِ، اَلزَّیْدُوْنَ الْاَفْضَلُوْنَ

جب اسم تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہو تو اسم تفضیل کو ہر حال میں مفرد لانا ضروری ہے جیسے زَیْدٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، اَلزَّیْدَانِ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو، اَلزَّیْدُوْنَ اَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو

متن: وَلَا یَعْمَلُ فِیْ مُظْهَرٍ اِلَّا اِذَا كَانَ صِفَةً لِشَیْءٍ وَهُوَ فِی الْمَعْنٰی لِمُسَبَّبٍ مُفَضَّلٍ بِاِعْتِبَارِ الْاَوَّلِ عَلٰی نَفْسِهٖ بِاِعْتِبَارِ غَیْرِهٖ مَنْفِیًّا مِثْلُ مَا رَاَیْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِیْ عَیْنِ زَیْدٍ لِاَنَّهٗ بِمَعْنٰی حَسُنَ مَعَ اَنَّهُمْ وَلَوْ رَفَعُوْا لَفَصَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ مَعْمُوْلِهٖ بِاَجْنَبِیٍّ وَهُوَ الْكُحْلُ وَلَكَ اَنْ تَقُوْلَ اَحْسَنَ فِیْ عَیْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَیْنِ زَیْدٍ فَاِنْ قَدَّمْتَ ذِكْرَ الْعَیْنِ قُلْتَ مَا رَاَیْتُ كَعَیْنِ زَیْدٍ اَحْسَنَ فِیْهَا الْكُحْلُ مِثْلُ وَلَا اَرٰی فِیْ قِطْعَةٍ مَرَرْتُ عَلٰی وَادِی السِّبَاعِ وَلَا اَرٰی كَوَادِی السِّبَاعِ حِیْنَ یُظْلِمُ وَادِیًا اَقَلَّ بِهٖ رَكْبٌ اَتَوْهُ تَاَیَّةً وَاَخْوَفَ اِلَّا مَا وَقَی اللّٰهُ سَارِیًا

ترجمہ: اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے مگر جبکہ وہ کسی چیز کی صفت واقع ہو اور وہ حقیقت اور معنی میں ایسے مسبب کی صفت ہو کہ وہ مفضل ہو اول اعتبار سے اپنے نفس پر دوسرے اعتبار سے اس حال میں کہ وہ اسم نفی کیا گیا ہو جیسے مارایت رجلا احسن فی عینہ الکحل منہ فی عین زید" اس لیے کہ وہ "حسن" کے معنی میں ہے اس کے باوجود کہ اگر وہ رفع دیتے تو وہ فصل واقع کرتے اس کے اور اس کے معمول کے درمیان کسی اجنبی کا اور وہ معمول "الکحل" ہے اور تمہارے لیے جائز ہے کہ تم کہو "احسن فی عینہ الکحل من عین زید" پس اگر تم عین کے ذکر کو مقدم کرو تو کہو گے "مارایت کعین زید احسن فیھا الکحل" جیسے آنے والے شعر میں "میں اس وادی سے گزرا جو درندوں کی کثرت کی وجہ سے وادی سباع کے نام سے مشہور ہے اس حال میں کہ وادی سباع کی طرح تاریکی کے وقت کسی وادی کو نہیں دیکھتا ہوں کہ اس میں سواریوں کا توقف وادی سباع سے کم ہو اور وہ وادی سباع سے زیادہ خوفناک ہو مگر اس وقت جبکہ اللہ پاک رات کو چلنے والی سواری کو محفوظ رکھے"

تشریح:

وَلَا يَعْمَلُ فِي مُظْهَرٍ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں کہ اسم تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر مستتر ہوگا اور اسم تفضیل اسی میں عمل کرتا ہے اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا لیکن اگر تین شرائط پائی جائیں تو پھر اسم ظاہر میں بھی عمل کرسکتا ہے۔

1: اسم تفضیل لفظ کے اعتبار سے کسی شے کی صفت ہو اور معنی کے اعتبار سے اس شے کے متعلق کی صفت ہو اور وہ متعلق پہلی شے اور ایک دوسری شے میں مشترک ہو۔

2: وہ متعلق پہلی شے کے اعتبار سے مفضل اور دوسری شے کے اعتبار سے مفضل علیہ ہو۔

3: اسم تفضیل حرف نفی کے بعد واقع ہو جیسے مَا رَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ

اس مثال میں مذکورہ بالا تینوں شرطیں پائی جارہی ہیں اس طرح کہ "اَحْسَنَ" اسم تفضیل باعتبار لفظ کے اپنے ماقبل " رَجُلًا "کی صفت ہے اور باعتبار معنی "رَجُلًا" کے متعلق "اَلْكُحْلُ "کی صفت ہے اور یہ متعلق "اَلْكُحْلُ "پہلی شے "رَجُلًا" اور دوسری شے "زَيْدٌ" میں مشترک ہے کیونکہ دونوں کی آنکھوں میں سرمہ ہے۔ یہاں تک پہلی شرط مکمل ہوئی۔ دوسری شرط اس طرح پوری ہورہی ہے کہ "اَلْكُحْلُ، پہلی شے "رَجُلًا" کے اعتبار سے مفضل ہے اور دوسری شے "زید" کے اعتبار سے مفضل علیہ ہے۔ تیسری طرح اس طرح پوری ہورہی ہے کہ اس مثال میں اسم تفضیل حرف نفی کے بعد بھی پایا جارہا ہے لہٰذا ان تین شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے اسم تفضیل یہاں اسم ظاہر یعنی "الکحل" میں عمل کررہا ہے چنانچہ "الکحل" اسم تفضیل احسن کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

لِاَنَّهُ بِمَعْنٰى حَسُنَ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ احسن اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی وجوہات بیان کررہے ہیں:

1: اَحْسَنَ اسم تفضیل یہاں مذکورہ شرائط پائے جانے کی وجہ سے حَسُنَ فعل کے معنی میں ہوگیا ہے۔

2: اگر یہاں "اَلْکُحْلُ" کو "اَحْسَنَ" اسم تفضیل کا فاعل نہ مانا جائے تو لازما "احسن" اسم تفضیل کو خبر مقدم اور "اَلْکُحْلُ" کو مبتدائے مؤخر ماننا پڑیگا اور یہ درست نہیں کیونکہ اس وقت "اَحْسَنَ" اور اس کے معمول یعنی "مِنْهُ" کے درمیان "اَلْکُحْلُ" کا فاصلہ ہو جائے گا جو کہ اجنبی ہے اور اجنبی کا فاصلہ جائز نہیں۔

وَلَكَ اَنْ تَقُوْلَ اَحْسَنَ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اسم تفضیل کے اسم ظاہر میں عمل کرنے کی جو مثال دی گئی ہے اسے مزید اختصار کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے اور اس کے دو طریقے ہیں جن میں سے ایک مختصر اور دوسرا زیادہ مختصر ہے۔

1: جیسے مَارَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ، یہ مثال مشہورہ ہے اسے اختصار کے ساتھ "مَارَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُحْلُ مِنْ عَيْنِ زَيْدٍ" بھی کہا جا سکتا ہے اور اس میں اختصار ضمیر مجرور اور کلمہ فی کو حذف کر دینے کی وجہ سے ہوا ہے۔

2: لفظ "عَيْن" کو جس میں "اَلْكُحْلُ" مفضل علیہ ہے اور بغیر "مِنْ" کے اسم تفضیل پر مقدم کر کے اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ مَارَاَيْتُ كَعَيْنِ زَيْدٍ اَحْسَنَ فِيْهَا الْكُحْلُ۔۔۔ جیسا کہ اس قطعہ میں کہا گیا

مَرَرْتُ عَلٰى وَادِي السِّبَاعِ وَلَا اَرٰى كَوَادِي السِّبَاعِ حِيْنَ يُظْلِمُ وَادِيًا

اَقَلَّ بِهٖ رَكْبٌ اَتَوْهُ تَاَيَّةً　　وَاَخْوَفَ اِلَّا مَا وَقَى اللّٰهُ سَارِيًا

اس قطعہ میں "اَقَلَّ" اسم تفضیل ہے جس میں مذکورہ شرائط پائی جا رہی ہیں پس اس لیے "اَقَلَّ" اسم تفضیل نے "رَكْب" اسم ظاہر کو رفع دیا، پھر اختصار کی غرض سے "هُمْ" ضمیر اور "فِي" حرف جار کو حذف کر دیا، پس عبارت "اَقَلَّ بِهٖ رَكْبٌ مِنْهُمْ فِي وَادِ السِّبَاعِ اَتَوْهُ تَاَيَّةً" سے "اَقَلَّ بِهٖ رَكْبٌ مِنْ وَادِ السِّبَاعِ اَتَوْهُ تَاَيَّةً" ہو گئی۔ پھر مزید اختصار کی خاطر "وَادِي السِّبَاعِ" کو بغیر "مِنْ" کے اسم تفضیل سے مقدم کر دیا، الغرض اسی طرح مذکورہ مثال "مَارَاَيْتُ رَجُلًا اَحْسَنَ فِي

عَیْنِهِ الْکُحْلُ مِنْهُ فِی عَیْنِ زَیْدٍ" میں بھی اختصار کی غرض سے "عَیْن" کو بغیر "من" کے اسم تفضیل پر مقدم کر کے "مَا رَاَیْتُ کَعَیْنِ زَیْدٍ اَحْسَنَ فِیْهَا الْکُحْلُ " کہا جاسکتا ہے۔

اس شعر کا پس منظر یہ ہے کہ وائل بن قاسط نامی شخص ایک وادی سے گزرا جہاں اس نے ایک اسماء بنت وریم نامی عورت کو خیموں میں اکیلے پایا تو اس نے اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، اسماء بنت وریم نے اسے سمجھایا کہ مجھے اکیلے منت سمجھ میرے محافظ میرے قریب ہی ہیں، وائل نے کہا تیرا کوئی محافظ ہوتا تو مجھے ضروری نظر آجاتا، کوئی نہیں ہے تم جھوٹ بولتی ہو اس پر اسماء نے کہا دیکھ کیسے میرے محافظ میری حفاظت کرتے ہیں تو اس نے ایک آواز لگائی پس اس کی آواز پر آنا فانا کتے، بھیڑیئے، ریچھ، اور چیتے آگئے جس پر حیران ہو کر وائل بن ساقط نے یہ شعر پڑھا۔

متن: اَلْفِعْلُ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِی نَفْسِهٖ مُقْتَرِنٍ بِاَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَمِنْ خَوَاصِّهٖ دُخُوْلُ قَدْ وَالسِّیْنِ وَسَوْفَ وَالْجَوَازِمِ وَلُحُوْقُ تَاءِ التَّانِیْثِ سَاکِنَةً وَنَحْوُ تَاءِ فَعَلْتَ اَلْمَاضِیْ مَا دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِکَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ مَعَ غَیْرِ الضَّمِیْرِ الْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّکِ وَالْوَاوِ اَلْمُضَارِعُ مَا اَشْبَهَ الْاِسْمَ بِاَحَدِ حُرُوْفِ نَاَیْتُ لِوُقُوْعِهٖ مُشْتَرِکًا وَتَخْصِیْصِهٖ بِالسِّیْنِ اَوْ سَوْفَ فَالْهَمْزَةُ لِلْمُتَکَلِّمِ لِلتَّکَلُّمِ مُفْرَدًا وَالنُّوْنُ لَهٗ مَعَ غَیْرِهٖ وَالتَّاءُ لِلْمُخَاطَبِ مُطْلَقًا وَلِلْمُؤَنَّثِ وَالْمُؤَنَّثَیْنِ غَیْبَةً وَالْیَاءُ لِلْغَائِبِ غَیْرِهِمَا وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ مَضْمُوْمَةٌ فِی الرُّبَاعِیِّ وَمَفْتُوْحَةٌ فِیْمَا سِوَاهُ وَلَا یُعْرَبُ مِنَ الْفِعْلِ غَیْرُهٗ اِذَا لَمْ یَتَّصِلْ بِهٖ نُوْنُ تَاکِیْدٍ وَلَا نُوْنُ جَمْعِ مُؤَنَّثٍ

ترجمہ: فعل وہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اس کے خواص میں سے قد، سین، سوف اور حروف جازمہ کا داخل ہونا ہے، اور تاء تانیث ساکنہ کا لاحق ہونا ہے جیسے فعلت کی تاء، ماضی وہ جو تیرے زمانے سے پہلے زمانے پر دلالت کرے، یہ مبنی بر فتح ہوتا ہے جب ضمیر مرفوع متحرک اور جمع کی واؤ اس کے ساتھ ملی ہوئی نہ ہو۔ مضارع وہ فعل ہے جو حروف نایت میں سے کسی بھی ایک حرف کی وجہ سے اسم سے مشابہت رکھے اس کے مشترک واقع ہونے، اور سین یا سوف کے ذریعے سے اس کے خاص ہو جانے کی وجہ سے، پس ہمزہ واحد متکلم کے لیے ہے اور نون متکلم مع الغیر کے لیے ہے اور تاء مطلقا مخاطب کے لیے ہے اور واحد مؤنث اور تثنیہ مؤنث کے لیے جبکہ وہ غائب ہوں اور یاء غائب

کے لیے ہے جبکہ وہ واحد مؤنث اور تثنیہ مؤنث کے علاوہ ہوں اور حروفِ مضارع ، رباعی میں مضموم ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ میں مفتوح ہوتے ہیں اور کوئی فعل معرب نہیں ہوتا مضارع کے علاوہ بشرطیکہ اس سے نون تاکید اور نون جمع مؤنث متصل نہ ہو۔

تشریح

اَلْفِعْلُ مَادَلَّ عَلٰی مَعْنًی "کی وضاحت:

فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے ضَرَبَ، یَضْرِبُ، سَمِعَ، یَسْمَعُ

فعل کے خواص:

مصنف علیہ الرحمہ نے فعل کے چھ خواص بیان کیے ہیں: قد، سین، سوف اور حروف جازمہ کا داخل ہونا، تائے تانیث ساکنہ کا آخر میں لاحق ہونا، ضمائر بارزہ مرفوعہ متصلہ کا آخر میں لاحق ہونا جیسے قَدْ ضَرَبَ، سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ، لَمْ یَضْرِبْ، ضَرَبَتْ، ضَرَبْتَ۔

اَلْمَاضِیْ مَادَلَّ عَلٰی زَمَانٍ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل کی تقسیم بیان کررہے ہیں کہ فعل کی تین قسمیں ہیں، فعل ماضی، فعل مضارع، فعل امر۔

فعل ماضی: وہ فعل جو گزرے ہوئے زمانے پر دلالت کرے جیسے ضَرَبَ

فعل ماضی کا حکم: اگر فعل ماضی کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو تو اس کا آخر مبنی بر فتح ہوتا ہے جیسے ضَرَبَ، اور اگر ضمیر مرفوع متحرک ہو تو اس کا آخر مبنی بر سکون ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتَ، اور اگر آخر میں واؤ ہو تو اس کا آخر مبنی بر ضم ہوتا ہے جیسے ضَرَبُوْا

فعل مضارع: وہ فعل ہے جو حروف نایت میں سے کسی حرف کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم فاعل کے مشابہ ہو، یہ مشابہت لفظی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔

فعل مضارع کی اسم کے ساتھ لفظی مشابہت تین طرح کی ہے:

1: تعداد حروف میں یعنی جتنے حروف اسم فاعل کے ہوتے ہیں اتنے ہی فعل مضارع کے ہوتے ہیں جیسے یُکْرِمُ، مُکْرِمٌ

2: حرکات وسکنات میں یعنی جو حرکات وسکنات اسم فاعل میں ہوتی ہیں وہی فعل مضارع میں ہوتی ہیں

3: لام تاکید کے داخل ہونے میں، یعنی لام تاکید اسم فاعل پر بھی داخل ہوتا ہے اور فعل مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے اِنَّ زَیْدًا لَقَائِمٌ، اِنَّ زَیْدًا لَیَقُوْمُ

فعل مضارع کی اسم فاعل کے ساتھ معنوی مشابہت یوں ہے کہ جیسے اسم فاعل زمانے پر دلالت کرنے والے الفاظ سے مجرد ہونے کی صورت میں حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے اور زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ کے مذکور ہونے کی صورت میں مخصوص زمانہ پر دلالت کرتا ہے ویسے ہی فعل مضارع زمانے پر دلالت کرنے والے الفاظ سے مجرد ہونے کی صورت میں حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے اور زمانے پر دلالت کرنے والے لفظ کے مذکور ہونے کی صورت میں مخصوص زمانے پر دلالت کرتا ہے۔

"فَالْھَمْزَۃُ لِلْمُتَکَلِّمِ لِلتَّکَلُّمِ" کی وضاحت:

حروف مضارع "نایت" کی دلالت بیان کرتے ہوئے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ ہمزہ واحد متکلم کے لیے آتا ہے جیسے اَضْرِبُ۔ نون، جمع متکلم کے لیے آتا ہے جیسے نَضْرِبُ۔ تاء مخاطب کے تمام صیغوں کے لیے اور واحد و تثنیہ مؤنث کے لیے آتا ہے جیسے تَضْرِبُ۔ یاء، واحد و تثنیہ مؤنث غائب کے صیغوں کے علاوہ باقی تمام صیغوں کے لیے آتا ہے جیسے یَضْرِبُ۔

"وَحُرُوْفُ الْمُضَارِعَۃِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں کہ جس مضارع کی ماضی چار حرفی ہو چاہے وہ تمام حروف اصلی ہوں یا زائد، اس صورت میں علامتِ مضارع، معروف میں بھی مضموم ہو گی تاکہ ثلاثی اور رباعی کے مضارع میں باعتبارِ حرکت فرق ہو جائے جیسے یُکْرِمُ، یُبَعْثِرُ۔ اور اگر ماضی چار حرفی نہ ہو بلکہ تین حرفی ہو یا چار سے زائد حرفی ہو تو دونوں صورتوں میں علامت مضارع معروف مفتوح ہو گی جیسے یَضْرِبُ، یَسْتَنْصِرُ

فعل مضارع کا حکم:

فعل مضارع کے کل چودہ صیغوں میں سے جمع مؤنث کے دو صیغے مبنی ہیں اس کے علاوہ باقی بارہ صیغے معرب ہیں اس شرط کے ساتھ کہ ان کے آخر میں نون تاکید ثقیلہ یا خفیفہ نہ ہو، ورنہ وہ بھی مبنی ہونگے۔

متن: وَاِعْرَابُهٗ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ فَالصَّحِيْحُ الْمُجَرَّدُ عَنْ ضَمِيْرٍ بَارِزٍ مَرْفُوْعٍ لِلتَّثْنِيَّةِ وَالْجَمْعِ وَالْمُخَاطَبُ الْمُؤَنَّثُ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ وَالسُّكُوْنِ مِثْلُ يَضْرِبُ وَالْمُتَّصِلُ بِهٖ ذٰلِكَ بِالنُّوْنِ وَحَذْفِهَا مِثْلُ يَضْرِبَانِ وَيَضْرِبُوْنَ وَتَضْرِبِيْنَ وَالْمُعْتَلُّ بِالْوَاوِ وَالْيَاءِ بِالضَّمَّةِ تَقْدِيْرًا وَالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْحَذْفِ وَالْمُعْتَلُّ بِالْاَلِفِ بِالضَّمَّةِ وَالْفَتْحَةِ تَقْدِيْرًا وَالْحَذْفِ

ترجمہ: اور اس کا اعراب رفع، نصب اور جزم ہے، پس وہ مضارع جو صحیح ہو اور ضمیر بارز مرفوع برائے تثنیہ، جمع مذکر یا مؤنث حاضر سے خالی ہو تو اس کا اعراب ضمہ کے ساتھ رفع کی حالت میں اور فتحہ کے ساتھ نصب کی حالت میں اور سکون کے ساتھ جزم کی حالت میں آتا ہے جیسے یضرب لن یضرب، لم یضرب، اور جس کے واؤ اور یاء کے ساتھ ہونے کی صورت میں اس کا اعراب ضمیر تقدیری اور فتحہ لفظی اور واؤ یاء کے حذف کے ساتھ آتا ہے اور متعل بالالف ضمہ کے ساتھ رفع کی حالت میں اور فتحہ تقدیری کے ساتھ نصب کی حالت میں اور الف کے حذف کے ساتھ جزم کی حالت میں آتا ہے۔

تشریح:

وَاِعْرَابُهٗ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل مضارع کا اعراب بیان کررہے ہیں کہ فعل مضارع کے اعراب تین ہیں، رفع، نصب، جزم

وجوہِ اعراب کے اعتبار سے اقسام:

فعل مضارع کی وجوہِ اعراب کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1: جب فعل مضارع صحیح ہو، تثنیہ، جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی ہو تو اس کی حالت رفعی ضمہ کے ساتھ، حالت نصبی فتحہ کے ساتھ اور حالت جزمی سکون کے ساتھ ہوگی جیسے هُوَ يَضْرِبُ، لَنْ يَضْرِبَ، لَمْ يَضْرِبْ

2: جب فعل مضارع نون اعرابی کے ساتھ ہو، تثنیہ، جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ کے ساتھ ہو چاہے وہ صحیح ہو یا غیر صحیح ہو اس کی حالتِ رفعی نون اعرابی کے ساتھ ہوگی، اور حالتِ نصبی اور حالتِ جزمی نون اعرابی کی حذفیت کے ساتھ ہوگی جیسے هُمَا يَضْرِبَانِ، هُمْ يَضْرِبُوْنَ، اَنْتَ تَضْرِبِيْنَ، لَنْ يَضْرِبَا، لَنْ يَضْرِبُوْا، لَنْ تَضْرِبِيْ، لَمْ تَضْرِبَا، لَمْ تَضْرِبُوْا، لَمْ تَضْرِبِيْ

3: جب فعل مضارع کے آخر میں حرف علت ہو چاہے واؤ ہو یا یاء، اور وہ تثنیہ جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی ہو تو اس کی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی فتحہ لفظی کے ساتھ اور حالتِ جزمی حذفِ لام کلمہ کے ساتھ ہوگی جیسے هُوَ يَرْمِيْ، هُوَ يَغْزُوْ، لَنْ يَرْمِيَ، لَنْ يَغْزُوَ، لَمْ يَرْمِ، لَمْ يَغْزُ

4: جب فعل مضارع کے آخر میں حرفِ علت الف ہو اور وہ تثنیہ جمع مذکر غائب وحاضر اور واحد مؤنث حاضر کی ضمائر بارزہ مرفوعہ سے خالی ہو تو اس کی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی فتحہ تقدیری کے ساتھ اور حالتِ جزمی لازم کلمہ کے حذف ہونے کے ساتھ ہوگی جیسے هُوَ يَسْعٰی، لَنْ يَسْعٰی، لَمْ يَسْعَ

متن: وَيُرْتَفَعُ اِذَا تَجَرَّدَ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ يَقُوْمُ زَيْدٌ وَيُنْتَصَبُ بِاَنْ وَلَنْ وَاِذَنْ وَكَيْ وَبِاَنْ مُقَدَّرَةً بَعْدَ حَتّٰى وَلَامِ كَيْ وَلَامِ الْجُحُوْدِ وَالْفَاءِ وَالْوَاوِ وَاَوْ فَاَنْ مِثْلُ اُرِيْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَيَّ "وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ" وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ وَلَيْسَتْ هٰذِهٖ نَحْوُ عَلِمْتُ اَنْ سَيَقُوْمُ وَاَنْ لَا يَقُوْمُ وَالَّتِيْ تَقَعُ بَعْدَ الظَّنِّ فَفِيْهَا الْوَجْهَانِ وَلَنْ مِثْلُ لَنْ اَبْرَحَ وَمَعْنَاهَا نَفْيُ الْمُسْتَقْبِلِ وَاِذَنْ اِذَا لَمْ

یَعْتَمِدُ مَا بَعْدَهَا عَلٰی مَا قَبْلَهَا وَکَانَ الْفِعْلُ مُسْتَقْبِلًا مِثْلُ اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّۃَ وَاِذَا وَقَعَتْ بَعْدَ الْوَاوِ وَالْفَاءِ فَالْوَجْهَانِ

ترجمہ: اور مضارع مرفوع ہوتا ہے جبکہ وہ ناصب اور جازم سے خالی ہو جیسے یقوم زید اور منصوب ہوتا ہے ان، لن، اذن، کی کے داخل ہونے کی صورت میں اور اس ان کے بعد جو حتی کے بعد مقدر ہوتا ہے اور لام کی کے بعد اور لام جحد کے بعد اور فاء ،واؤ اور او کے بعد، پس ان کی مثال ارید ان تحسن الی، ہے اور "ان تصوموا خیر لکم"، اور وہ ان جو علم کے بعد واقع ہو وہ مخففہ من الثقلہ ہے اور وہ ان مصدریہ نہیں جیسے علمت ان سیقوم اور ان لایقوم اور وہ ان جو ظن کے بعد واقع ہو اس میں دو جہیں جائز ہیں، اور لن جیسے لن ابرح، اور اس کا معنی نفی مستقبل ہے اور اذن جب اس کا مابعد اس کے ماقبل پر اعتماد نہ کرے اور فعل بھی مستقبل ہو جیسے اذن تدخل الجنۃ اور جب واقع ہو واؤ اور فاء کے بعد تو اس وقت دونوں وجہیں جائز ہیں۔

تشریح:

وَیُرْتَفَعُ اِذَا تَجَرَّدَ عَنِ النَّاصِبِ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ فعل مضارع کو رفع دینے والی اور کوئی چیز نہیں ہوتی، بلکہ اس کا نواصب و جوازم سے خالی ہونا ہی اسے رفع دیتا ہے جیسے یَقُوْمُ زَیْدٌ، میں فعل مضارع صرف اس لیے مرفوع ہے کہ نواصب وجوازم سے خالی ہے۔

وَیُنْتَصَبُ بِاَنْ وَلَنْ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ فعل مضارع کو نصب دینے والے پانچ حروف ہیں: اَنْ، لَنْ، کَیْ، اِذَنْ، اور وہ اَن جو حَتّٰی، لَامِ کَیْ، لَامِ جَحَد، فَاء، وَاؤ اور اَوْ کے بعد مقدر ہوتا ہے۔

فَاَنْ مِثْلُ اُرِیْدُ---" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جب فعل مضارع پر اَن داخل ہو تو فعل مضارع منصوب ہوتا ہے اور نصب کی دو صورتیں ہیں:

1: نصب فتحہ کے ساتھ ہو گا جیسے اُرِیْدُ اَنْ تُحْسِنَ اِلَیَّ

2: نصب نون کو حذف کرنے کے ساتھ ہو گا جیسے "اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ، میں تَصُوْمُوْا، اصل میں تَصُوْمُوْنَ تھا۔

وَالَّتِیْ تَقَعُ بَعْدَ الْعِلْمِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں کہ علم اور اس کے مشتقات کے بعد واقع ہونے والا اَن، ناصبہ نہیں ہوتا بلکہ مخففہ من المثقلہ ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہوتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ ،عَلِمْتُ اَنْ لَایَقُوْمُ

وَالَّتِیْ تَقَعُ بَعْدَ الظَّنِّ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک قاعدہ بیان کررہے ہیں کہ ظن اوراس کے مشتقات کے بعد واقع ہونے والے اَنْ کی دو صورتیں ہیں: 1)وہ ناصبہ ہو گا۔ 2)وہ مخففہ من المثقلہ ہو گا جیسے ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ

وَلَنْ مِثْلُ لَنْ اَبْرَحَ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ عوامل ناصبہ میں سے دوسرا عامل یعنی لفظِ لَنْ فعل مضارع پر داخل ہو کر اسے نصب دیتاہے اور لفظِ لن مستقبل کی نفی کے لیے تاکید ہوتا ہے جیسے لَنْ اَبْرَحَ،

اور "اِذَنْ" فعل مضارع کو نصب دیتاہے لیکن اس کے ناصب ہونے کی دو شرطیں ہیں:

1: اِذَنْ کے مابعد کا اس کے ماقبل پر اعتماد نہ ہو، یعنی اِذَنْ کا مابعد ماقبل کا معمول نہ بن رہا ہو۔

2: فعل مستقبل کے معنی میں ہو حال کے معنی میں نہ ہو جیسے اِذَنْ تَدْخُلَ الْجَنَّۃَ، اس شخص کے جواب میں کہا جائے کہ جس نے کہا ہو، اَسْلَمْتُ، اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں تو اس وقت اِذَنْ نصب نہیں دیگا بلکہ اِذَنْ کا مابعد مرفوع ہو گا۔

اور جب "اِذَنْ" واؤ اور فاء کے بعد واقع ہو تو اس کے مابعد میں دو وجہیں جائز ہوتی ہیں: نصب اور رفع، نصب اس وجہ سے جائز ہے کہ عطف کی وجہ سے اِذَنْ کے ماقبل اور مابعد میں جو ربط پایا جارہا تھا وہ کمزور ہو گیا ہے لہٰذا مابعد کو منصوب پڑھ سکتے ہیں۔ اور رفع اس لیے جائز ہے کہ اِذَنْ کا ماقبل سے ربط موجود ہے اگرچہ کمزور ہی سہی، لہٰذا اس کا مابعد مرفوع ہو گا۔

متن: وَكَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَمَعْنَاهَا السَّبَبِيَّةُ وَحَتّٰى إِذَا كَانَ مُسْتَقْبِلًا بِالنَّظْرِ إِلٰى مَاقَبْلَهَا بِمَعْنٰى كَيْ اَوْ إِلٰى مِثْلُ اَسْلَمْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَكُنْتُ سِرْتُ حَتّٰى اَدْخُلَ الْبَلَدَ وَاَسِيْرُ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ فَإِنْ اَرَدْتَّ الْحَالَ تَحْقِيْقًا اَوْ حِكَايَةً كَانَتْ حَرْفَ اِبْتِدَاءٍ فَتُرْفَعُ وَتَجِبُ السَّبَبِيَّةُ مِثْلُ مَرِضَ حَتّٰى لَا يَرْجُوْنَهٗ وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ الرَّفْعُ فِي كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلَهَا فِي النَّاقِصَةِ اَوْ سِرْتُ حَتّٰى تَدْخُلَهَا وَجَازَ فِي التَّامَّةِ كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلَهَا وَاَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰى يَدْخُلَهَا

ترجمہ: اور کَی کی مثال جیسے اسلمت کی ادخل الجنۃ، اور اس کا معنی سببیت کا ہوتا ہے اور حتی، جبکہ فعل مضارع مستقبل ہو حتی کے ماقبل کی طرف نظر کے اعتبار سے حتی، کی یا الی کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اسلمت حتی ادخل الجنۃ، اور کنت سرت حتی ادخل البلد اور "اسیر حتی تغیب الشمس" پس اگر تو اور حال تحقیقی یا حکایت کا معنی بیان کرنے کا ارادہ کرے تو حتی حرف ابتداء کے معنی میں ہو گا پس مضارع مرفوع ہو گا اور واجب ہو گا سببیت کا معنی جیسے مرض حتی لایرجونہ، اور اسی وجہ سے ممتنع ہے رفع " کان سیری حتی ادخلها" میں جبکہ کان ناقصہ ہو اور اسرت حتی تدخلها اور جائز ہے تامہ میں "کان سیری حتی ادخلها" اور "ایهم سار حتی یدخلها"۔

تشریح:

وَكَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ" کی وضاحت:

کی سببیت کے لیے آتا ہے یعنی اس کا ماقبل اس کے مابعد کے لیے سبب ہوتا ہے جیسے اسلمت کی ادخل الجنۃ، اس مثال میں اسلام لانا جنت میں داخل ہونے کے لیے سبب ہے۔

وَحَتّٰی اِذَا کَانَ مُسْتَقْبِلًا" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جہاں اَنْ مقدر ہوتا ہے اور وہ سات مقامات ہیں کہ جن میں فعل مضارع سے پہلے اَنْ مقدر ہوتا ہے، اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔

1: حَتّٰی کے بعد: جب حَتّٰی کا مدخول ماقبل کے لحاظ سے زمانہ مستقبل میں ہو اور یہ کَیْ یا اِلٰی کے معنی میں ہو۔ جیسے اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْجَنَّۃَ، کُنْتُ سِرْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الْبَلَدَ، اَسِیْرُ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ، ان تینوں مثالوں میں حَتّٰی کے بعد اَن ناصبہ مقدر ہے کیونکہ جس فعل مضارع پر حَتّٰی داخل ہے وہ ماقبل کے اعتبار سے مستقبل کے معنی میں ہے اور حَتّٰی یہاں کَیْ اور اِلٰی کے معنی میں ہے۔

فَاِنْ اَرَدْتَّ الْحَالَ تَحْقِیْقًا اَوْ حِکَایَۃً" کی وضاحت:

جس فعل مضارع پر حَتّٰی داخل ہوا ہے اگر وہ زمانہ مستقبل میں نہیں بلکہ زمانہ حال میں ہے چاہے حقیقت کے اعتبار سے یا حکایت کے اعتبار سے تو چونکہ شرط مفقود ہوئی ہے لہٰذا وہاں حَتّٰی کے بعد اَن مقدر نہیں ہوگا بلکہ وہاں حَتّٰی حرف ابتداء ہوگا اور اس کے بعد واقع فعل مضارع مستقبل مرفوع ہوگا اور حَتّٰی کا ماقبل اس کے مابعد کے لیے سبب ہوگا جیسے مَرِضَ حَتّٰی لَایَرْجُوْنَہٗ (وہ بیمار ہوا تو اس کے گھر والوں کو اس کی امید نہ رہی)۔ اس مثال میں " حَتّٰی " کے مابعد سے حقیقۃً حال مراد ہے اور " حَتّٰی " کا ماقبل مرض اس کے مابعد یعنی ناامیدی کا سبب ہے۔

وَمِنْ ثَمَّ اِمْتَنَعَ الرَّفْعُ" کی وضاحت:

مذکورہ قاعدے کو بیان کرنے کے بعد مصنف علیہ الرحمہ ایک تفریع بیان کر رہے ہیں کہ جب یہ واضح ہو چکا کہ " حَتّٰی " کے مابعد سے حال مقصود ہو چاہے حقیقۃً ہو یا حکماً، تو اس وقت " حَتّٰی " ابتدائیہ ہوگا اور " حَتّٰی " کا مابعد جملہ مستقلہ اور جملہ مستانفہ ہوگا پس اگر " کَانَ سَیْرِیْ حَتّٰی اَدْخُلَھَا " میں کان کو ناقصہ مانا جائے تو پھر " حَتّٰی " کو ابتدائیہ مان کر داخل فعل مضارع پر

مرفوع پڑھنا جائز نہیں ہو گا کیونکہ جب " حَتّٰی " ابتدائیہ ہو گا تو اس کا ماقبل، اس کے مابعد سے جدا ہو جائے گا پس ایسی صورت میں کان ناقصہ کا بغیر خبر کے ہونا لازم آئیگا پس یہاں کان کو ناقصہ ماننے کی صورت میں " حَتّٰی " کو ابتدائیہ نہیں مانا جاسکتا لہٰذا یہاں " حتی " حرف جر ہو گا اور اس کے بعد اَن ناصبہ مقدر ہو گا جس کی وجہ سے فعل مضارع مرفوع نہیں بلکہ منصوب ہو گا پھر یہ جار مجرور کسی محذوف کے متعلق ہو کر کان ناقصہ کی خبر ہو جائینگے۔ اسی طرح " سِرْتُ حَتّٰی تَدْخُلَهَا " میں حَتّٰی کو ابتدائیہ مان کر " تَدْخُلَ " فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ابتدائیہ ماننے کی صورت میں حتی کے ماقبل کا اس کے مابعد کے لیے سبب ہونا ضروری ہے لیکن یہاں ماقبل کا سبب ہونا متعذر ہے کیونکہ حتی کے ماقبل پر حرف استفہام داخل ہے جس کی وجہ سے وہ مشکوک فیہ ہے جبکہ حتی کا مابعد یقینی ہے لہٰذا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ سبب مشکوک فیہ ہو اور مسبب یقینی ہو تو جب یہاں حتی کا ماقبل سبب نہیں تو پھر حتی کے مابعد پر رفع پڑھنا بھی ممتنع ہو گا۔

وَجَازَ فِي التَّامَّةِ " کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر " كَانَ سَيْرِيْ حَتّٰى اَدْخُلَهَا " میں کان کو تامہ قرار دیا جائے تو پھر " حتی " کو ابتدائیہ مان کر مابعد فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے کیونکہ کان تامہ کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح " اَيُّهُمْ سَارَ حَتّٰى يَدْخُلَهَا " میں بھی حتی کو ابتدائیہ مان کر مابعد فعل مضارع پر رفع پڑھنا جائز ہے کیونکہ اس کے ماقبل کا مابعد کے لیے سبب درست ہے۔

متن: وَلَامُ كَيْ مِثْلُ اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَلَامُ الْجُحُوْدِ لَامُ تَاكِيْدٍ بَعْدَ النَّفْيِ لِكَانَ مِثْلُ " وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ " وَالْفَاءُ بِشَرْطَيْنِ اَحَدُهُمَا السَّبَبِيَّةُ وَالثَّانِيْ اَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَا اَمْرٌ اَوْ نَهْيٌ اَوْ اِسْتِفْهَامٌ اَوْ نَفْيٌ اَوْ تَمَنٍّ اَوْ عَرْضٌ وَالْوَاوُ بِشَرْطَيْنِ الْجَمْعِيَّةُ وَاَنْ يَكُوْنَ قَبْلَهَا مِثْلُ ذَالِكَ وَاَوْ بِشَرْطِ مَعْنٰى اِلٰى اَنْ اَوْ اِلَّا اَنْ وَالْعَاطِفَةُ اِذَا كَانَ الْمَعْطُوْفُ عَلَيْهِ اِسْمًا وَيَجُوْزُ اِظْهَارُ اَنْ مَعَ لَامِ كَيْ وَالْعَاطِفَةِ وَيَجِبُ مَعَ لَا فِي اللَّامِ عَلَيْهَا

ترجمہ: اور لام کی جیسے اسلمت لادخل الجنۃ اور لام جحد کان منفی کی تاکید کے لیے ہوتا ہے جیسے "ماکان اللہ لیعذ بھم" اور فاء دو شرطوں کے ساتھ، ان میں سے ایک سببیت ہے اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا ما قبل امر یا نہی یا استفہام یا نفی یا تمنی یا عرض ہو، اور او اس شرط کے ساتھ کہ وہ الی ان یا الا ان کے معنی میں ہو اور حرف عطف بشرطیکہ معطوف علیہ اسم ہو، اور جائز ہے ان کا ظاہر کرنا لام کی اور حرف عاطفہ کے ساتھ، اور ان ظاہر کرنا واجب ہے اس لام میں جو لاء نفی کے ساتھ ہو،

تشریح:

:2 **لام کی کے بعد:** لام کی کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور لام کی سے مراد وہ لام جارہ ہے جس کا ما قبل مابعد کے لیے سبب ہو، جیسے اَسْلَمْتُ لِاَدْخُلَ الْجَنَّۃَ

:3 **لام جحد کے بعد:** لام جحد کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے لام جحد وہ لام جارہ ہے جو کان منفی کی خبر پر تاکید کے لیے آتا ہے جیسے "مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ"

:4 **فاء کے بعد:** فاء کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے لیکن اس کے لیے دو شرطیں ہیں: (1) فاء کا ما قبل اس کے مابعد کے لیے سبب ہو جیسے اَسْلِمْ فَتَسْلِمَ، اس میں مثال میں اسلام لانا سبب ہے سلامتی کے لیے، (2) اس سے پہلے امر، نہی، نفی، استفہام، تمنی اور عرض میں سے کوئی ایک چیز موجود ہو، جیسے زُرْنِیْ فَاُکْرِمَکَ، لَا تَشْتِمْنِیْ فَاُھِیْنَکَ، مَاتَاْتِیْنَا فَتُحَدِّثُنَا، اَیْنَ بَیْتُکَ فَاَزُوْرَکَ، لَیْتَ لِیْ مَالًا فَاُنْفِقَ، اَلَا تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا۔

:5 **واؤ کے بعد:** واؤ کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے اور اس کے لیے بھی دو شرطیں ہیں: (1) وہ واؤ جمعیت یعنی مصاحبت اور معیت کے معنی میں ہو۔ (2) واؤ سے پہلے مذکورہ چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پائی جائے۔

:6 **اَو کے بعد:** اس او کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جو اِلٰی اَنْ یا اِلَّا اَنْ کے معنی میں ہو جیسے لَاَلْزَمَنَّکَ اَوْ تُعْطِیَنِیْ حَقِّیْ

:7 حرف عاطفہ کے بعد: حرف عاطفہ کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے بشرطیکہ معطوف علیہ اسم صریح ہو جیسے "اَعْجَبَنِیْ قِیَامُکَ ثُمَّ تَخْرُجَ"

وَيَجُوْزُ إِظْهَارُ أَنْ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ وہ مقامات بیان کر رہے ہیں جہاں ان مقدرہ کو ظاہر کرنا جائز ہے اور وہ دو مقام ہیں: لام کی کے ساتھ جیسے أَسْلَمْتُ لِأَدْخُلَ الْجَنَّةَ (2) حروف عاطفہ کے ساتھ جیسے أَعْجَبَنِيْ قِيَامُكَ ثُمَّ أَنْ تَخْرُجَ،

وَيَجِبُ مَعَ لَا ۔۔۔ الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ وہ مقام بیان کر رہے ہیں کہ جہاں ان مقدرہ کو ظاہر کرنا واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ جب لام نفی پر لام کی داخل ہو جیسے لِئَلَّا يَعْلَمَ۔

متن: وَيُنْجَزَمُ بِلَمْ وَلَمَّا وَلَامِ الْأَمْرِ وَلَا فِي النَّهْيِ وَكَلِمِ الْمُجَازَاةِ وَهِيَ إِنْ وَمَهْمَا وَإِذَا إِذْمَا وَحَيْثُمَا وَأَيْنَ وَمَتٰى وَمَا وَمَنْ وَأَيٌّ وَأَنّٰى وَأَمَّا مَعَ كَيْفَمَا وَإِذَا فَشَاذٌّ وَبِإِنْ مُقَدَّرَةً فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ مَاضِيًا وَنَفْيِهٖ وَلَمَّا مِثْلُهَا وَتَخْتَصُّ بِالْاِسْتِغْرَاقِ وَجَوَازِ حَذْفِ الْفِعْلِ وَلَامُ الْأَمْرِ الْمَطْلُوْبُ بِهَا الْفِعْلُ وَهِيَ مَكْسُوْرَةٌ أَبَدًا وَلَا النَّهْيِ الْمَطْلُوْبُ بِهَا التَّرْكُ وَكَلِمُ الْمُجَازَاةِ تَدْخُلُ عَلَى الْفِعْلَيْنِ لِسَبَبِيَّةِ الْأَوَّلِ وَمُسَبَّبِيَّةِ الثَّانِيْ وَيُسَمَّيَانِ شَرْطًا وَجَزَاءً فَإِنْ كَانَا مُضَارِعَيْنِ أَوِ الْأَوَّلُ فَالْجَزْمُ وَإِنْ كَانَ الثَّانِيْ فَالْوَجْهَانِ وَإِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًا بِغَيْرِ قَدْ لَفْظًا أَوْ مَعْنًى لَمْ يَجُزِ الْفَاءُ وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا أَوْ مَنْفِيًّا بِلَا فَالْوَجْهَانِ وَإِلَّا فَالْفَاءُ وَيَجِيْءُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ مَوْضِعَ الْفَاءِ

ترجمہ: اور مجزوم ہوتا ہے لم، لما، لام امر، لاء نہی کے داخل ہونے سے اور کلمات مجازاہ کی وجہ سے اور وہ "ان، مھما، اذاما، اذما، حیثما، این، متی، ما، من، ای، انی، باقی کیفما اور اذا کے ساتھ، پس وہ شاذ ہے اور اِن مقدرہ کی وجہ سے۔ پس لم مضارع کو ماضی میں بدل دیتا ہے اور مثبت کو منفی میں، اور لما بھی اسی طرح ہے اور لما استغراق کے ساتھ خاص ہے اور حذف فعل کے جواز کے ساتھ خاص ہے اور لام امر اس کے ذریعے سے فعل طلب کیا جاتا ہے اور وہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور لاء نہی کے ذریعہ سے ترک فعل مطلوب ہوتا ہے اور کلمات مجازاۃ دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں اول کے سبب اور ثانی کے مسبب ہونے کی وجہ سے اور دونوں فعل شرط وجزاء نام رکھے جاتے ہیں پس اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا مضارع ہو تو جزم لازم ہے اور اگر دوسرا

مضارع ہو تو دو وجہیں جائز ہیں اور جب جزاء فعل ماضی ہو بغیر قد کے لفظوں میں یا معنی میں تو فاء کا لانا جائز نہیں ،اور اگر جزاء فعل مضارع ہو چاہے مثبت ہو یالاء کے ساتھ منفی ہو تو دونوں وجہیں جائز ہیں ورنہ تو فاء لازم ہے اور جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ اذا آتا ہے۔

تشریح:

وَیُنْجَزَمُ بِلَمْ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ فعل مضارع کو چار حروف کی وجہ سے جزم دی جاتی ہے اور وہ چار حروف یہ ہیں لم ،لما،لام امر ،لائے نہیں، جیسے لم یضرب ،لمایضرب ،لیضرب ،لاتضرب۔ جس طرح چار حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں اسی طرح کلمات مجازات یعنی اسمائے شرط اور حروف شرطیہ بھی فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں۔

کلمات مجازات:

کلمات مجازات میں سے گیارہ کلمات ہمیشہ فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں وہ گیارہ کلمات یہ ہیں:ان، مھما، انما، حیثما، این ،متی، ما، من ،ای، انی، ایان ،ان کے علاوہ کَیْفَمَا اور اِذَا کا فعل مضارع کو جزم دینا شاذ ہے کیونکہ کَیْفَمَا احوال کے لیے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی مفقود ہیں لہٰذا اس کا عمل بھی درست نہیں۔ اور اِذَا کے بعد جزم اس لیے شاذ ہے کہ اس کے علاوہ باقی گیارہ حروف ان شرطیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اس لیے کہ ان بھی شک کے لیے آتا ہے اور یہ بھی شک کے لیے آتے ہیں جبکہ اِذَا یقین کے لیے آتا ہے اس وجہ سے اس کی مشابہت ان شرطیہ کے ساتھ ضعیف ہے اس لیے اِذَا عمل نہیں کرتا۔

جیسے اِنْ ملفوظ فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اسی طرح ان مقدر بھی فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔

فَلَمْ لِقَلْبِ الْمُضَارِعِ "کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حروف جازمہ کی تفصیل بیان کر رہے ہیں، پس لَمْ اور لَمَّا دونوں فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ لَمَّا میں استغراق کا معنی ہوتا ہے یعنی زمانی تکلم تک پورے زمانہ ماضی میں فعل کی نفی ہوتی ہے جیسے لَمَّا یَضْرِبْ (اس نے اب تک نہیں مارا) جبکہ لَمْ مطلق زمانہ ماضی میں فعل کی نفی کرنے کے لیے آتا ہے جیسے لَمْ یَضْرِبْ (اس نے نہیں مارا)۔ لَمْ اور لَمَّا میں دوسرا فرق یہ ہے کہ اگر کوئی قرینہ پایا جائے تو لَمَّا کے فعل کو حذف کرنا بھی جائے ہے جبکہ لَمْ کے فعل کو کسی صورت میں بھی حذف کرنا جائز نہیں، جیسے نَدِمَ الْاَمِیْرُ وَلَمَّا، جو کہ اصل میں نَدِمَ الْاَمِیْرُ وَلَمَّا یَنْفَعُهُ النَّدَمُ (امیر شرمندہ ہوا لیکن اب تک اس کی شرمندگی نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔) ہے۔

وَلَامُ الْاَمْرِ الْمَطْلُوْبُ بِهَا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ لام امر اور لائے نہی کا معنی بیان کر رہے ہیں کہ لام امر سے طلبِ فعل مقصود ہوتا ہے اور لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے اور لائے نہی سے ترکِ فعل مقصود ہوتا ہے۔

وَكَلِمُ الْمُجَازَاةِ تَدْخُلُ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کلمات شرط بیان کر رہے ہیں کہ وہ کلمات جو دو جملوں پر داخل ہو کر اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے جملے کا سبب ہے اور دوسرا جملہ پہلے جملے کے لیے جزاء ہے تو ان میں سے پہلے جملے کو شرط اور دوسرے جملے کو جزاء کہتے ہیں، انہی کلم المجازاۃ کو کلمات شرطیہ بھی کہتے ہیں۔

کلم المجازاۃ کا عمل:

1: اگر شرط و جزاء دونوں فعل مضارع ہوں یا صرف شرط فعلِ مضارع ہو تو فعل مضارع کو جزم دینا واجب ہے جیسے ان تضرب اضرب، ان تضرب ضربتک

2: اگر شرط فعل ماضی ہو اور جزاء فعل مضارع ہو تو جزم اور رفع دونوں جائز ہیں جیسے ان ضربتنی اضربک، اضربک

جزا پر فاء لانے کا حکم:

1: اگر جزاء فعل ماضی بغیر قد کے ہو تو جزاء پر فاء کا لانا جائز نہیں، چاہے ماضی لفظاً ہو یا معنیً جیسے ان ضربت ضربت، ان ضربت لم اضرب

2: اگر جزاء فعل مضارع مثبت ہو یا لا کے ساتھ منفی ہو تو اس وقت جزاء پر فاء لانا یا نہ لانا دونوں صورتیں جائز ہیں۔

اور اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہو تو جزاء کے شروع میں فاء لانا واجب ہے جیسے ان اکرمتنی الیوم فقد اکرمتك امس۔اور کبھی فاء کی جگہ میں اذا مفاجاتیہ آتا ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے ان تصبھم بما قدمت ایدیھم اذاھم یقنطون ای فھم یقنطون

متن: وَاِنْ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَ الْاَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ اِذَا قُصِدَ السَّبَبِيَّةُ نَحْوُ اَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَلَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّةَ وَامْتَنَعَ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ خِلَافًا لِلْكَسَائِيِّ لِاَنَّ التَّقْدِيْرَ اِنْ لَا تَكْفُرْ اَلْاَمْرُ صِيْغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِحَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَحُكْمُ آخِرِهٖ حُكْمُ الْمَجْزُوْمِ فَاِنْ كَانَ بَعْدَهٗ سَاكِنٌ وَلَيْسَ بِرُبَاعِيٍّ زِدْتَّ هَمْزَةَ وَصْلٍ مَضْمُوْمَةً اِنْ كَانَ بَعْدَهٗ ضَمَّةٌ وَمَكْسُوْرَةً فِيْمَا سِوَاهُ مِثْلُ اُقْتُلْ وَاِضْرِبْ وَاِعْلَمْ وَاِنْ كَانَ رُبَاعِيًّا فَمَفْتُوْحَةٌ مَقْطُوْعَةٌ

ترجمہ: ان مقدر ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد بشرطیکہ سببیت کا ارادہ کیا جائے جیسے اسلم تدخل الجنۃ اور لاتکفر تدخل الجنۃ، اور ممتنع ہے "لاتکفر تدخل النار، کسائی کا اختلاف ہے کیونکہ تقدیری عبارت اس طرح ہے ان لاتکفر۔امر ایسا صیغہ ہے کہ اس کے ذریعے فاعل حاضر سے فعل طلب کیا جاتا ہے، حرف مضارع حذف کرنے کے بعد، اور اس کے آخر کا حکم مجزوم کے حکم کی طرح ہے پس اگر اس کا مابعد ساکن ہو اور رباعی نہ ہو تو ہمزہ وصل مضموم زائد کرو جبکہ اس کا مابعد مضموم ہو اور ہمزہ وصل مکسور زائد کرو اس کے علاوہ میں جیسے اقتل، اضرب، اعلم، اور اگر رباعی ہو تو وہ ہمزہ مفتوح مقطوع ہوتا ہے۔

تشریح:

وَاِنْ مُقَدَّرَةٌ بَعْدَ الْاَمْرِ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایسے مقامات بیان کررہے ہیں جہاں ان مقدر ہوتا ہے چنانچہ ایسے پانچ مقامات ہیں کہ جہاں ان شرطیہ، شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے اور فعل مضارع کو جزم دیتا ہے بشرطیکہ پہلی چیز دوسری کے لیے سبب ہو جیسے امر کے بعد: اَسْلِمْ تَدْخُلِ الْجَنَّۃَ، نہی کے بعد: لَاتَکْفُرْ تَدْخُلِ الْجَنَّۃَ، استفہام کے بعد: ھَلْ عِنْدَکُمْ مَاءٌ اَشْرِبْہُ، تمنی کے بعد: لَیْتَ لِی مَالًا فَاَنْفِقْہُ، عرض کے بعد: اَلَا تَنْزِلْ بِنَا تُصِیْبَ خَیْرًا

اور جمہور کے نزدیک "لَاتَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ" والی مثال ممتنع ہے کیونکہ "لَاتَکْفُرْ" نہی کا صیغہ ہے جو فعل منفی کے مقدر ہونے کا قرینہ ہے فعل مثبت کے مقدر ہونے کا قرینہ نہیں، لہٰذا تقدیری عبارت اس طرح ہوگی "اِنْ لَاتَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ" اور اس معنی کا فساد ظاہر ہے کیونکہ کفر نہ کر دخول جنت کا سبب ہے نہ کہ دخول نار کا۔ امام کسائی نے جمہور کے ساتھ مخالفت کرتے ہوئے اس مثال کو جائز قرار دیا ہے کیونکہ عرف میں فعل مثبت کی تقدیر پر قرینہ ہے لہٰذا عرف کا اعتبار کرتے ہوئے کہا جائے گا اور تقدیری عبارت یوں ہوگی "اِنْ تَکْفُرْ تَدْخُلِ النَّارَ"، اور اس معنی میں کوئی فساد نہیں، لہٰذا یہ جائز ہے۔

"اَلْاَمْرُ صِیْغَۃٌ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل امر کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ فعل امر وہ فعل ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے کسی فعل کو طلب کیا جائے، اسے فعل مضارع سے علامت مضارع حذف کرنے کے ساتھ بنایا جاتا ہے۔

فعل امر کا حکم:

1: فعل امر کے آخر حرف کا حکم وہی ہے جو فعل مضارع مجزوم کے آخری حرف کا ہے یعنی حالتِ جزمی میں فعل مضارع کا آخری حرف مجزوم ہوتا ہے اسی طرح امر صحیح کا آخر بھی مبنی بر سکون ہوتا ہے جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ

2: جس طرح فعل مضارع معتل کے آخر سے حرف علت حذف ہوجاتا ہے اسی طرح فعل امر معتل کے آخر سے بھی حرف علت حذف ہوجاتا ہے جیسے تَرْمِیْ سے اِرْمِ

3: جس طرح فعل مضارع کے آخر سے نون اعرابی حرف جازم کی وجہ سے گر جاتا ہے اسی طرح فعل امر کے آخر سے بھی نون اعرابی گر جاتا ہے جیسے تَضْرِبَانِ سے اِضْرِبَا

فعل امر بنانے کا طریقہ:

فعل امر معروف کو فعل مضارع معروف سے بنایا جاتا ہے لہٰذا اسے بناتے ہوئے یہ دیکھیں گے کہ حرف مضارع کے بعد والا حرف ساکن ہو ہے یا متحرک، اگر متحرک ہو تو حرف مضارع کو حذف کرنے کے بعد صرف آخری حرف کو جزم دیں گے جیسے تَعِدُ سے عِدْ، تَقِيْ سے قِ

اور اگر بعد والا حرف متحرک نہ ہو بلکہ ساکن ہو تو ماضی چہار حرفی والے باب یعنی باب افعال کے علاوہ دیگر ابواب میں اس کے شروع میں ہمزہ وصلی لگا دیں گے اور بعد والا حرف اگر مضموم ہو تو شروع میں ہمزہ وصلی مضموم لائیں گے اور اگر بعد والا حرف مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ وصلی مکسور لائیں گے جیسے یَنْصُرُ سے اُنْصُرْ، یَضْرِبُ سے اِضْرِبْ، یَعْلَمُ سے اِعْلَمْ

اور اگر ماضی چہار حرفی والا باب یعنی باب افعال ہو تو ہمزہ قطعی مفتوح کو واپس لا دیں گے جیسے تُکْرِمُ سے اَکْرِمْ

متن: فِعْلُ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ مَا حُذِفَ فَاعِلُهُ فَإِنْ كَانَ مَاضِيًا ضُمَّ أَوَّلُهُ وَكُسِرَ مَا قَبْلَ آخِرِهِ وَيُضَمُّ الثَّالِثُ مَعَ هَمْزَةِ الْوَصْلِ وَالثَّانِيْ مَعَ التَّاءِ خَوْفَ اللُّبْسِ وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ الْاَفْصَحُ قِيْلَ وَبِيْعَ وَجَاءَ الْإِشْمَامُ وَالْوَاوُ وَمِثْلُهُ بَابُ أُخْتِيْرَ وَأُنْقِيْدَ دُوْنَ أُسْتُخِيْرَ وَأُقِيْمَ وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا ضُمَّ أَوَّلُهُ وَفُتِحَ مَا قَبْلَ آخِرِهِ وَمُعْتَلُّ الْعَيْنِ يَنْقَلِبُ فِيْهِ الْعَيْنُ أَلِفًا

ترجمہ: فعل مالم یسم فاعلہ وہ فعل ہے کہ جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو پس اگر ماضی ہو تو اول حرف کو ضمہ اور اس کے آخر کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا اور ہمزہ وصل کے ساتھ تیسرے حرف کو ضمہ دی جائے گی، اور تاء کے ساتھ دوسرے حرف کو ضمہ دینگے التباس کے خوف کی وجہ سے، اور ماضی مجہول معتل العین میں زیادہ فصیح فاء کلمہ کا کسرہ ہے جیسے قیل، بیع، اور اشمام اور واؤ آیا ہے، اور اس کی طرح باب اختیر اور انقید، استخیر، اور اقیم اس جیسا نہیں ہے۔ اور اگر فعل مضارع ہو تو اس کے اول کو ضمہ دیا جائے گا اور آخر کے ماقبل کو فتحہ دیا جائے گا اور معتل العین میں عین کلمہ الف سے بدل جائے گا۔

تشریح:

فِعۡلُ مَا لَمۡ یُسَمَّ فَاعِلُہٗ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل مجہول کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ فعل مجہول وہ فعل ہے جس کے فاعل کو حذف کرکے اس کے قائم مقام، مفعول کو کر دیا گیا ہو جیسے ضُرِبَ (مارا گیا وہ ایک مرد)

فعل مجہول بنانے کا طریقہ:

اگر وہ فعل ماضی ہو جس کے فاعل کو حذف کرکے اس کے قائم مقام، مفعول کو کیا گیا ہو تو اس کے پہلے حرف کو ضمہ دے کر ماقبل آخر کو کسرہ دینگے جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ

اور اگر ماضی کے شروع میں ہمزہ وصلی ہو تو اسے ضمہ دے کر ماضی کے تیسرے حرف کو بھی ضمہ دینگے جیسے اِجۡتَنَبَ سے اُجۡتُنِبَ

اور اگر ماضی کے شروع میں تاء ہو تو اس کو مجہول بناتے وقت تاء اور دوسرے حرف کو ضمہ دینگے جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ۔ دوسرے حرف کو ضمہ اس لیے دینگے تاکہ باب تفعیل اور باب مفاعلہ کے مضارع معروف کے ساتھ التباس لازم نہ آئے کیونکہ یہاں اگر دوسرے حرف کو ضمہ نہ دیا جائے تو معلوم نہیں ہو گا کہ یہ باب تفعل اور تفاعل کی ماضی مجہول ہے یا باب تفعیل اور باب مفعالہ کا مضارع معروف ہے۔

وَمُعۡتَلُّ الۡعَیۡنِ الۡاَفۡصَحُ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ اجوف کی ماضی مجہول میں واقع ہونے والے فرق کو بیان کررہے ہیں چنانچہ،

اگر فعل اجوف ہو تو اس کے فعل ماضی مجہول میں بھی حسب قاعدہ فاء کلمہ کو ضمہ اور عین کلمہ کو کسرہ دیا جائیگا، اس کے بعد ماضی مجہول میں تین صورتیں جائز ہیں:

(1) ماضی کی حرکت حذف کرکے عین کلمہ یعنی واؤ اور یاء کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیں ایسی صورت میں واؤ ساکن کسرہ کے بعد یاء ہو جائیگی جیسے قُوِلَ سے قِیْلَ اور بُیِعَ سے بِیْعَ

(2) مذکورہ تبدیلی کرنے کے بعد اشام کرنا بھی جائز ہے یعنی فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی بو دے کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

(3) فاء کلمہ کی ضمہ کو باقی رکھ کر عین کلمہ کی حرکت حذف کردیں ایسی صورت میں یاء ساکن ماقبل ضمہ ہونے کی وجہ سے واؤ سے بدل جائیگی جیسے قُوِلَ سے قُوْلَ اور بُیِعَ سے بُوْعَ

ان تینوں صورتوں میں سے ہر ایک صورت کو اختیار کیا جاسکتا ہے لیکن ان تمام میں پہلی صورت افصح ہے۔

وَمِثْلُهُ بَابُ أُخْتِيْرَ وَأُنْقِيْدَ--" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جس طرح ثلاثی مجرد کی ماضی معتل العین میں مذکورہ تین صورتیں درست ہیں اسی طرح یہ وجوہ باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول معتل العین میں بھی درست ہیں۔ البتہ باب اُسْتُخِيْرَ اور أُقِيْمَ یعنی باب استفعال اور افعال کی ماضی مجہول میں درست نہیں ہیں۔

وَإِنْ كَانَ مُضَارِعًا۔۔الخ" کی وضاحت:

فعل مضارع مجہول بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اول حرف کو ضمہ دیا جائے گا اور آخری حرف سے پہلے جو حرف ہے اس کو فتحہ دیا جائے گا جیسے یقتل سے یقتل، اور اگر مضارع معتل العین ہو تو اس کو صرفی قاعدے کے مطابق الف سے بدل دیا جائے گا جیسے يَقُوْلُ سے يُقَالُ اور يَبِيْعُ سے يُبَاعُ۔

متن: اَلْمُتَعَدِّيْ وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّيْ فَالْمُتَعَدِّيْ مَا يَتَوَقَّفُ فَهْمُهُ عَلٰى مُتَعَلِّقٍ كَضَرَبَ وَغَيْرُ الْمُتَعَدِّيْ بِخِلَافِهِ كَقَعَدَ وَالْمُتَعَدِّيْ يَكُوْنُ اِلٰى وَاحِدٍ كَضَرَبَ وَاِلٰى اِثْنَيْنِ كَاَعْطٰى وَعَلِمَ وَاِلٰى ثَلَاثَةٍ كَاَعْلَمَ وَاَرٰى وَاَنْبَاَ وَنَبَّاَ وَاَخْبَرَ وَخَبَّرَ وَحَدَّثَ وَهٰذِهٖ مَفْعُوْلُهَا الْاَوَّلُ كَمَفْعُوْلِ اَعْطَيْتُ وَالثَّانِيْ وَالثَّالِثُ كَمَفْعُوْلَيْ عَلِمْتُ

ترجمہ: متعدی اور غیر متعدی، پس متعدی وہ ہے کہ اس کا سمجھنا متعلق پر موقوف ہو جیسے ضرب، اور غیر متعدی وہ ہے جو اس کے خلاف ہو جیسے قعد، اور متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے ضرب اور کبھی دو کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعطی، اعلم، اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے اعلم، اری، انبا، نبا، اخبر، خبر، حدث، اور ان سب کا مفعول اول اعطیت کے مفعول اول کی طرح ہے اور ان کا مفعول ثانی وثالث ایسا ہے جیسے باب علمت کے دونوں مفعول۔

اَلْمُتَعَدِّیْ وَغَیْرُ الْمُتَعَدِّیْ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل کی دو قسمیں، متعدی اور غیر متعدی کو بیان کر رہے ہیں چنانچہ متعدی فعل وہ ہے جس کا سمجھنا فاعل کے سوا دیگر متعلقات کے سمجھنے پر موقوف ہو، غیر فاعل سے مفعول بہ مراد ہے جیسے ضَرَبَ کا سمجھنا، فاعل کے ساتھ ساتھ مفعول بہ پر بھی موقوف ہے۔

غیر متعدی وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے سمجھنے پر موقوف ہو جیسے قَعَدَ، اس کا سمجھنا فاعل کے سوا کسی متعلق پر موقوف نہیں۔

فعل متعدی کی اقسام:

فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں: (1) جو ایک مفعول کی طرف متعدی ہو جیسے ضرب زید عمروا، (2) جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور دو میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہو جیسے اعطیت زیدا درھما، اس کو "اعطیت درھما" پڑھنا بھی جائز ہے۔ (3) جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو مگر ان دونوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہ ہو بلکہ دونوں کو ذکر کرنا ضروری ہو جیسے علمت زیدا فاضلا، ان دو مفعولوں میں سے کسی ایک کو حذف کرنا جائز نہیں۔ (4) جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو جیسے "اعلم اللہ زیدا عمروا فاضلا"، اسی طرح "اری، انبا، نبا، اخبر، خبر، حدث" بھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

وَهٰذِهٖ مَفْعُوْلُهَا اَلْاَوَّلُ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مذکورہ چوتھی قسم کے افعال کا پہلا مفعول باب اعطیت کے مفعول کی طرح ہے یعنی اس کو برقرار رکھنا اور حذف کرنا دونوں جائز ہیں، اور ان افعال کا دوسرا اور تیسرا مفعول باب علمت کے مفعول کی طرح

ہیں یعنی جس طرح کہ باب علمت کے مفعولوں میں سے ایک کو حذف کرنا اور دوسرے کو بر قرار رکھنا جائز نہیں، اسی طرح ان افعال کے مفعول ثانی و ثالث میں سے ایک کو حذف کرنا اور دوسرے کو بر قرار رکھنا جائز نہیں۔

متن: اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ ظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَزَعَمْتُ وَعَلِمْتُ وَرَاَيْتُ وَوَجَدْتُ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِبَيَانِ مَاهِيَ عَنْهُ فَتَنْصِبُ الْجُزْئَيْنِ وَمِنْ خَصَائِصِهَا اَنَّهُ اِذَا ذُكِرَ اَحَدُهُمَا ذُكِرَ الْآخَرُ بِخِلَافِ بَابِ اَعْطَيْتُ وَمِنْهَا جَوَازُ الْاِلْغَاءِ اِذَا تَوَسَّطَتْ اَوْ تَاَخَّرَتْ لِاِسْتِقْلَالِ الْجُزْئَيْنِ كَلَامًا وَمِنْهَا اَنَّهَا تُعَلَّقُ قَبْلَ الْاِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَاللَّامِ مِثْلُ عَلِمْتُ اَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَمِنْهَا اَنَّهَا يَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُوْلُهَا ضَمِيْرَيْنِ لِشَيْءٍ وَاحِدٍ مِثْلُ عَلِمْتُنِيْ مُنْطَلِقًا وَلِبَعْضِهَا مَعْنًى آخَرُ يَتَعَدّٰى بِهٖ اِلٰى وَاحِدٍ فَظَنَنْتُ بِمَعْنٰى اِتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنٰى عَرَفْتُ وَرَاَيْتُ بِمَعْنٰى اَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنٰى اَصَبْتُ

ترجمہ: افعال قلوب ظننت، حسبت، خلت، زعمت، علمت، رایت، وجدت ہیں یہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اس چیز کو بیان کرنے کے لیے جس سے وہ جملہ صادر ہونے والا ہے، پس یہ دونوں جزؤں کو نصب دیتے ہیں اور افعال قلوب کے خصائص میں سے ہے کہ جب ان کے دو مفعولوں میں سے وئی ایک مفعول ذکر کیا جائے گا تو دوسرا بھی ذکر کیا جائیگا۔ بر خلاف باب اعطیت کے، اور ان خصائص میں سے ہے کہ ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے جب یہ درمیان میں واقع ہوں یا مؤخر ہوں ، دونوں جزؤں کے مستقل کلام ہونے کی وجہ سے اور ان خصائص میں سے ہے کہ افعال قلوب کو معلق کر دیا جاتا ہے استفہام، نفی اور لام میں سے پہلے جیسے علمت ازید عندک ام عمرو، اور ان خصائص میں ہے کہ جائز ہو کہ ان کا فاعل اور مفعول شے واحد کی ضمیریں ہوں جیسے علمتنی منطلقا اور بعض افعال قلوب کے لیے ایک دوسرے معنی ہیں جس کی وجہ سے یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں چنانچہ ظننت، اتھمت کے معنی میں، علمت، عرفت کے معنی میں، رایت، ابصرت کے معنی میں اور وجدت، اصبت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

تشریح:

"اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال قلوب کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ افعال قلوب ایسے افعال ہے جن کا صدور قلب سے ہوتا ہے ظاہری اعضاء سے ان کا صدور نہیں ہوتا اسی لیے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں۔ افعال قلوب سات ہیں: "ظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَزَعَمْتُ وَعَلِمْتُ وَرَاَیْتُ وَوَجَدْتُّ "ان میں سے پہلے تین ظن کے لیے آتے ہیں جبکہ "زَعَمْتُ"، ظن اور علم دونوں کے لیے آتا ہے اور آخری تین صرف علم کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

افعال قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اس چیز کو بیان کرنے کے ل یے کہ یہ جملہ کس قبیل سے ہے، کیا یقین کے قبیل سے ہے یا شک کے قبیل سے، اور یہ جملے کی دونوں جزؤں یعنی مبتداء اور خبر کو نصب دیتے ہیں جیسے "عَلِمْتُ زَیْدًا فَاضِلًا"

افعال قلوب کے خصائص:

1: افعال قلوب کے دونوں مفعولوں میں سے کسی ایک مفعول کو حذف کر کے ایک پر اکتفاء کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں مفعول بمنزلہ ایک مفعول بہ کے ہیں بخلاف باب اعطیت کے کہ اس کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا درست ہے۔

2: جب افعال قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان ہوں یا ان دونوں کے بعد ہوں تو اس صورت میں ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے کیونکہ ان دونوں اسموں میں مبتداء اور خبر بننے کی صلاحیت موجود ہے اور افعال قلوب ضعیف عامل ہیں وہ درمیان میں ہو کر یا بعد میں ہو کر عمل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

3: جب افعال قلوب، استفہام، نفی یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو ان کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے اگرچہ معنیً عمل کرتے ہیں جیسے عَلِمْتُ اَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو (میں نے جان لیا کہ تیرے پاس یا تو زید ہے یا عمرو)

4: اگر افعال قلوب کا فاعل اور مفعول دونوں کسی ایک چیز کی ضمیر متصل ہوں تو ان کے فاعل اور مفعول کے درمیان نفس یا عین کے ساتھ فصل نہ کرنا بھی جائز ہے جیسے "عَلِمْتُنِیْ مُنْطَلِقًا" اس مثال میں فاعل اور مفعول دونوں متکلم کی ضمیریں ہیں اور ان کے بیچ میں نفس یا عین کے ساتھ فصل بھی نہیں کیا گیا، حالانکہ افعال قلوب کے علاوہ دیگر افعال کے لیے ضروری ہے کہ ایسی صورت میں ان کے فاعل اور مفعول کے درمیان نفس یا عین سے فصل کیا جائے یہی وجہ ہے کہ "اِتَّقِكَ" نہیں کہہ سکتے بلکہ "اِتَّقِ نِفْسَكَ" کہیں گے۔

وَلِبَعْضِهَا مَعْنًى آخَرُ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ افعال قلوب میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جو فعل قلب کے سوا دیگر معانی پر بھی دلالت کرتے ہیں اس وقت یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی نہیں ہوتے بلکہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں جیسے "ظَنَنْتُ زَیْدًا" بمعنی "اِتَّهَمْتُ زَیْدًا"(میں نے زید کو تہمت لگائی)،اور "عَلِمْتُ زَیْدًا" بمعنی "عَرَفْتُ زَیْدًا"(میں نے زید کو پہچان لیا)،اسی طرح "رَاَیْتُ" بمعنی "اَبْصَرْتُ"(میں نے آنکھوں سے دیکھا)اور "وَجَدْتُ" بمعنی "اَصَبْتُ"(میں نے پالیا)،ان چاروں افعال کے علاوہ دیگر افعال قلوب کسی اور معنی میں استعمال نہیں ہوتے۔

متن: اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ مَا وُضِعَ لِتَقْرِيرِ الْفَاعِلِ عَلٰى صِفَةٍ وَهِيَ (كَانَ)، وَ (صَارَ)، وَ (أَصْبَحَ)، وَ (أَمْسٰى)، وَ (أَضْحٰى)، وَ (ظَلَّ)، وَ (بَاتَ)، وَ (آضَ)، وَ (عَادَ)، وَ (غَدَا)، وَ (رَاحَ)، وَ (مَا زَالَ)، وَ (مَا بَرِحَ)، وَ (مَا فَتِئَ)، وَ (مَا انْفَكَّ)، وَ (مَا دَامَ)، وَ (لَيْسَ) وَقَدْ جَاءَ (مَا جَاءَتْ حَاجَتَكَ؟)، وَ (قَعَدَتْ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ)، تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْاِسْمِيَّةِ لِإِعْطَاءِ الْخَبَرِ حُكْمَ مَعْنَاهَا، فَتَرْفَعُ الْأَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِيَ مِثْلُ (كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا)

ترجمہ: افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو کسی مخصوص صفت پر فاعل کو ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں اور وہ سترہ ہیں: (كَانَ)، وَ (صَارَ)، وَ (أَصْبَحَ)، وَ (أَمْسٰى)، وَ (أَضْحٰى)، وَ (ظَلَّ)، وَ (بَاتَ)، وَ (آضَ)، وَ (عَادَ)، وَ (غَدَا)، وَ (رَاحَ)، وَ (مَا زَالَ)، وَ (مَا بَرِحَ)، وَ (مَا فَتِئَ)، وَ (مَا انْفَكَّ)، وَ (مَا دَامَ)، وَ (لَيْسَ) اور کبھی (مَا جَاءَتْ حَاجَتَكَ؟)، وَ (قَعَدَتْ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ) بھی آتا ہے یعنی جاء بمعنی کان اور قعدت بمعنی صارت بھی آتا ہے اور یہ افعال جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں خبر کو اپنے معنی کا حکم دینے کے لیے، پس اول کو رفع اور جزء ثانی کو نصب دیتے ہیں جیسے کان زید قائما،

تشریح:

اَلْاَفْعَالُ النَّاقِصَةُ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال ناقصہ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ افعال ناقصہ ایسے افعال ہیں جو اپنی صفت کے علاوہ کسی مخصوص صفت سے فاعل کو ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا، یہ سترہ ہیں جو درج ذیل ہیں:

(کَانَ)، وَ (صَارَ)، وَ (أَصْبَحَ)، وَ (أَمْسٰی)، وَ (أَضْحٰی)، وَ (ظَلَّ)، وَ (بَاتَ)، وَ (آضَ)، وَ (عَادَ)، وَ (غَدَا)، وَ (رَاحَ)، وَ (مَا زَالَ)، وَ (مَا بَرِحَ)، وَ (مَا فَتِئَ)، وَ (مَا انْفَكَّ)، وَ (مَا دَامَ)، وَ (لَيْسَ) اور کبھی (مَا جَاءَتْ حَاجَتَكَ؟)، وَ (قَعَدَتْ كَأَنَّهَا حَرْبَةٌ) بھی آتا ہے یعنی جَاءَ بمعنی کَانَ اور قَعَدَتْ بمعنی صَارَتْ بھی استعمال ہوتا ہے۔

افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اپنے معنی کا حکم اور اثر خبر کو دیں، اور یہ جملہ اسمیہ کے پہلے جزء کو رفع اور دوسرے جزء کو نصب دیتے ہیں جیسے کَانَ زَیْدٌ قَائِمًا۔

متن: فَكَانَ تَكُوْنُ نَاقِصَةً لِثُبُوْتِ خَبَرِهَا مَاضِيًا دَائِمًا أَوْ مُنْقَطِعًا، وَبِمَعْنٰی (صَارَ)، وَيَكُوْنُ فِيْهَا ضَمِيْرُ الشَّأْنِ، وَتَكُوْنُ تَامَّةً بِمَعْنٰی ثَبَتَ، وَزَائِدَةً وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ وَأَصْبَحَ وَأَمْسٰی وَأَضْحٰی لِاِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِأَوْقَاتِهَا، وَبِمَعْنٰی صَارَ، وَتَكُوْنُ تَامَّةً وَظَلَّ وَبَاتَ لِاِقْتِرَانِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ بِوَقْتَيْهِمَا، وَبِمَعْنٰی صَارَ وَمَا زَالَ وَمَا بَرِحَ وَمَا فَتِئَ وَمَا انْفَكَّ لِاِسْتِمْرَارِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا مُذْ قَبِلَهُ وَيَلْزَمُهَا النَّفْيُ وَمَادَامَ لِتَوْقِيْتِ أَمْرٍ بِمُدَّةِ ثُبُوْتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ اِلٰی كَلَامٍ لِاَنَّهُ ظَرْفٌ وَلَيْسَ لِنَفْيِ مَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ حَالًا وَقِيْلَ مُطْلَقًا وَيَجُوْزُ تَقْدِيْمُ اَخْبَارِهَا كُلِّهَا عَلٰی اَسْمَائِهَا وَهِيَ فِيْ تَقْدِيْمِهَا عَلَيْهَا عَلٰی ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ قِسْمٌ يَجُوْزُ وَهُوَ مِنْ كَانَ اِلٰی رَاحَ وَقِسْمٌ لَا يَجُوْزُ وَهُوَ مَا فِيْ اَوَّلِهٖ مَا خِلَافًا لِاِبْنِ كَيْسَانَ فِيْ غَيْرِ مَادَامَ وَقِسْمٌ مُخْتَلَفٌ فِيْهِ وَهُوَ لَيْسَ

ترجمہ: پس کلمہ کان ناقصہ ہوتا ہے جو زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثبوت کے لیے ہوتا ہے چاہے دائماً ہو یا انقطاعاً ہو اور بمعنی صار ہوتا ہے اور میں ضمیر شان ہوتی ہے اور کان تامہ ہوتا ہے بمعنی ثبت اور زائدہ ہوتا ہے۔ اور صار انتقال کے لیے ہوتا ہے اور اصبح، امسی اور اضحیٰ اپنے اوقات کے ساتھ مضمون جملہ کو ملانے کے لئے آتے ہیں اور بمعنی صار ہوتے ہیں اور یہ افعال تامہ بھی ہوتے ہیں اور ظل اور بات مضمون جملہ کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لیے آتے ہیں اور بمعنی صار ہوتے ہیں اور مازال

،مابرح،مافتیٔ،مانفک اپنی خبروں کو اپنے فاعل کے لیے استمرار کے ساتھ ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اور ان کو نفی لازم ہوتی ہے۔اور مادام اپنے فاعل کے لیے خبر کے ثابت ہونے کی مدت کے ساتھ کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لیے آتا ہے اور اسی وجہ سے وہ ایک مستقل کلام کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ وہ ظرف ہوتا ہے اور لیس زمانہ حال مین مضمون جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے اور بعض نے کہا کہ ہر زمانے کی نفی کے لیے آتا ہے تمام افعال ناقصہ کی خبروں کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز ہے،افعال ناقصہ کی خبروں کو خود انہی پر مقدم کرنے کے سلسلے میں افعال ناقصہ کی تین قسمیں ہیں ،ایک قسم یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور وہ افعال کان سے راح تک ہیں،اور ایک قسم یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں،وہ ایسے افعال ہیں کہ جن کے شروع میں ما آتا ہے بر خلاف ابن کیسان کے مادام کے علاوہ میں اور ایک قسم وہ ہے کہ جس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اور وہ لیس ہے۔

تشریح:

فَكَانَ تَكُوْنُ نَاقِصَةً ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کان کی اقسام بیان کر رہے ہیں کہ کان کی تین قسمیں ہیں:ناقصہ،تامہ اور زائدہ

کان ناقصہ:

وہ کان ہے جو زمانہ ماضی میں اپنے اسم کے لیے خبر کے ثبوت پر دلالت کرے۔کان ناقصہ کی چار قسمیں ہیں:

1: **دائمہ:** وہ کان ناقصہ جو یہ خبر دے کہ زمانہ ماضی میں خبر اس کے اسم کے لیے ثابت تھی جیسے كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا

2: **منقطعہ:** وہ کان ناقصہ جو یہ خبر دے کہ زمانہ ماضی میں خبر اس کے اسم کے لیے ثابت تھی لیکن اب ثابت نہیں رہی۔جیسے كَانَ زَيْدٌ شَابًّا

3: **بمعنی صار:** وہ کان ناقصہ جو صار کے معنی میں ہو یعنی اپنے اسم کی حالت کی تبدیلی یا حقیقت کی تبدیلی کی خبر دے۔جیسے كَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ

4: کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان مستتر ہوتی ہے جو کہ کان کا اسم ہوتی ہے اور مابعد جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہوتا ہے اور وہ اس کی خبر ہوتی ہے جیسے كَانَ زَيْدٌ جَاهِلٌ

کان تامہ:

وہ کان جو صرف فاعل پر ہی پورا ہو جائے اسے خبر کی حاجت نہ پڑے جیسے كَانَ مَطَرٌ

کان زائدہ:

وہ کان جس کو حذف کر دینے سے معنی میں کوئی فرق نہ پڑے جیسے کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِي الْمَھْدِ صَبِیًّا

وَصَارَ لِلْاِنْتِقَالِ۔۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ صار کا معنی بیان کر رہے ہیں کہ صار انتقال کے لیے آتا ہے یعنی اپنے اسم کی ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف تبدیلی کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے صَارَ زَیْدٌ عَالِمًا

وَأَصْبَحَ وَأَمْسٰی وَأَضْحٰی۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان تینوں کے معانی بیان کر رہے ہیں کہ ان تینوں لفظوں کے لیے تین تین معانی ہیں:

1: یہ تینوں اس چیز کو بیان کرنے کے لیے آتے ہیں کہ مضمون جملہ ان کے اوقات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

2: بمعنی صار ہوتے ہیں یعنی اپنے اسم کی صفت کے لحاظ سے یا حقیقت کے لحاظ سے تبدیلی کو بیان کرنے کے لیے آتے ہیں۔

3: یہ تینوں تامہ ہوتے ہیں یعنی صرف فاعل پر ہی پورے ہو جاتے ہیں انہیں خبر کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

وَظَلَّ وَبَاتَ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ان دونوں کے معانی بیان کر رہے ہیں:

1: یہ دونوں اس چیز کو بیان کرنے کے لیے آتے ہیں کہ مضمون جملہ ان کے اوقات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔

2: بمعنی صار ہوتے ہیں یعنی اپنے اسم کی صفت کے لحاظ سے یا حقیقت کے لحاظ سے تبدیلی کو بیان کرنے کے لیے آتے ہیں۔

"مَازَالَ" سے "مَاانْفَکَّ" تک یہ چاروں یہ بیان کرنے کے لیے آتے ہیں کہ جب سے ان کے فاعل نے خبروں کو قبول کیا ہے تب سے خبریں ان کے فاعل کے لیے بطورِ دوام ثابت ہیں، ان سے پہلے حرف نفی لازمی ہوتا ہے۔

"مَادَامَ"، فاعل کے لیے خبر کے ثبوت کی مدت تک کسی کام کا وقت متعین کرنے کے لیے آتا ہے اسی لیے اس کو استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس سے پہلے کوئی مستقل کلام ہو جس کا وقت متعین کیا گیا ہو کیونکہ یہ ظرف ہوتا ہے مستقل کلام نہیں ہوتا۔

اور جمہور کے نزدیک "لَیْسَ" زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرنے کے لیے آتا ہے جیسے لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا یعنی زید ابھی کھڑا نہیں ہے۔ اور امام سیبویہ کے نزدیک یہ مطلقا مضمون جملہ کی نفی کے لیے آتا ہے۔

وَیَجُوْزُ تَقْدِیْمُ اَخْبَارِھَا کُلِّھَا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ افعال ناقصہ میں یہ جائز ہے کہ ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہو کیونکہ فعل عامل قوی ہے لہٰذا معمولات مرتبہ اور غیر مرتبہ دونوں میں عمل کر سکتا ہے جیسے کان قائماً زید

افعال ناقصہ کی خبر کا خود افعال ناقصہ پر مقدم ہونا جائز ہے یا نہیں؟

اس اعتبار سے افعال ناقصہ کی تین قسمیں ہیں:

1: کان سے "رَاحَ" تک گیارہ افعال ناقصہ ہیں ان پر ان کی خبر کی تقدیم جائز ہے۔

2: وہ افعال ناقصہ جن کے شروع میں "مَا" ہو ان پر ان کی خبر کی تقدیم جائز نہیں، البتہ اس میں ابن کیسان نحوی کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک صرف مادام کی خبر مادام پر مقدم نہیں ہو سکتی، باقی میں تقدیم خبر جائز ہے۔

3: "لَیْسَ" میں کوفیوں اور بصریوں کا اختلاف ہے۔ کوفیوں کے نزدیک لیس چونکہ نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے اس لیے عامل ضعیف ہے لہٰذا اپنے مابعد معمول میں تو عمل کر سکتا ہے ماقبل میں عمل نہیں کر سکتا، بصریوں کے نزدیک لَیْسَ فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا ہے لہٰذا عامل قوی ہے معمول مقدم اور مؤخر ہر دو میں عمل کر سکے گا۔

متن: أَفْعَالُ الْمُقَارِبَةُ: مَا وُضِعَ لِدُنُوِّ الْخَبَرِ رَجَاءً أَوْ حُصُوْلًا أَوْ أَخْذًا فِيْهِ فَالْأَوَّلُ عَسٰى، وَهُوَ غَيْرُ مُتَصَرِّفٍ تَقُوْلُ: عَسٰى زَيْدٌ اَنْ يَّخْرُجَ وَ عَسٰى أَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ أَنْ وَالثَّانِيْ: كَادَ تَقُوْلُ: كَادَ زَيْدٌ يَجِيْءُ وَقَدْ تَدْخُلُ أَنْ وَإِذَا دَخَلَ النَّفْيُ عَلٰى كَادَ فَهُوَ كَالْأَفْعَالِ عَلَى الْأَصَحِّ، وَقِيْلَ: يَكُوْنُ لِلْإِثْبَاتِ مُطْلَقًا، وَقِيْلَ يَكُوْنُ فِي الْمَاضِيْ لِلْإِثْبَاتِ وَفِي الْمُسْتَقْبِلِ كَالْأَفْعَالِ؛ تَمَسُّكًا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: {وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ} وَبِقَوْلِ ذِي الرُّمَّةِ شِعْرٌ إِذَا غَيَّرَ الْهِجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ رَسِيْسُ الْهَوٰى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ وَالثَّالِثُ: طَفِقَ وَكَرَبَ وَ جَعَلَ وَ أَخَذَ وَهِيَ مِثْلُ كَادَ وَأَوْشَكَ وَهِيَ مِثْلُ عَسٰى وَكَادَ فِي الْاِسْتِعْمَالِ

ترجمہ: افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو خبر کی قربت پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں چاہے بطور امید، یا بطور حصول یا بطور خبر میں فاعل کے شروع ہونے کے، پس پہلا فعل عسٰی ہے یہ غیر متصرف ہے آپ کہیں گے " عَسٰى زَيْدٌ اَنْ

يَخْرُجَ وَ عَسٰی أَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ " اور کبھی ان کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے اور دوسرا فعل کاد ہے آپ کہیں گے " کَادَ زَيْدٌ يَجِيْءُ " اور کبھی خبر پر ان داخل ہو جاتا ہے اور اگر کاد پر حرف نفی داخل ہو تو صحیح ترین قول کے مطابق وہ دیگر افعال کی طرح ہو گا اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اثبات کے لیے ہو گا اور بعض نے کہا کہ وہ ماضی میں اثبات کے لیے ہو گا اور مضارع میں دیگر افعال کی طرح ہو گا استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فرمان " {وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ} " پر، اور استدلال کرتے ہوئے ذوالرمہ کے قول پر کہ جب جدائی محبت کرنے والون کی محبت کو متغیر کر دے، تب بھی میہ کی ثابت شدہ محبت کا میرے دل سے زائل ہونا قریب نہیں، اور تیسرا طفق، کرب، جعل، اخذ ہیں اور یہ کاد کی طرح ہیں اور اوشک یہ عسٰی اور کاد کی طرح ہوتا ہے استعمال میں۔

تشریح:

أَفْعَالُ الْمُقَارِبَةُ۔۔الخ" کی وضاحت:

افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو فاعل کے لیے خبر کے قرب پر دلالت کریں، چاہے بطورِ امید یا بطورِ حصول یا بطورِ خبر میں فاعل کے شروع ہو جانے کے۔

فَالْأَوَّلُ عَسٰی۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال مقاربہ میں سے پہلے فعل عسٰی کی تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ عسٰی بطورِ امید فاعل کے لیے خبر کے قریب پر دلالت کرتا ہے، یہ فعل غیر متصرف ہے اس سے سوائے ماضی کے اور کوئی صیغہ نہیں آتا، یہ اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ اس کی خبر فعل مضارع "اَنْ" کے ساتھ ہوتی ہے جیسے "عَسیٰ زَيْدٌ اَنْ يَّخْرُجَ " اور کبھی "اَنْ" کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے "عَسیٰ زَيْدٌ يَخْرُجُ " اور کبھی اس کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم بھی کر دیا جاتا ہے جیسے "عَسیٰ اَنْ يَّخْرُجَ زَيْدٌ"۔

وَالثَّانِيْ كَادَ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال مقاربہ میں سے دوسرے فعل کاد کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ "كَادَ" بطورِ حصول فاعل کے لیے خبر کے قریب پر دلالت کرتا ہے کاد کی خبر بغیر ان مصدریہ کے ہوتی ہے کیونکہ " كَادَ" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر اسم کے لیے فی الحال ثابت ہے جبکہ ان فعل مضارع کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے كَادَ زَيْدٌ يَجِيْءُ

کبھی کاد کی خبر پر ان مصدریہ بھی داخل ہو جاتا ہے کیونکہ کاد کو عسیٰ کے ساتھ مشابہت ہے چونکہ عَسیٰ کی خبر پر ان مصدریہ داخل ہے پس اس بناء پر کاد کی خبر پر بھی ان مصدریہ داخل ہو جاتا ہے جیسے کَادَ زَیْدٌ اَنْ یَقُوْمَ

اگر کَادَ پر حرف نفی داخل ہو تو کاد میں نفی کے معنی پیدا ہونگے یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح مذہب یہ ہے کہ دیگر افعال کی طرح حرف نفی کے داخل ہونے سے اس میں نفی کے معنیٰ پیدا ہو جائیں گے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ حرف نفی کے داخل ہو جانے کے باوجود بھی پہلے کی طرح مثبت رہیگا۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ کاد پر حرف نفی کا دخول فعل ماضی میں اثبات کا ہی معنی دیگا جیسے فرمان الٰہی "فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ" میں حرف نفی "كَادُوْا، فعل ماضی پر داخل ہوا ہے لہٰذا یہاں فعل کی نفی مراد نہیں بلکہ فعل کا اثبات مراد ہے کیونکہ انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا تھا۔ اور اگر فعل مضارع پر داخل ہو تو اس وقت دیگر افعال کی طرح نفی کا معنی دیگا جیسے ذوالرمہ کا قول "اِذَا غَيَّرَ الْهِجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ رَسِيْسُ الْهَوٰى مِنْ حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ" (جب فراق نے محبت کرنے والوں کو بدل دیا، تب میۃ کی اصل محبت قریب نہیں کہ زائل ہو جائے۔) اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ جدائی سے محبت منقطع ہو جاتی ہے اس لیے دگر شعراء نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ مضمون عاشقانہ نہیں، ذی الرمۃ نے ان کا اعتراض سن کر "لم یکد" کو "لم یجد" میں تبدیل کر دیا۔ پس اگر نفی مستقبل پر داخل ہو کر اثبات کا فائدہ نہ دیتی تو نہ شعراء اس شعر پر اعتراض کرتے اور نہ ذی الرمہ تبدیلی پر مجبور ہوتا۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ جن شعراء نے ذی الرمہ پر اعتراض کیا وہ درست ہے کیونکہ مذکورہ شعر میں "لَمْ" نفی کے معنی میں ہے لہٰذا شعر کا درست مطلب یہ ہے "جب جدائی دوستوں کو بدل دے تو بھی محبوبہ میۃ کی پائیدار محبت زائل ہونے کے قریب نہیں ہوتی۔"

وَالثَّالِثُ: طَفِقَ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال مقاربہ کی تیسری قسم یعنی اخذ اور شروع فی الخبر کو بیان کررہے ہیں کہ "طفق، کرب، جعل، اخذ" یہ تینوں کاد کی طرح عمل کرتے ہیں یعنی جس طرح "کاد" کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے آتی ہے اسی طرح ان کی خبر بھی فعل مضارع بغیر اَن ہو گی جیسے "طَفِقَ زَيْدٌ يَخْرُجُ"۔ اور "اَوْشَكَ" استعمال میں عَسیٰ اور کَادَ کی طرح ہے یعنی کبھی تو عَسیٰ کی طرح اس کا استعمال اَنْ کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی کَادَ کی طرح بغیر اَنْ کے ہوتا ہے جیسے اَوْشَكَ اَنْ يَخْرُجَ زَيْدٌ، اَوْشَكَ زَيْدٌ اَنْ يَخْرُجَ، اَوْشَكَ زَيْدٌ يَخْرُجُ۔

متن: فِعْلُ التَّعَجُّبِ: مَا وُضِعَ لِإِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ وَلَهُ صِيغَتَانِ مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلْ بِهِ وَهُمَا غَيْرُ مُتَصَرِّفَيْنِ مِثْلُ مَا أَحْسَنَ زَيْدًا وَأَحْسِنْ بِزَيْدٍ وَلَا يُبْنَيَانِ إِلَّا مِمَّا يُبْنَى مِنْهُ أَفْعَلُ التَّفْضِيلِ وَيُتَوَصَّلُ فِي الْمُمْتَنِعِ بِمِثْلِ مَا أَشَدَّ اِسْتِخْرَاجَهُ وَأَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهِ وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيهِمَا بِتَقْدِيمٍ وَتَاخِيرٍ وَلَا فَصْلٍ وَأَجَازَ الْمَازِنِيُّ الْفَصْلَ بِالظُّرُوفِ وَمَا اِبْتِدَاءٌ نَكِرَةٌ عِنْدَ سِيبَوَيْهِ وَمَا بَعْدَهَا الْخَبَرُ وَمَوْصُولَةٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْخَبَرُ مَحْذُوفٌ وَبِهِ فَاعِلٌ عِنْدَ سِيبَوَيْهِ فَلَا ضَمِيرَ فِي أَفْعِلْ وَمَفْعُولٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَالْبَاءُ لِلتَّعْدِيَةِ أَوْ زَائِدَةٌ فَفِيهِ ضَمِيرٌ

ترجمہ: فعل تعجب وہ فعل ہے جو تعجب ظاہر کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو، اور اس کے دو صیغے ہیں ماافعلہ وافعل بہ اور یہ دونوں غیر متصرف ہیں جیسے مااحسن زیدا، احسن بزید، اور یہ دونوں صیغے اس فعل سے بنائے جاتے ہیں جس سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے اور ملایا جاتا ہے ان افعال میں کہ جن سے فعل تعجب بنانا ممتنع ہے مااشد استخراجہ واشدد باستخراجہ کی مثالوں کے ساتھ اور ان دونوں صیغوں میں تصرف نہیں کیا جائے گا تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے اور نہ ہی فصل کے ساتھ، امام مازنی نے ظروف کے ذریعے ان میں فصل کو جائز قرار دیا ہے اور ما مبتداء نکرہ ہے امام سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے اور موصولہ سے امام اخفش کے نزدیک اور اس کی خبر محذوف ہے۔ اور بہ میں ضمیر فاعل ہے امام سیبویہ کے نزدیک، پس ان کے نزدیک افعل میں کوئی ضمیر نہیں ہو گی اور امام اخفش کے نزدیک یہ مفعول بہ ہے اور باء یا تو متعدی بنانے کے لیے ہے یا زائدہ ہے پس ان کے ہاں افعل میں ضمیر ہو گی۔

تشریح

مَا وُضِعَ لِإِنْشَاءِ التَّعَجُّبِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل تعجب کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ فعل تعجب وہ ہے جو تعجب کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہو اور وہ اپنے صیغے سے وضع کے اعتبار سے ہی تعجب پر دلالت کرتا ہو۔ اس کے دو صیغے ہیں: مَا اَفْعَلَهُ وَاَفْعِلْ بِهِ یہ دونوں صیغے غیر متصرف ہیں یعنی ان کا مجہول یا مضارع یا تانیث کے صیغے نہیں بنائے جاسکتے۔

وَلَا يُبْنَيَانِ إِلَّا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ افعال جن سے اسم تفضیل بنتا ہے ان سے فعل تعجب بھی آتا ہے اور جن افعال سے اسم تفضیل نہیں آتا ان سے فعل تعجب بھی نہیں آتا یعنی جن افعال میں رنگ، عیب کے معنی ہوں ان سے فعل تعجب بھی نہیں آئے گا۔

اور وہ افعال جن سے اسم تفضیل نہیں آتا تو ان کے شروع میں اشدف لگاتے ہیں اسی طرح اگر ان افعال سے فعل تعجب کا صیغہ لانا ہو تو اس کے شروع میں شدت مصدر سے صیغہ تعجب بنایا جائیگا اور جس سے فعل تعجب بنانا ہے اس کے مصدر کو ان کے بعد منصوب ذکر کریں گے اور دوسرے صیغے میں اس مصدر کو مجرور لائیں گے جیسے ما اشد استخراجه واشدد باستخراجه

وَلَا يُتَصَرَّفُ فِيْهِمَا بِتَقْدِيْمٍ وَتَاخِيْرٍ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ فعل تعجب کے معمول کو اس سے مقدم کرنا جائز نہیں اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل لانا بھی جائز نہیں لہٰذا "مازید احسن وبزید احسن" اسی طرح "ما احسن فی الدار زید" کہنا درست نہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فعل تعجب کے صیغے امثال کے درجے میں ہیں اور امثال میں تغیر و تبدل جائز نہیں۔

وَاَجَازَ الْمَازِنِيُّ الْفَصْلَ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں امام مازنی کہتے ہیں کہ فعل تعجب کے صیغے اور ان کے معمول کے درمیان ظرف کے ذریعے فصل لانا جائز ہے اس لیے کہ ظرف کو کلام میں وسعت حاصل ہوتی ہے جیسے "مَا اَحْسَنَ بِالرَّجُلِ اَنْ يَّتَصَدَّقَ" اور جمہور کے نزدیک یہ فصل بھی جائز نہیں ہے۔اکثر نحویوں کے نزدیک فعل تعجب اور ما کے درمیان کان کے ذریعے فصل لانا جائز ہے جیسے مَا كَانَ اَحْسَنَ زَيْدًا۔

وَمَا اِبْتِدَاءٌ نَكِرَةٌ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فعل تعجب کے صیغے پر واقع ہونے والی "ما" کے بارے میں مختلف اقوال بیان کر رہے ہیں:

1: امام سیبویہ کے نزدیک یہ "ما" نکرہ موصوفہ ہے جو کہ "شَيْءٌ عَظِيْمٌ" کے معنی میں ہو کر مبتداء ہے اور مابعد اس کی خبر ہے اور مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ بنتا ہے۔

2: امام اخفش کے نزدیک "ما" موصولہ ہے اور مابعد جملہ اس کا صلہ ہے پھر موصول اور صلہ مل کر مبتداء اور اس کی خبر "شَيْءٌ عَظِيْمٌ" محذوف ہے۔

3: امام فراء کے نزدیک یہ ما استفہامیہ ہے بمعنی "اَیُّ شَیْءٍ" مبتداء ہے اور مابعد اس کی خبر ہے۔

وَبِہٖ فَاعِلٌ عِنْدَ سِیْبَوَیْہِ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ فعل امر کے دوسرے صیغے کے آخر میں آنے والے جار مجرور کے بارے میں اختلاف ہے امام سیبویہ کے نزدیک یہ دوسرا صیغہ اگرچہ امر کا صیغہ ہے لیکن یہ فعل ماضی کے معنی میں ہے اور مابعد جار مجرور میں باءزائدہ ہے اور ضمیر مجرور اس فعل کا فاعل ہے۔امام اخفش کے نزدیک یہ دوسرا صیغہ یعنی "اَفْعِلْ بِہٖ" فعل امر ہے اور باء تعدیہ کے لیے ہے یازائدہ ہے اور فاعل کی ضمیر اس میں پوشیدہ ہے اور "بِہٖ" کی "ہ" ضمیر اس فعل امر کا مفعول بہ ہے۔

متن: اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ مَا وُضِعَ لِإِنْشَاءِ مَدْحٍ اَوْ ذَمٍّ فَمِنْهَا نِعْمَ وَبِئْسَ وَشَرْطُهُمَا اَنْ يَكُوْنَ الْفَاعِلُ مُعَرَّفًا بِاللَّامِ اَوْ مُضَافًا اِلَى الْمُعَرَّفِ بِهَا اَوْ مُضْمَرًا مُمَيَّزًا بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ اَوْ بِمَا مِثْلُ فَنِعِمَّا هِيَ وَبَعْدَ ذَالِكَ الْمَخْصُوْصُ وَهُوَ مُبْتَدَاءٌ مَا قَبْلَهُ خَبْرُهُ اَوْ خَبْرُ مُبْتَدَاءٍ مَحْذُوْفٍ مِثْلُ نِعْمَ الرَّجُلُ زَيْدٌ وَشَرْطُهُ مُطَابِقَةُ الْفَاعِلِ وَبِئْسَ مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا وَشِبْهُهُ مُتَاَوَّلٌ وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوْصُ اِذَا عَلِمَ مِثْلُ نِعْمَ الْعَبْدُ وَفَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ وَمِنْهَا حَبَّذَا وَفَاعِلُهُ ذَا وَلَا يَتَغَيَّرُ وَبَعْدَهُ الْمَخْصُوْصُ وَاِعْرَابُهُ كَاِعْرَابِ مَخْصُوْصِ نِعْمَ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّقَعَ قَبْلَ الْمَخْصُوْصِ وَبَعْدَهُ تَمْيِيْزٌ وَبَعْدَهُ تَمْيِيْزٌ اَوْ حَالٌ عَلٰى وَفْقِ مَخْصُوْصِہٖ

ترجمہ: افعال مدح وذم وہ افعال ہیں جو تعریف یابرائی کو ظاہر کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں ان میں سے نعم اور بئس ہیں اور ان کی شرط یہ ہے کہ ان کا فاعل معرف باللام ہو، یامعرف باللام کی طرف مضاف ہو یاایسی ضمیر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ یا ماکے ذریعے لائی گئی ہو جیسے فنعما ھی اور ان کے بعد مخصوص ہوتا ہے اور وہ مبتداء ہوتا ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر، یاوہ مبتداء محذوف کی خبر ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زید، اور اس کی شرط اس کا فاعل کے مطابق ہونا ہے اور بئس مثل القوم الذین کذبوا، اور اس جیسے کلام تاویل شدہ ہیں ، کبھی مخصوص کو حذف کر دیا جاتا جبکہ وہ قرینہ سے معلوم ہو جائے جیسے نعم العبد، اور فنعم الماھدون، اور ساء، بئس کی طرح ہے اور افعال مدح میں سے حبذا ہے جس کا فاعل ذا ہے جو تبدیل نہیں ہوتا، اور اس کے بعد

مخصوص بالمدح آتا ہے اور اس کے مخصوص کا اعراب نعم کے مخصوص کے اعراب کی طرح ہے اور جائز ہے کہ مخصوص سے پہلے اور اس کے بعد تمیز یا حال کا مخصوص کے مطابق واقع ہونا۔

تشریح:

اَفْعَالُ الْمَدْحِ وَالذَّمِّ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ افعال مدح وذم کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ یہ وہ افعال ہیں جو کسی کی تعریف یا برائی ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں جیسے "نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ"(زید اچھا مرد ہے۔)

افعال مدح دو ہیں "نِعْمَ، حَبَّذَا" اور افعال ذم بھی دو ہیں "بِئْسَ، سَاءَ"۔

فَمِنْهَا نِعْمَ وَبِئْسَ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ نِعْمَ اور بِئْسَ کے فاعل کے احکام بیان کر رہے ہیں کہ ان کی تین شرطیں ہیں:

1: فاعل معرف باللام ہو۔ جیسے نِعْمَ الرَّجُلُ زَیْدٌ، بِئْسَ الرَّجُلُ عَمْرٌو

2: فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نِعْمَ صَاحِبُ الرَّجُلِ زَیْدٌ، بِئْسَ غُلَامُ الرَّجُلِ

3: ایسی ضمیر مستتر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو یا کلمہ ما کے ساتھ لائی گئی ہو۔

وَبَعْدَ ذَالِكَ الْمَخْصُوْصُ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کے احکام بیان کر رہے ہیں کہ افعال مدح وذم کے فاعل کے بعد مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم ہو گا اس کی ترکیب کی دو صورتیں ہیں:

1: وہ مبتدائے مؤخر ہو اور اس کا ما قبل خبر مقدم ہو۔ 2: ما قبل الگ سے جملہ ہو اور وہ ھو مبتدائے محذوف کی خبر ہو۔

مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں فاعل کے مطابق ہو۔

وَشِبْهُهُ مُتَاَوَّلٌ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ایک سوال کا جواب دے رہے ہیں:

سوال: آپ نے کہا کہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کے لیے ایک شرط ہے کہ وہ افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں فاعل کے مطابق ہو جبکہ اللہ پاک کے فرمان "بِئْسَ مِثْلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا" میں اس قاعدے کے لحاظ سے مطابقت نہیں ہے کیونکہ "بِئْسَ "کا فاعل "مِثْلُ الْقَوْمِ "مفرد ہے اور اس کا مخصوص بالذم "الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا" جمع ہے۔

جواب: مصنف علیہ الرحمہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس آیت میں اور اس جیسے دیگر کلاموں میں مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کو محذوف مان کر تاویل کی جائے گی، اس آیت کی تقدیری عبارت یوں ہے " بِئْسَ مِثْلُ الْقَوْمِ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا "اس صورت میں مخصوص بالذم فاعل کے مطابق ہو جائے گا۔

وَقَدْ يُحْذَفُ الْمَخْصُوْصُ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم پر جب کوئی قرینہ پایا جائے تو اسے حذف کر دیا جاتا ہے جیسے "نِعْمَ الْعَبْدُ اَیْ اَيُّوْبُ، فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ اَیْ نَحْنُ"۔

وَسَاءَ مِثْلُ بِئْسَ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ ساء کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ "سَاءَ، بِئْسَ" کی طرح ہے ہی ہے اور افعال مدح میں سے "حَبَّذَا" بھی ہے جس کا فاعل "ذَا" ہے اور اس میں تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث کے لحاظ سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور "ذَا" کے بعد مخصوص بالمدح ہوتا ہے۔اس کے مخصوص بالمدح میں بھی "نِعْمَ" کے مخصوص بالمدح کی طرح دو ترکیبیں ہو سکتی ہیں۔

"حَبَّذَا" میں مخصوص بالمدح سے پہلے یا مخصوص بالمدح کے بعد ایسی تمیز یا ایسا حال لانا جائز ہے جو افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہو جیسے حَبَّذَا رَجُلًا زَيْدٌ

اَلْحَرْف

متن: اَلْحَرْفُ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِی غَیْرِہٖ وَمِنْ ثَمَّ احْتَاجَ فِی جُزْئِیَّتِہٖ اِلٰی اِسْمٍ اَوْ فِعْلٍ حُرُوْفُ الْجَرِّ مَا وُضِعَ لِلْاِفْضَاءِ بِفِعْلٍ اَوْ مَعْنَاہُ اِلٰی مَا یَلِیْہِ وَھِیَ مِنْ وَاِلٰی وَحَتّٰی وَفِی وَالْبَاءُ وَاللَّامُ وَرُبَّ وَوَاوُھَا وَوَاوُ الْقَسَمِ وَبَاءُہٗ وَتَاءُہٗ وَعَنْ وَعَلٰی وَالْکَافُ وَمُذْ وَمُنْذُ وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا فَمِنْ لِلْاِبْتِدَاءِ وَالتَّبْیِیْنِ وَالتَّبْعِیْضِ وَ زَائِدَۃٌ فِی غَیْرِ الْمُوْجَبِ خِلَافًا لِلْکُوْفِیِّیْنَ وَالْاَخْفَشِ وَقَدْ کَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشِبْھُہٗ مُتَاَوَّلٌ وَاِلٰی لِلْاِنْتِھَاءِ وَبِمَعْنٰی مَعَ قَلِیْلًا وَحَتّٰی کَذَالِکَ وَبِمَعْنٰی مَعَ کَثِیْرًا وَیَخْتَصُّ بِالظَّاھِرِ خِلَافًا لِلْمُبَرَّدِ وَفِی لِلظَّرْفِیَّۃِ وَبِمَعْنٰی عَلٰی قَلِیْلًا وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ وَالْاِسْتِعَانَۃِ وَالْمُصَاحَبَۃِ وَالْمُقَابَلَۃِ وَالتَّعْدِیَۃِ وَالظَّرْفِیَّۃِ وَزَائِدَۃٌ فِی الْخَبَرِ فِی الْاِسْتِفْھَامِ وَالنَّفْیِ قِیَاسًا وَفِی غَیْرِہٖ سَمَاعًا نَحْوُ بِحَسْبِکَ زَیْدٌ وَاَلْقٰی بِیَدِہٖ

ترجمہ: حرف وہ کلمہ ہے جو غیر کی وجہ سے اپنے معنی پر دلالت کرے، اسی وجہ سے وہ جزء بننے میں محتاج ہوتا ہے کسی اسم یا فعل کا، حروف جارہ وہ اسم ہیں جو وضع کیے گئے ہوں فعل یا معنی فعل کو پہنچانے کے لیے اس اسم تک جس سے وہ حروف متصل ہوں، اور حروف جارہ "مِنْ وَاِلٰی وَحَتّٰی وَفِی وَالْبَاءُ وَاللَّامُ وَرُبَّ وَوَاوُھَا وَوَاوُ الْقَسَمِ وَبَاءُہٗ وَتَاءُہٗ وَعَنْ وَعَلٰی وَالْکَافُ وَمُذْ وَمُنْذُ وَخَلَا وَعَدَا وَحَاشَا" ہیں۔ پس من ابتداء بیان اور تبعیض کے لیے آتا ہے اور کلام غیر موجب میں زائدہ بھی ہوتا ہے۔ بر خلاف کوفیوں اور امام اخفش کے، اور قد کان من مطر جیسے مثالیں تاویل شدہ ہیں اور الٰی انتہائے غایت کے لیے آتا ہے اور قلت کے ساتھ مع کے معنی میں آتا ہے اور حتی، الٰی کی طرح ہے اور یہ کثرت کے ساتھ مع کے معنی میں آتا ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے بر خلاف امام مبرد کے، اور فی ظرفیت کے لیے آتا ہے اور قلت کے ساتھ علٰی کے معنی میں آتا ہے اور باء، الصاق، استعانت، مصاحبت، مقابلہ، تعدیہ اور ظرفیت کے لیے آتی ہے، اور باء استفہام اور نفی کی خبر میں قیاساً اور اس کے علاوہ میں سماعاً زائد ہوتی ہے جیسے بحسبک زید، اور القی بیدہ

تشریح:

"اَلْحَرْفُ مَا دَلَّ عَلٰی مَعْنًی فِی غَیْرِہٖ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ کلمہ کی تیسری قسم حرف کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ حرف وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو اس کے غیر میں پایا جائے۔

حروف کی قسمیں:

حروف کی دو قسمیں ہیں: عاملہ، غیر عاملہ۔

عاملہ کی دو قسمیں ہیں: عاملہ فی الاسم، عاملہ فی الفعل۔ حروف عاملہ فی الفعل کی دو قسمیں ہیں حروف ناصبہ اور حروف جازمہ، ان دونوں کا ذکر فعل کی بحث میں ہو چکا ہے اس لیے یہاں تذکرہ نہیں ہو گا اور حروف عاملہ فی الاسم کی سات قسمیں ہیں: حروف جارہ، حروف مشبہ بالفعل، حروف استثناء، حروف نداء، ماولا مشبّہتین بلیس، لائے نفی جنس اور واؤ بمعنی مع۔ ان میں سے آخری تین کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس لیے مصنف علیہ الرحمہ یہاں ذکر نہیں کرینگے۔

حروف جارہ:

مصنف علیہ الرحمہ نے حروف جارہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ حروف ہیں جنہیں اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ فعل حقیقی یا فعل معنوی (یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، مصدر، اسم ظرف، جار مجرور اور اسماء افعال وغیرہ) کے معنی کو اپنے مابعد تک پہنچائے۔ جیسے "مَرَرْتُ بِزَيْدٍ" میں فعل "مَرَرْتُ" کے معنی کو باء حرف جر کے ذریعے اپنے مابعد " زَيْد"تک پہنچایا گیا، اور اسی وجہ سے ان کو حروف جارہ کہتے ہیں۔

فَمِنْ لِلْاِبْتِدَاءِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ من کے چار معانی بیان کر رہے ہیں:

1: من ابتدائے غایت کے لیے آتا ہے یعنی من کا مدخول اس کے ماقبل والے حکم کا ابتدائی حصہ ہے جیسے سرت من المکۃ الی المدینۃ المنورۃ۔

2: من بیان کے لیے آتا ہے یعنی یہ بتانے کے لیے کہ من کا مابعد اس کے ماقبل کلام مبہم کا بیان ہے جیسے "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ"، یہاں "من" بیانیہ ہے کیونکہ یہ بتاتا ہے کہ اس سے پہلے "الرِّجْسَ" سے مراد "اَلْاَوْثَان" ہے۔

3: من، تبعیض کے لیے آتا ہے یعنی من یہ بتاتا ہے کہ اس سے ماقبل فعل کا تعلق مابعد والے اسم کے کل کے ساتھ نہیں ہے بلکہ بعض کے ساتھ ہے جیسے اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ اَیْ اَخَذْتُ بَعْضَ الدَّرَاهِمِ یعنی میں نے کچھ درہم لیے۔

4: من زائدہ بھی ہوتا ہے لیکن صاحب کافیہ نے بصریوں کا مذہب اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ من زائدہ صرف کلام غیر موجب میں ہو گا جیسے ماجاءنی من احد۔ کوفیوں اور امام اخفش کے نزدیک من زائدہ کے لیے کلام غیر موجب میں ہونے کی

شرط لگانا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ کلام موجب میں بھی آسکتا ہے ان کی دلیل عرب کا قول ہے قَدْ کَانَ مِنْ مَطَرٍ۔ مصنف علیہ الرحمہ نے بصریوں کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا کہ قد کان من مطر وشبھہ متاول یعنی یہ اور اس جیسی دیگر مثالوں میں تاویل کی جائے گی یعنی یہاں من تبعیضیہ بنادیا جائے گا۔

وَاِلیٰ لِلْاِنْتِھَاءِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ "اِلیٰ، انتہائے غایت کے لیے آتا ہے چاہے انتہاء زمانہ کی ہو جیسے "اتموا الصیام الی اللیل" یا مکان کی ہو جیسے "سرت من البصرۃ الی الکوفۃ"۔۔اور اِلی، مَعَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ استعمال کم ہے جیسے "لاتاکلوا اموالکم الی اموالکم ای مع اموالکم"۔اور "حتی" بھی الی کی طرح انتہائے غایت کے لیے آتا ہے جیسے "سرت حتی ادخل البلد"، مگر دونوں فرق یہ ہے کہ حَتّٰی، مَعَ کے معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے جبکہ اِلیٰ، مَعَ کے معنی میں بہت کم استعمال ہوتا ہے، نیز "حَتّٰی "اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتا جبکہ "اِلیٰ "اسم ضمیر پر بھی داخل ہو جاتا ہے جیسے "ذَھَبْتُ اِلیٰ زَیْدٍ، ذَھَبْتُ اِلَیْہِ"۔امام مبرد کے نزدیک "حَتّٰی، اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ضمیر پر بھی داخل ہو سکتا ہے۔

وَفِیْ لِلظَّرْفِیَّۃِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حرف جر "فِیْ" کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ "فِیْ" ظرفیت کے لیے آتا ہے یعنی یہ اپنے مدخول کو کسی شیء کے لیے ظرف بناتا ہے چاہے ظرف حقیقۃً ہو یا مجازا۔حقیقۃً کی مثال: اَلْمَاءُ فِی الْکُوْزِ۔ مجازا کی مثال: اَلنَّجَاۃُ فِی الصِّدْقِ"۔اور "فِیْ" بمعنی عَلیٰ بھی استعمال ہوتا ہے مگر یہ استعمال قلیل ہے جیسے "وَلَاُصَلِّبَنَّکُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ اَیْ عَلیٰ جُذُوْعِ النَّخْلِ"۔

وَالْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حرف جر "باء" کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ باء کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے:

1: الصاق کے لیے یعنی اپنے مدخول کے ساتھ کسی شیء کو جوڑنے کے لیے آتا ہے چاہے اتصال حقیقی ہو جیسے "بِہٖ دَاءٌ" یا مجازی ہو جیسے "مَرَرْتُ بِزَیْدٍ"

:2　استعانت کے لیے یعنی اپنے مدخول کو فعال کے صادر ہونے مین فاعل کا معاون و مددگار بناتا ہے جیسے "کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ"

:3　مصاحبت کے لیے یعنی اپنے مدخول کو ماقبل مفعول کے ساتھ فعل کا اس پر واقع ہونے میں شریک کر دیتا ہے جیسے "اِشْتَرَیْتُ الْفَرَسَ بِسَرْجِهٖ"

:4　مقابلہ کے لیے یعنی اپنے مدخول کو دوسری شیء کا عوض بنا دیتی ہے جیسے "اِشْتَرَیْتُ الْجَارِیَةَ بِالْفَرَسِ"۔

:5　تعدیہ کے لیے یعنی فعل لازم کو متعدی کرنے کے لیے آتا ہے جیسے ذَهَبْتُ بِزَیْدٍ اَیْ اَذْهَبْتُهٗ"

:6　ظرفیت کے لیے یعنی اپنے مدخول کو کسی شیء کے لیے ظرف بناتا ہے جیسے صَلَّیْتُ بِالْمَسْجِدِ اَیْ فِی الْمَسْجِدِ"

:7　زائدہ بھی ہوتا ہے اور تین مقامات پر قیاساً زائدہ ہوتا ہے وہ تین مقام یہ ہیں (1) ھل استفہامیہ کے مدخول کی خبر کے شروع میں زائدہ ہوتا ہے جیسے "هَلْ زَیْدٌ بِقَآئِمٍ"، (2) لیس کی خبر پر باء زائدہ ہوتا ہے جیسے "لَیْسَ زَیْدٌ بِقَآئِمٍ" (3) مامشابہ بلیس کی خبر پر باء زائدہ ہوتا ہے جیسے "مَا زَیْدٌ بِقَآئِمٍ"۔ ان تینوں مقامات کے علاوہ میں باء سماعاً زائدہ ہوتا ہے چاہے یہ زیادتی مرفوع میں ہو جیسے "بِحَسْبِكَ زَیْدٌ"، میں باء زائدہ مبتداء پر داخل ہے یا منصوب میں ہو جیسے " اَلْقٰی بِیَدِهٖ" میں باء زائدہ مفعول پر داخل ہے۔

متن: وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ وَالتَّعْلِیْلِ وَبِمَعْنٰی عَنْ مَعَ الْقَوْلِ وَزَائِدَةٌ وَبِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ وَرُبَّ لِلتَّقْلِیْلِ وَلَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ مُخْتَصَّةٌ بِنَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ وَفِعْلُهَا مَاضٍ مَحْذُوْفٌ وَغَالِبًا وَقَدْ تَدْخُلُ عَلٰى مُضْمَرٍ مُبْهَمٍ مُمَيَّزٍ بِنَكِرَةٍ مَنْصُوْبَةٍ وَالضَّمِیْرُ مُفْرَدٌ مُذَكَّرٌ خِلَافًا لِلْكُوْفِیِّیْنَ فِي مُطَابَقَةِ التَّمْیِیْزِ وَتَلْحَقُهَا مَا فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ وَوَاوُهَا تَدْخُلُ عَلٰى نَكِرَةٍ مَوْصُوْفَةٍ وَوَاوُ الْقَسَمِ اِنَّمَا تَكُوْنُ عِنْدَ حَذْفِ الْفِعْلِ لِغَیْرِ السُّوَالِ مُخْتَصَّةٌ بِالظَّاهِرِ وَالتَّاءُ مِثْلُهَا مُخْتَصَّةٌ بِاِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَالْبَاءُ اَعَمُّ مِنْهُمَا فِي الْجَمِیْعِ وَیَتَلَقَّى الْقَسَمُ بِاللَّامِ وَاِنَّ حَرْفِ النَّفْيِ وَقَدْ یُحْذَفُ جَوَابُهٗ اِذَا اعْتَرَضَ اَوْ تَقَدَّمَهٗ مَا یَدُلُّ عَلَیْهِ وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ وَعَلٰی لِلْاِسْتِعْلَاءِ وَقَدْ یَكُوْنَانِ اِسْمَیْنِ بِدُخُوْلِ مِنْ عَلَیْهِمَا وَالْكَافُ لِلتَّشْبِیْهِ وَزَائِدَةٌ وَقَدْ تَكُوْنُ اِسْمًا وَتَخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ وَمُذْ وَمُنْذُ لِلزَّمَانِ لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِيْ وَالظَّرْفِیَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُ مَا رَاَیْتُهٗ مُذْ شَهْرِنَا مُنْذُ یَوْمِنَا وَحَاشَا وَعَدَا وَخَلَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ

ترجمہ: اور لام اختصاص اور تعلیل کے لیے آتا ہے اور قول کے ساتھ عن کے معنی میں ہوتا ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور کبھی لام اظہارِ تعجب کے لیے ہوتا ہے اور واؤ قسمیہ کے معنی میں ہوتا ہے، اور رب تقلیل کے لیے آتا ہے اور اس کے لیے صدارتِ کلام ہے اور وہ صحیح ترین قول کے مطابق نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے اور اس کا فعل، ماضی ہوتا ہے جو عموما محذوف ہوتا ہے اور کبھی وہ ایسی ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ لائی گئی ہو اور وہ ضمیر مبہم ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے بر خلاف کوفیوں کے، اور کبھی رب کے آخر میں ماکافہ بھی لاحق ہو جاتا ہے پس ایسی صورت میں وہ جملوں پر داخل ہوتا ہے اور واؤ رب، نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتی ہے اور واؤ قسم صرف فعل کو حذف کرنے کے وقت استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ طلب میں استعمال نہیں ہوتی، واؤ قسم اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے۔ اور تائے قسم، واؤ قسم کی طرح ہے مگر یہ لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے اور بائے قسم، تمام احکام میں ان دونوں سے عام ہے اور قسم کا جواب دیا جائے گا لام، ان اور حرف نفی سے اور جواب قسم کو محذوف کر دیا جاتا ہے جب وہ درمیان میں واقع ہو یا اس سے پہلے کوئی ایسی چیز ہو جو جواب قسم پر دلالت کرے، اور عن مجاوزۃ کے لیے آتا ہے اور علی استعلاء کے لیے آتا ہے اور کبھی یہ دونوں من کے داخل ہونے کی وجہ سے اسم ہو جاتے ہیں اور کاف تشبیہ کے لیے آتا ہے، اور زائدہ ہوتا ہے اور کبھی اسم ہوتا ہے، یہ صرف اسم ظاہر کے ساتھ خاس ہوتا ہے یعنی اسم پر داخل ہوتا ہے اور مذ، منذ زمانہ ماضی میں ابتداء کے لیے ہوتے ہیں اور زمانہ حال میں ظرفیت کے لیے ہوتے ہیں جیسے "مارایتہ مذ شھرنا و منذ یومنا" اور حاشا، عدا اور خلا استثناء کے لیے آتے ہیں۔

تشریح:

وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ لام کے معانی بیان کر رہے ہیں:

1: لام اختصاص کے لیے آتا ہے یعنی اس کا ما قبل اس کے مدخول کے ساتھ خاص ہوتا ہے جیسے اَلْمَالُ لِزَیْدٍ

2: تعلیل یعنی علت اور وجہ بیان کرنے کے لیے آتا ہے جیسے ضَرَبْتُہٗ لِلتَّادِیْبِ

3: زائدہ ہوتا ہے یعنی اس کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہوتے ہیں اور یہ اس وقت زائدہ ہوتا ہے جب اس کے مدخول کا ما قبل فعل متعدی ہو جیسے رَدِفَ لَکُمْ اَیْ رَدِفَکُمْ

4: بمعن عن آتا ہے اور یہ اس وقت ہو گا جب اس سے قبل قال یقول کے مادے کا کوئی صیغہ ہو جیسے " وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَیْہِ ؕ(اور کافروں نے مسلمانوں کو کہا اگر اس میں کچھ بھلائی ہو تی تو یہ ہم سے آگے اس تک نہ پہنچ جاتے)"

5: بمعنی واوِ قسم آتا ہے لیکن یہ صرف اس جگہ ہوگا جہاں کسی ایسی بڑی بات پر قسم کھائی جارہی ہو جس پر تعجب کیا جاسکتا ہو جیسے لِلّٰہِ لَتَقُوْمَنَّ السَّاعَۃُ

وَرُبَّ لِلتَّقْلِیْلِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ "رُبَّ" کا معنی اور چند خصوصیات بیان کر رہے ہیں چنانچہ یہ اپنے مدخول میں تقلیل یعنی کمی کا معنی پیدا کرتا ہے جیسے رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ لَقِیْتُہٗ۔

1: اور اس کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ یہ صدارت کلام چاہتا ہے۔

2: اور اصح قول کے مطابق یہ زیادہ تر اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے اور وہ اسم ظاہر بھی ایسا وہ جو نکرہ ہو اور آگے اس کی صفت بیان کی گئی ہو۔

3: اور "رُبَّ "کا متعلق عام طور پر فعل ماضی ہوگا جو اکثر قرائن پائے جانے کی وجہ سے محذوف ہوتا ہے۔

4: رُبَّ، بعض اوقات ضمیر مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد نکرہ منصوبہ اس کی تمیز واقع ہو اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے چاہے اس کی تمیز تثنیہ ہو یا جمع ہو یا مؤنث ہو جیسے ربہ رجلاً، ربہ رجلین، ربہ رجالا، ربہ امراۃ، لیکن کوفیوں کے نزدیک یہ ضمیر تمیز کے مطابق ہوگی جیسے ربہ رجلاً، ربھما رجلین، ربھم رجالا۔

5: کبھی رب کے ساتھ ماکافہ ملحق ہوتا ہے اس صورت میں رب عمل نہیں کرے گا اور اس صورت میں رب جملہ پر داخل ہوتا ہے جیسے "رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا"

6: حروف جارہ میں سے ایک حرف واوَ بمعنی رب ہے، ایسا واوَ نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے جیسے "وَبَلْدَۃٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ"، واوَ بمعنی رب کا متعلق فعل ماضی ہوتا ہے اور اکثر محذوف ہوتا ہے البتہ واوَ بمعنی رب ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتا۔

وَوَاوُ الْقَسَمِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ واو قسمیہ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ واوَ قسمیہ جس فعل کے متعلق ہوتی ہے وہ فعل کثرت استعمال کی وجہ سے ہمیشہ محذوف ہوتا ہے لہٰذا "اَقْسَمْتُ وَاللّٰہِ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا" کہنا درست نہیں ہے۔ اور یہ سوال پر

داخل نہیں ہوتا لہٰذا "وَاللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ" کہنا درست نہیں ہے۔ واؤ قسمیہ اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے ضمیر پر کبھی داخل نہیں ہوتا۔

وَالتَّاءُ مِثْلُهَا ۔۔ الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ تا قسمیہ ،واؤ کی طرح ہے اور اس کا فعل بھی ہمیشہ محذوف ہوتا ہے اور واؤ کی طرح یہ بھی سوال پر داخل نہیں ہوتی، اور تاء قسمیہ صرف اسم جلالت کے ساتھ خاص ہے۔

وَالْبَاءُ اَعَمُّ مِنْهُمَا ۔۔ الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حرف جر باء کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ باء، واؤ اور تاء کے مقابلے تمام امور کو عام ہے یعنی اس پر فعل قسم مذکور بھی ہوتا ہے اور محذوف بھی، اسی طرح یہ سوال پر بھی داخل ہو جاتا ہے اور اسم ظاہر و مضمر پر بھی جیسے وَاللّٰہِ لَاَفْعَلَنَّ کَذَا۔

وَیَتَلَقَّى الْقَسَمُ ۔۔ الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ جواب قسم پر کبھی لام تاکید داخل ہوتا ہے، کبھی انَّ اور کبھی حرف نفی یعنی ما اور لا، داخل ہوتا ہے جیسے واللہ لافعلن کذا، واللہ ان زیدا لقائم، واللہ ما زید بقائم، واللہ لا یقوم زید۔ اور جب قسم ایسے جملے کے درمیان یا بعد واقع ہو جو جواب قسم پر دلالت کرتا ہو تو اس صورت میں جوابِ قسم محذوف ہوتا ہے جیسے زید واللہ قائم ای زید واللہ قائم زید قائم، زید قائم واللہ ای زید قائم واللہ زید قائم، چونکہ جواب قسم، قسم کے بعد ہوتا ہے اس لیے جملہ قسمیہ میں مذکور "زَیْدٌ قَائِمٌ" جواب قسم نہیں بلکہ جواب قسم پر دال ہے۔

وَعَنْ لِلْمُجَاوَزَةِ ۔۔ الخ" کی وضاحت:

حروف جارہ میں سے "عَنْ" مجاوزت کے لیے آتا ہے جس کا لغوی معنی ہے تجاوز کرنا جیسے رَمَیْتُ السَّھْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَی الصَّیْدِ یعنی میں نے تیر کو کمان سے شکار کی طرف پھینکا۔

حروف جارہ میں سے "عَلٰی" استعلاء کے لیے آتا ہے یعنی اس بات کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے کہ میرا ماقبل میرے مدخول کے اوپر ہے مثلاً اَلْقَلَمُ عَلَی الْمَکْتَبِ، عَلَیْهِ دَیْنٌ۔

"عَنْ "اور"عَلٰی " کبھی کبھی اسم کا معنی بھی دیتے ہیں جبکہ دونوں پر "مِنْ" حرف جر داخل ہو کیونکہ عام طور پر حرف پر حرف داخل نہیں ہوتا لیکن جب "مِنْ" ان دونوں میں سے کسی ایک پر داخل ہو گا تو تاویل کرنی پڑے گی اسی لیے کہا گیا کہ یہ اسی صورت میں اسم کا معنی دینگے۔

حروف جارہ میں سے "کاف" تشبیہ کے لیے آتا ہے یعنی کاف اس بات کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے کہ اس کا ما قبل اس کے مابعد کی طرح ہے جیسے اَلَّذِیْ کَزَیْدٍ عِنْدَہٗ یعنی وہ آدمی جو زید کی طرح ہے وہ اس کے پاس ہے۔

اور کاف زائدہ بھی ہوتا ہے جس کے حذف سے اصل معنی میں کوئی خلل نہیں آتا جیسے **"لیس کمثله شیء ای لیس مثله شیء"**۔اور کاف کبھی اسم ہوتا ہے جیسے **"یضحکن عن کالبرد ای یضحکن عن اسنان مثل البرد"**۔اور یہ کاف اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا ہے، البتہ مبرد کا اس میں اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ کاف ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے۔

وَمُذْ وَمُنْذُ۔۔الخ" کی وضاحت:

حروف جارہ میں سے مذ اور منذ یہ دونوں زمان کے لیے آتے ہیں، پھر اگر ان کا مدخول زمانہ ماضی ہو تو یہ اول مدت بتانے کے لیے آتے ہیں جیسے **ما رایته مذ یوم الجمعة** یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کے زمانے کی ابتداء جمعہ کے دن سے ہے اور اگر ان کا مدخول زمانہ حال ہو تو یہ فی کے معنی میں ہو کر ظرفیت کے لیے آتے ہیں جیسے **ما رایته منذ یومنا**، یعنی اس کو میرے نہ دیکھنے کا دن یہ آج کا دن ہے۔

وَحَاشَا وَعَدَا۔۔الخ" کی وضاحت:

حروف جارہ میں سے حاشا، خلا اور عدا یہ تینوں جارہ بھی ہیں اور استثناء کے لیے بھی آتے ہیں دونوں میں فرق اس طرح ہو گا کہ اگر جارہ ہوں تو ان کا مدخول مجرور ہو گا اور اگر استثناء کے لیے ہوں تو ان کا مدخول منصوب ہو گا جیسے **جاءنی القوم حاشا، خلا، عدا زید زیدا**۔

متن:اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ وَهِیَ اِنَّ وَاَنَّ وَکَاَنَّ وَلٰکِنَّ وَلَیْتَ وَلَعَلَّ وَلَهَا صَدْرُ الْکَلَامِ سِوٰی اَنَّ فَهِیَ بِعَکْسِهَا وَتَلْحَقُهَا مَا فَتُلْغٰی عَلَى الْاَفْصَحِ وَتَدْخُلُ حِیْنَئِذٍ عَلَى الْاَفْعَالِ فَاِنَّ لَا تُغَیِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ وَاَنَّ مَعَ جُمْلَتِهَا فِیْ حُکْمِ الْمُفْرَدِ وَمِنْ ثَمَّ وَجَبَ الْکَسْرُ فِیْ مَوْضِعِ الْجُمَلِ وَالْفَتْحُ فِیْ مَوْضِعِ الْمُفْرَدِ فَکُسِرَتْ اِبْتِدَاءً وَبَعْدَ الْقَوْلِ وَالْمَوْصُوْلِ وَفُتِحَتْ فَاعِلَةً وَمَفْعُوْلَةً وَمُبْتَدَاءً وَمُضَافًا اِلَیْهَا وَقَالُوْا لَوْلَا

اَنَّكَ لِاَنَّهٗ فَاعِلٌ وَاِنْ جَازَ التَّقْدِيْرَانِ جَازَ الْاَمْرَانِ نَحْوُ مَنْ يُّكْرِمْنِيْ فَاِنِّيْ اُكْرِمُهٗ اِذَا اَنَّهٗ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ وَشِبْهِهٖ وَلِذَالِكَ جَازَ الْعَطْفُ عَلٰى اِسْمِ الْمَكْسُوْرَةِ لَفْظًا اَوْ حُكْمًا بِالرَّفْعِ دُوْنَ الْمَفْتُوْحَةِ وَيُشْتَرَطُ مُضِيُّ الْخَبَرِ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنِ وَلَا اَثَرَ لِكَوْنِهٖ مَبْنِيًّا خِلَافًا لِلْمُبَرَّدِ وَالْكَسَائِيِّ فِيْ مِثْلِ اَنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ

ترجمہ: حروف مشبہ بالفعل ان، ان، کان، لکن، لیت اور لعل ہیں ان کے لیے صدارت کلام ہے، سوائے ان کے کہ وہ ان کے بر عکس ہے اور کبھی ان کے آخر میں مائے کافہ لاحق ہو جاتا ہے جس سے یہ ملغی عن العمل ہو جاتے ہیں زیادہ فصیح قول کے مطابق، اس وقت یہ افعال پر داخل ہو جاتے ہیں، پس ان جملے کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا، اور ان اپنے اسم و خبر کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہو جاتا ہے اسی وجہ سے کسرہ واجب ہے جملوں کی جگہ میں اور فتحہ ضروری ہے مفرد کے موضع میں پس ان کو ابتداء کی وجہ سے کسرہ دیا جاتا ہے اور قول اور موصول کے بعد بھی، اور فتحہ دیا جاتا ہے فاعل، مفعول، مبتداء اور مضاف الیہ ہونے کے وقت میں اور نحوی کہتے ہیں لولانک، کیونکہ وہ مبتداء ہے اور لوانک کہتے ہیں کیونکہ وہ فاعل ہے اور اگر دونوں تقدیریں جائز ہوں تو دونوں صورتیں جائز ہیں جیسے من یکرمنی فانی اکرمہ، اور اذا انہ عبد القفا واللھازم، اور اس جیسی دوسری مثالوں میں اور اسی وجہ سے ان مکسورہ کے اسم پر عطف جائز ہے لفظا یا حکما رفع کے ساتھ نہ کہ ان مفتوحہ کے اسم پر، اور شرط ہے خبر کا گزرنا لفظا یا تقدیرا اس میں کوفیوں کا اختلاف ہے اور اس کے مبنی ہونے کا کوئی اثر نہیں مبرد اور کسائی کا اختلاف ہے انک زید ذاھبان، جیسی مثالوں میں۔

تشریح:

اَلْحُرُوْفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حروف مشبہ بالفعل کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں: اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لٰکِنَّ، لَیْتَ اور لَعَلَّ۔ ان حروف کو مشبہ بالفعل اس لیے کہتے ہیں کہ یہ لفظاً اور معنیً فعل کے مشابہ ہیں، لفظی مشابہت یہ ہے کہ یہ حروف فعل ماضی کی طرح مبنی بر فتحہ ہوتے ہیں اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ اِنَّ اور اَنَّ، حَقَّقْتُ کے معنی میں ہیں اور کَاَنَّ، شَبَّهْتُ کے معنی میں ہے اور لٰکِنَّ، اِسْتَدْرَکْتُ کے معنی میں ہے اور لَیْتَ، تَمَنَّیْتُ کے معنی میں ہے اور لَعَلَّ، تَرَجَّیْتُ کے معنی میں ہے۔

حروف مشبہ بالفعل کلام کے شروع میں آتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کلام کس قسم کا ہے تاکید پر مشتمل ہے استدراک پر مشتمل ہے یا تشبیہ وغیرہ پر، البتہ اَنَّ دیگر حروف مشبہ بالفعل کے برعکس کلام کے درمیان میں آتا ہے کیونکہ یہ اپنے مدخول کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا کسی دوسری شے سے تعلق ہو، تاکہ کلام تام ہو سکے۔

وَتَلْحَقُهَا مَا فَتُلْغٰى عَلَى الْاَفْصَحِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ حروف مشبہ بالفعل کے آخر میں ماکافہ ملحق ہوتا ہے اور یہ مافصیح ترین لغت کے مطابق ان حروف کو عمل سے روک دیتا ہے اور ایسی صورت میں یہ حروف فعل پر بھی داخل ہو سکتے ہیں جیسے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ۔

فَاِنَّ لَا تُغَيِّرُ مَعْنَى الْجُمْلَةِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اِنَّ جس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے تو وہ اس مضمون کو تبدیل نہیں کرتا بلکہ مزید اس پختگی پیدا کرتا ہے جیسے "زَيْدٌ قَائِمٌ" سے "اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ"، لیکن اَنَّ اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مل کر پورے جملے کو مفرد کے حکم میں کر دیتا ہے جیسے بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا مُنْطَلِقٌ، کا معنی ہے بَلَغَنِيْ اِنْطِلَاقُ زَيْدٍ، یہ اَنَّ کے داخل ہونے سے پہلے پورا جملہ تھا لیکن جیسے ہی اَنَّ داخل ہوا تو اِنْطِلَاقُ زَيْدٍ کے معنی میں ہو کر مفرد کے حکم میں ہو گیا۔یہی وجہ ہے کہ جملہ کے موقع پر اِنَّ مکسورہ اور مفرد کے موقع پر اَنَّ مفتوحہ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ کلام کے شروع میں، قول یا اس کے مشتقات کے بعد اور اسم موصول کے بعد اِنَّ مکسورہ پڑھا جائے گا۔اور چھ مقامات پر اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا(1) جب ان اپنے مدخولہ جملہ سے ملکر فاعل بن رہا ہو(2) جب ان اپنے مدخولہ سے ملکر مفعول بن رہا ہو(3) جب ان اپنے مدخولہ سے ملکر مبتداء بن رہا ہو (4) جب ان اپنے مدخولہ سے ملکر مضاف الیہ بن رہا ہو(5) لولا کے بعد اور لو کے بعد اَنَّ مفتوحہ پڑھا جاتا ہے۔

وَاِنْ جَازَ التَّقْدِيْرَانِ جَازَ الْاَمْرَانِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر کسی مقام پر مفرد اور جملہ دونوں کی تقدیر ہو سکتی ہو تو اس موقت پر اِنَّ مکسورہ اور اَنَّ مفتوحہ دونوں جائز ہوں گے جیسے "مَنْ يُّكْرِمُنِيْ فَاِنِّيْ اُكْرِمُهٗ" اس مثال سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان فاء جزائیہ کے بعد واقع ہو تو اس کو مکسورہ اور مفتوحہ دونوں طرح پڑھنا جائز ہے ان مکسورہ ہونے کی صورت میں یہ ان اپنے اسم اور خبر سے ملکر مکمل جملہ ہو گا اور یہ جملہ جزائیہ ہو گا۔اور ان مفتوحہ ہونے کی صورت میں ان اپنے اسم اور خبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر مبتداء محذوف الخبر ہے یا خبر محذوف المبتداء ہے تقدیری عبارت یہ ہو گی"مَنْ يُّكْرِمُنِيْ فَاِكْرَامِيْ ثَابِتٌ لَهٗ اَوْ مَنْ يُّكْرِمُنِيْ فَجَزَائُهٗ اِكْرَامِيْ"۔دوسری مثال شاعر کا شعر ہے: وَكُنْتَ اَرٰى زَيْدًا كَمَا قِيْلَ سَيِّدًا:: اِذَا اَنَّهٗ عَبْدُ الْقَفَا وَاللَّهَازِمِ(میں زید کو سردار سمجھتا تھا جیسے لوگ کہتے ہیں لیکن وہ تو گردن اور جبڑوں کا غلام ثابت ہوا، مراد یہ ہے کہ بہت

سونے والا اور بہت کھانے والا ہے۔) اس مثال میں اگر "انه عبدالقفا واللهازم" کو پورا جملہ فرض کیا جائے تو ان مکسورہ پڑھا جائے گا اور اگر "انه عبدالقفا واللهازم" کو مبتداء مانا جائے اور خبر محذوف مان لیں تو اسے ان مفتوحہ پڑھیں گے تقدیری عبارت یوں ہوگی "اذا عبودیته للقفاء واللهازم ثابت"۔ شعر سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں ان اپنے اسم و خبر کے ساتھ اذا مفاجاتیہ کے بعد واقع ہو۔

وَلِذٰلِكَ جَازَ الْعَطْفُ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ چونکہ اِنَّ کلام کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا اور اس کا اسم محلاً مرفوع ہی ہوتا ہے اس لیے اِنَّ کے اسم پر کسی اور اسم کا رفع کے ساتھ عطف جائز ہے جیسے "ان زیدا قائم وعمرو"۔ پھر اِنَّ عام ہے لفظاً مکسور ہو یا حکماً، اِنَّ حکماً سے مراد باب علمت کے بعد واقع ہونے والا اَنَّ ہے جیسے علمت ان زیدا قائم، یہ ان اگرچہ لفظاً مفتوح ہے لیکن حکماً یہ مکسور ہے۔

وَيُشْتَرَطُ مُضِيُّ الْخَبَرِ لَفْظًا۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ مذکورہ قاعدہ اس وقت جائز ہے جب اِنّ حرف مشبہ بالفعل کی خبر اس اسم معطوف سے مقدم ہو اور مقدم ہونا چاہے حقیقتاً ہو یہ حکماً، حقیقتاً کا مطلب تو ظاہر ہے جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو، اور حکماً یہ ہے کہ بظاہر تو اسم معطوف مقدم اور ان کی خبر مؤخر ہو لیکن عبارت میں خرابی آنے کی وجہ سے اسی خبر مؤخر کو حکمی طور پر مقدم مانا جائے مثلاً آپ کہیں کہ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرٌو قَائِمٌ، یہاں "قائم زید" کی خبر ہے یہ حقیقت میں عمرو سے مقدم ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس کو مقدم نہ مانا جائے تو ضرور اس کو زید اور عمرو کا خبر کہنا پڑے گا، اور یہ صحیح نہیں، اس لیے کہ اگر دونوں کی خبر ہوتی تو قَائِمَانِ ہوتا، جبکہ یہاں قائم ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ صرف زید کی خبر ہے عمرو کی نہیں ہے، جب زید کے لیے اس کا خبر ہونا اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ میں لفظاً اگرچہ مؤخر ہوں لیکن حکما ورتبۃً مقدم ہوں لہٰذا شرط پائی گئی تو مذکورہ عطف بھی جائز ہوگا۔

کوفیوں کے نزدیک مذکورہ شرط میں اختلاف ہے ان کے نزدیک مذکورہ اسم اِنَّ کی خبر سے پہلے ہو یا بعد میں ہو ہر حال میں اِنَّ کے اسم پر اس کو عطف کرنا جائز ہے لہٰذا ان کے نزدیک "اِنَّ زَيْدًا وَعَمْرًوا ذَاهِبَانِ" جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک اِنَّ کا اسم اگر مبنی ہو تو اس کا مذکورہ شرط پر کوئی اثر نہ ہوگا یعنی مذکورہ شرط ہر حال میں ہے چاہے اِنَّ کا اسم معرب ہو یا مبنی، جبکہ امام مبرد اور امام کسائی کے نزدیک اگر اِنَّ کا اسم مبنی ہو تو جوازِ عطف کے لیے مذکورہ شرط نہیں ہے لہٰذا ان کے نزدیک "اِنَّكَ وَزَيْدٌ ذَاهِبَانِ" جائز ہے جبکہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

متن: وَلٰكِنَّ كَذَالِكَ وَلِذَالِكَ دَخَلَتِ اللَّامُ مَعَ الْمَكْسُوْرَةِ دُوْنَهَا عَلَى الْخَبْرِ اَوِ الْاِسْمِ اِذَا فُصِلَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا اَوْ عَلٰى مَابَيْنَهُمَا وَ فِي لٰكِنَّ ضَعِيْفٌ وَتُخَفَّفُ الْمَكْسُوْرَةُ فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ وَيَجُوْزُ اِلْغَاءُهَا وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلٰى فِعْلٍ مِنْ اَفْعَالِ الْمُبْتَدَاءِ خِلَافًا لِلْكُوْفِيِّيْنَ فِي التَّعْمِيْمِ وَتُخَفَّفُ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةُ فَتُعْمَلُ فِي ضَمِيْرِ شَانٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمَلِ مُطْلَقًا وَشَذَّ اِعْمَالُهَا فِي غَيْرِهٖ وَيَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ السِّيْنِ اَوْ سَوْفَ اَوْ قَدْ اَوْ حَرْفُ النَّفْيِ وَكَاَنَّ لِلتَّشْبِيْهِ وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰى عَلَى الْاَفْصَحِ وَلٰكِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاكِ تَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْكَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَتَيْنِ مَعْنًى وَتُخَفَّفُ فَتُلْغٰى وَيَجُوْزُ مَعَهَا الْوَاوُ وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ وَاَجَازَ الْفَرَّاءُ لَيْتَ زَيْدًا قَائِمًا وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ وَشَذَّ الْجَرُّ بِهَا

ترجمہ: اور حرف لکن بھی اسی طرح ہے اور اسی وجہ سے لام مکسورہ کے ساتھ داخل ہوتا ہے نہ کہ مفتوحہ کے ساتھ خبر پر یا اسم پر جبکہ اسم اور خبر کے درمیان فصل لایا جائے یا اس چیز کے درمیان فصل لایا جائے جو ان دونوں کے درمیان ہے اور یہ عمل لکن میں ضعیف ہے اور ان مکسورہ میں تخفیف کر دی جاتی ہے پس اس کو لام لازم ہے اور اس کو ملغٰی بنانا جائز ہے۔ اور جائز ہے اس کا داکل ہونا اس فعل پر جو مبتداء کے افعال میں سے ہو، اس میں کوفیوں کا اختلاف ہے عام کرنے کی صورت میں ، اور تخفیف کی جاتی ہے ان مفتوحہ میں، پس ضمیر شان میں جو کہ مقدر ہوتی ہے عمل کرتا ہے پس اس موقعہ پر جملوں میں مطلقا داخل ہوتا ہے اور شاذ ہے اس کو عمل دینا اس کے علاوہ میں اور لازم ہے اس کو فعل کے ساتھ سین یا سوف یا قد یا حرف نفی اور کان تشبیہ کے لیے آتا ہے اور کبھی اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے پس عمل سے لغو کر دیا جاتا ہے فصیح قول کے مطابق ، لکن استدراک کے لیے آتا ہے اور دو کلاموں کے درمیان آتا ہے اور دونوں معنا متغائز ہوتے ہیں اور کبھی اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے پس ملغٰی ہو جاتا ہے اور لیت تمنا کے لیے ہے اور فراء نے "لیت زیدا قائما" جائز قرار دیا ہے اور لعل ترجی کے لیے آتا ہے اور اس کے ذریعہ جر دینا شاذ ہے۔

تشریح:

وَلٰكِنَّ كَذَالِكَ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ یہ بیان کر رہے ہیں کہ لکنَّ بھی اِنَّ مکسورہ کی طرح ہے یعنی جس طرح اِنَّ کے اسم کے محل پر کسی دوسرے اسم کا عطف جائز ہے اسی طرح لکنَّ کے اسم کے محل پر بھی جائز ہے جبکہ لکنَّ کی خبر معطوف پر مقدم ہو جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ لٰكِنَّ عَمْرًوا غَائِبٌ وَبَكْرٌ، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اِنَّ مکسورہ تاکید کے علاوہ کلام میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا اسی طرح لکنَّ بھی کلام کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں لاتا سوائے استدراک کے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ اِنَّ جملہ کے معنی میں تغیر پیدا نہیں کرتا تو اِنَّ کے اسم اور خبر وغیرہ پر لام تاکید کا داخل ہونا درست ہے کیونکہ اِنَّ بھی جملہ کی تاکید کے لیے آتا ہے اور لام بھی جملہ کی تاکید کے لیے آتا ہے لہٰذا دونوں میں مناسبت موجود ہے اور اَنَّ مفتوحہ کی خبر پر لام تاکید داخل نہیں ہوتا کیونکہ اَنَّ مفتوحہ جملہ کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے لہٰذا اَنَّ مفتوحہ اور لام تاکید میں مناسبت نہیں۔ اسی طرح لام تاکید اِنَّ مکسورہ کے اسم پر داخل ہوتا ہے البتہ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اسم اور اِنَّ کے درمیان فصل واقع ہو جیسے "اِنَّ فِي الدَّارِ لَزَيْدًا"۔ نیز اگر اِنَّ کے اسم اور خبر کے درمیان خبر کا کوئی معمول فاصل آجائے تو اس صورت میں لام تاکید اس معمول پر داخل ہو گا جیسے "اِنَّ زَيْدًا لَطَعَامُكَ اٰكِلٌ"، اس میں طَعَامُكَ، جو لام کا مدخول ہے خبر یعنی "اٰكِلٌ" کا مفعول ہے اور اس پر مقدم ہے۔

وَ فِي لٰكِنَّ ضَعِيْفٌ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ لٰکنَّ کے اسم اور خبر وغیرہ پر لام تاکید کا داخل ہونا ضعیف ہے اس لیے کہ لٰکنَّ کی لام تاکید کے ساتھ وہ مناسبت نہیں جو اِنَّ اور لام تاکید کی ہے کیونکہ اِنَّ تاکید کے لیے آتا ہے لٰکنَّ تاکید کے لیے نہیں آتا۔

وَتُخَفَّفُ الْمَكْسُوْرَةُ۔۔الخ" کی وضاحت:

اِنَّ مکسورہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے مخففہ بھی بنایا جا سکتا ہے اس وقت اس کی خبر پر لام تاکید لانا ضروری ہے تاکہ الغاء عن العمل کی صورت میں اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق ہو جائے، اِنْ مخففہ کو عمل دینا اور نہ دینا دونوں جائز ہیں کیونکہ تخفیف کی صورت میں اس کی فعل کے ساتھ مشابہت فوت ہو جاتی ہے۔

وَيَجُوْزُ دُخُوْلُهَا عَلٰى فِعْلٍ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اِنْ مخففہ کی چونکہ فعل کے ساتھ مشابہت ختم ہو جاتی ہے اس لیے اب یہ افعال پر بھی داخل ہو سکتا ہے پھر بصریوں کے نزدیک صرف ان افعال پر داخل ہو سکتا ہے جو افعال مبتداء اور خبر پر داخل ہوتے ہیں یعنی افعال ناقصہ اور افعال قول پر جیسے "وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ وَاِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ"۔ کوفیوں کا اس تخصیص میں بصریوں کے ساتھ اختلاف ہے یعنی کوفیوں کے نزدیک اِنْ مخففہ تمام افعال پر داخل ہوتا ہے افعال ناقصہ اور افعال قلوب کے ساتھ خاص نہیں۔

وَتُخَفَّفُ اَنَّ الْمَفْتُوْحَةُ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اَنَّ مفتوحہ کو بھی مخففہ بنانا جائز ہے اور اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا بلکہ لازمی طور پر مقدر ضمیر شان میں عمل کرتا ہے اس طرح کہ ضمیر شان اس کا اسم اور جو جملہ ضمیر شان کے لیے تفسیر واقع ہے وہ اس

کی خبر ہے۔ اَنْ مخففہ مطلقاً ہر طرح کے جملوں پر داخل ہوتا ہے چاہے اسمیہ ہو، فعلیہ ہو، اور فعلیہ عام ہے چاہے ایسا فعل ہو جو مبتداء اور خبر پر داخل ہوتا ہو یا ایسا فعل نہ ہو۔ اَنْ مخففہ مقدر ضمیر شان میں عمل کرتا ہے ضمیر شان کے غیر میں اگر کہیں اس کا عمل ثابت ہو جائے تو وہ شاذ ہے۔

وَیَلْزَمُهَا مَعَ الْفِعْلِ السِّیْنِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اَنْ مخففہ اگر فعل پر داخل ہو تو اس وقت فعل پر سین، سوف، قد، حرف نفی میں سے کسی ایک کا داخل ہونا لازم ہو گا۔ یہ اس لیے ہے تا کہ اَنْ مخففہ اور اَنْ مصدریہ میں فرق ہو جائے کیونکہ اَنْ مصدریہ کے بعد سین، سوف، قد میں سے کوئی ایک نہیں آتا ہے باقی حرف نفی اَنْ مصدریہ کے بعد بھی آتا ہے پس دونوں میں فرق یہ ہو گا کہ اَنْ مصدریہ کے بعد مذکور فعل منصوب ہوتا ہے جبکہ اَنْ مخففہ کے بعد منصوب نہیں ہوتا۔

وَکَاَنَّ لِلتَّشْبِیْهِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ حروف مشبہ بالفعل میں "کَاَنَّ" ہے۔ یہ ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دینے کے لیے آتا ہے جیسے "کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ"، اور "کَاَنَّ" کبھی مخففہ ہوتا ہے، فصیح لغت کے مطابق کَاَنْ مخففہ عمل نہیں کرتا جیسے شاعر کا شعر ہے: "کَاَنْ ثَدْیَاهُ حقان"، اگر کَاَنْ مخففہ عمل کرتا تو اس کے بعد "ثَدْیَیْهِ" ہوتا حالانکہ یہاں "ثَدْیَاهُ" ہے معلوم ہوا کَاَنْ مخففہ عمل نہیں کرتا۔

وَلٰکِنَّ لِلْاِسْتِدْرَاکِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حرف مشبہ بالفعل "لکنَّ" کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ لکنَّ استدراک کے لیے آتا ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لیے آتا ہے اور یہ ایسے دو جملوں کے درمیان واقع ہوتا ہے جو ایک دوسرے کے مغائر ہوتے ہیں، وہ مغائرت یا تو صرف معنوی ہو گی یا معنوی اور لفظی دونوں طرح کی ہو گی معنوی کی مثال "غَابَ زَیْدٌ لٰکِنَّ عَمْرًوا حَاضِرٌ"، "اس میں لکنَّ کا ما قبل اور مابعد دونوں جملے لفظی اعتبار سے مثبت ہیں لیکن معنوی اعتبار سے دونوں میں تغائر ہے۔ لفظی اور معنوی دونوں کی مثال جیسے جاءنی زید لکن عمرو الم یجیء "اس مثال مین ما قبل کلام مثبت ہے اور مابعد منفی ہے لہٰذا یہ معنوی اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور لفظی اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

لکنَّ کی تخفیف:

لکنَّ میں تخفیف بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں یہ عمل نہیں کرتا کیونکہ تخفیف کے بعد اس کی مشابہت فعل کے ساتھ کمزور ہو جاتی ہے جیسے جَاءَنِیْ زَیْدٌ لٰکِنْ عَمْرٌو غَائِبٌ، لکنَّ مشددہ ہو یا مخففہ دونوں سے پہلے واؤ لانا جائز ہے۔

وَلَيْتَ لِلتَّمَنِّيْ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حروف مشبہ بالفعل "لیتَ" کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ یہ حرف تمنا کا معنی دیتا ہے اور جمہور کے نزدیک یہ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لیت زیدا قائم۔اور امام فراء کے نزدیک اس حرف کو تَمَنَّيْتُ یا اَتَمَنّٰى فعل متعدی کے معنی میں لے کر لیت زیدا قائما، میں زیدا، کو اس کا مفعول اول اور قائما کو مفعول ثانی بنادینگے۔

وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِّيْ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ حرف مشبہ بالفعل "لعلَّ" ترجی کے لیے آتا ہے چاہے جس چیز کی امید کی جارہی ہو وہ محبوب ہو یا مکروہ۔ تمنی اور ترجی میں فرق یہ ہے کہ تمنی ممکن اور محال دونوں کی ہوسکتی ہے اور ترجی صرف ممکن چیز کی ہوسکتی ہے لہٰذا "لَيْتَ الشَّبَابَ يَعُوْدُ" کہنا درست ہے مگر "لَعَلَّ الشَّبَابَ يَعُوْدُ" کہنا درست نہیں ہے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں۔ بعض نحوی لعلَّ کو حرف جر قرار دیتے ہیں اس کے مدخول کو جر دیتے ہیں دلیل کے طور پر شاعر کا شعر پیش کرتے ہیں "لَعَلَّ اَبِي الْمَغْوَارِ مِنْکَ قَرِيْبٌ"۔ مگر یہ قول شاذ ہے کیونکہ ہو سکتا ہے "اَبِي الْمَغْوَار "کا حکایتی اعراب ہے۔

متن: اَلْحُرُوْفُ الْعَاطِفَةُ هِيَ الْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثُمَّ وَحَتّٰى وَ اَوْ وَاِمَّا وَ اَمْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنَّ فَالْاَرْبَعَةُ الْاَوَّلُ لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا لَاتَرْتِيْبَ فِيْهَا وَالْفَاءُ لِلتَّرْتِيْبِ وَثُمَّ مِثْلُهَا بِمُهْلَةٍ وَحَتّٰى مِثْلُهَا وَمَعْطُوْفُهَا جُزْءٌ مِنْ مَتْبُوْعِهٖ لِيُفِيْدَ قُوَّةً اَوْ ضُعْفًا وَاَوْ وَاِمَّا وَاَمْ لِاَحَدِ الْاَمْرَيْنِ مُبْهَمًا وَاَمِ الْمُتَّصِلَةُ لَازِمَةٌ لِهَمْزَةِ الْاِسْتِفْهَامِ يَلِيْهَا اَحَدُ الْمُسْتَوِيَيْنِ وَالْاٰخَرُ الْهَمْزَةُ بَعْدَ ثُبُوْتِ اَحَدِهِمَا لِطَلَبِ التَّعْيِيْنِ وَمِنْ ثَمَّ لَمْ يَجُزْ اَرَئَيْتَ زَيْدًا اَمْ عَمْرًوا وَمِنْ ثَمَّ كَانَ جَوَابُهَا بِالتَّعْيِيْنِ دُوْنَ نَعَمْ اَوْ لَا وَالْمُنْقَطِعَةُ كَبَلْ وَالْهَمْزَةُ مِثْلُ اِنَّهَا لَاِبِلٌ اَمْ شَاةٌ وَاِمَّا قَبْلَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ لَازِمَةٌ مَعَ اِمَّا جَائِزَةٌ مَعَ اَوْ وَلَا وَبَلْ وَلٰكِنْ لِاَحَدِهِمَا مُعَيَّنًا وَلٰكِنَّ لَازِمَةٌ لِلنَّفْيِ

ترجمہ: حروف عاطفہ وہ یہ ہیں "واؤ، فاء، ثم، حتی، او، اما، ام، لا، بل، لکن "پس پہلے چار مطلقا جمع کا معنی دینے کے لیے آتے ہیں ان میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی اور فاء عاطفہ ترتیب کے لیے آتا ہے اور ثم بھی اسی طرح ہے اور مہلت کے معنی میں بھی آتا ہے اور حتی اس کی طرح ہے اور اس کا معطوف اپنے متبوع کا جزء ہوتا ہے تاکہ فائدہ دے قوت اور ضعف کا، اور او، اما، اور ام دو میں سے کسی ایک امر کے لیے آتے ہیں مبہم ہونے کے اعتبار سے، اور ام متصلہ ہمزہ استفہام کے لیے لازم ہوتا ہے اور اس کے متصل ہوتا ہے دو مستویین میں سے ایک اور دوسرا ہمزہ کو لازم ہوتا ہے دو میں سے ایک کے ثبوت کے بعد تعیین کے طلب

کرنے کے لیے اور اسی وجہ سے جائز نہیں ہے "ارایت زیدا ام عمروا" اور اسی وجہ سے اس کا جواب تعیین سے ہوتا ہے نہ کہ نعم یا لاء کے ساتھ اور ام منقطعہ بل اور ہمزہ کی طرح ہے جیسے "انھا لابل ام شاۃ" اور اما معطوف علیہ سے پہلے اما کے ساتھ لازم ہے اور اَو کے ساتھ جائز ہوتا ہے اور لا، بل اور لکن دونوں میں سے کسی ایک کے لیے متعین طور پر اور لکن نفی کے لیے لازم ہے۔

تشریح:

اَلْحُرُوْفُ الْعَاطِفَۃُ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حروف عاطفہ کو بیان کر رہے ہیں، عطف کا لغوی معنی ہے مائل کرنا، ان حروف کو عاطفہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حروف معطوف کو معطوف علیہ کی طرف مائل کر کے اس کے عامل کا معمول بنادیتے ہیں۔ یہ کل دس حروف ہیں: واؤ، فاء، ثم، حتی، او، اما، ام، لا، بل، لکنَّ۔

واؤ، فاء، ثم اور حتی:

یہ چاروں حروف جمع کے لیے آتے ہیں یعنی معطوف کو معطوف علیہ کے ساتھ حکم میں شریک کرنے کے لیے آتے ہیں۔ پھر واؤ مطلقاً معطوف اور معطوف علیہ کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لیے آتا ہے اور اس میں کوئی شرط نہیں ہوتی کہ معطوف علیہ آنے میں پہلے ہو یا بعد میں، جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ وَعَمْرٌو، اس میں آنے کی نسبت زید اور عمرو دونوں کی طرف ہے چاہے زید پہلے آیا ہو یا عمرو، یا دونوں ایک ساتھ آئے ہوں۔ اور فاء ترتیب مع الوصل کے لیے آتا ہے یعنی اگر زید اور عمرو کے درمیان حرف عطف فاء ہوگا تو زید پہلے آئے گا اور اس کے ساتھ ہی بعد میں عمرو آئے گا۔ اور ثُمّ، میں ترتیب تو ہوتی ہے لیکن تراخی کے ساتھ یعنی اگر درمیان میں ثم ہو تو پہلے زید آئے گا اور کچھ تاخیر کے ساتھ اس کے بعد عمرو آئے گا۔ اور حتّی ترتیب اور تاخیر میں ثم کی طرح ہے البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ثم میں تاخیر زیادہ ہوتی ہے اور حتّی میں کم ہوتی ہے۔

اور حتّی کی صورت میں معطوف، معطوف علیہ کا جزء ہوتا ہے جیسے جَاءَنِي الْقَوْمُ حَتَّى زَيْدٌ، میں " زید، قوم کا جزء ہے یہ اس لیے تا کہ حتی کے ذریعہ معطوف کی قوت یا ضعف کو بیان کیا جائے جیسے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمُشَاةُ(حاجی آئے یہاں تک کہ پیدل چلنے والے بھی آئے) اس مثال میں معطوف کا ضعف بیان کرنا مقصود ہے۔

اَوْ، اِمَّا، اَمْ:

یہ تینوں معطوف، معطوف علیہ میں سے غیر معین طور پر کسی ایک کے لیے حکم ثابت کرنے کے لیے آتے ہیں یعنی دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لیے آتے ہیں جیسے "اَدِرْهَمٌ عِنْدَكَ اَمْ دِيْنَارٌ" یعنی تیرے پاس درہم ہیں یا دینار؟

اَم کی قسمیں:

ام کی دو قسمیں ہیں: متصلہ اور منفصلہ۔

ام متصلہ وہ ہے جس کے ذریعے معطوف علیہ اور معطوف میں سے کسی ایک کی تعیین کے متعلق سوال کیا جائے اس کے استعمال کی تین شرطیں ہیں:

1: اس سے پہلے ہمزہ استفہامیہ ہو جیسے اَحِمَارٌ عِنْدَکَ اَمْ بَقَرٌ؟

2: جن دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے ان میں سے ایک ہمزہ کے ساتھ اور دوسری ام کے ساتھ متصل ہو۔

3: جن دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہے ان میں سے ایک متکلم کے نزدیک واقع میں ثابت ہو۔

ام منقطعہ وہ ہے جس کا مابعد ما قبل کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو۔ اور یہ ما قبل سے اعراض کے اعتبار سے بل اور مابعد میں شک کے اعتبار سے ہمزہ کی طرح ہے جیسے اِنَّهَا لَاِبِلٌ اَمْ شَاةٌ۔ یعنی دور سے کسی جانور کو دیکھ کر کہا: یہ اونٹ ہے پھر جب کچھ قریب ہو تو کہا، نہیں یہ اونٹ نہیں بلکہ بکری یا کوئی اور جانور ہے تو اَم کی وجہ سے اول یعنی اونٹ ہونے سے تو اعراض کیا کہ اونٹ نہیں ہے اور مابعد میں شک پیدا ہوا کہ ہو سکتا ہے کہ بکری ہو یا کوئی اور جانور ہو۔

وَاِمَّا قَبْلَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ کسی اسم پر اما کے ذریعے سے عطف کرنا ہو تو معطوف علیہ سے پہلے ایک اور اِمّا لانا ضروری ہے جیسے جَاءَنِي اِمَّا زَيْدٌ وَاِمَّا عَمْرٌو، یہ اس لیے تا کہ شروع ہی سے معلوم ہو کہ کلام شک پر مبنی ہے، باقی اَوْ کے ذریعے کسی چیز کو دوسری چیز پر عطف کرنے کی صورت میں معطوف علیہ سے پہلے اِمّا لانا ضروری نہیں البتہ جائز ہے کیونکہ کلمہ اَوْ شک پیدا کرنے میں قوی ہے اسے ما قبل اِمّا کے ذریعے تاکید کی ضرورت نہیں۔

لا، بل، لکن:

حروف عاطفہ میں سے لا، بل اور لکن احد الامرین کے لیے معین طور پر آتے ہیں، پھر تینوں میں فرق یہ ہے کہ لا معطوف علیہ کے لیٔ جو حکم ثابت ہو اس کو معطوف سے نفی کے لیے آتا ہے جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ لَا عَمْرٌو، میں زید کے لیے آنا ثابت ہے اور عمرو کے لیے نہ آنا ثابت ہے۔ بل معطوف کے لیے حکم کو ثابت کرتا ہے جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ بَلْ عَمْرٌو، میں عمرو کے لیے آنا ثابت ہے۔ لکن کے لیے نفی لازم ہے چاہے نفی لکن سے پہلے ہو یا بعد جیسے مَا جَاءَنِيْ زَيْدٌ لٰكِنْ عَمْرٌو۔

متن: حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ اَلَا وَاَمَا وَهَا حُرُوْفُ النِّدَاءِ يَا اَعَمُّهَا وَيَا وَهَيَا لِلْبَعِيْدِ وَاَيْ وَالْهَمْزَةُ لِلْقَرِيْبِ حُرُوْفُ الْاِيْجَابِ نَعَمْ وَبَلٰى وَاِيْ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ فَنَعَمْ مُقَرِّرَةٌ لِمَا سَبَقَهَا وَبَلٰى مُخْتَصَّةٌ بِاِيْجَابِ النَّفْيِ وَاِيْ لِلْاِثْبَاتِ بَعْدَ الْاِسْتِفْهَامِ وَيَلْزَمُهَا الْقَسَمُ وَاَجَلْ وَجَيْرِ وَاِنَّ تَصْدِيْقٌ لِمُخْبِرٍ حُرُوْفُ الزِّيَادَةِ

اِنْ وَاَنْ وَمَا وَلَا وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ فَاِنْ مَعَ مَا النَّافِيَةِ وَقَلَّتْ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ وَلَمَّا وَاَنْ مَعَ لَمَّا وَبَيْنَ لَوْ وَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ مَعَ الْكَافِ وَمَا مَعَ اِذَا وَمَتٰى وَاَيٍّ وَاَيْنَ وَاِنْ شَرْطًا وَبَعْضِ حُرُوْفِ الْجَرِّ وَقَلَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَلَا مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ وَاَنِ الْمَصْدَرِيَّةِ وَقَلَّتْ قَبْلَ اُقْسِمُ وَشَذَّتْ مَعَ الْمُضَافِ وَمِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ تَقَدَّمَ ذِكْرُهَا

ترجمہ: حروف تنبیہ الا، اما، ھاہیں حروف نداء یا، اعم ہے اور ایا، ھیا دور کے لیے ہیں اور ای اور ہمزہ قریب کے لیے ہیں حروف ایجاب نعم، بلیٰ، ای، اجل، جیر، ان "ہیں، پس نعم اپنے ماقبل کے لیے ثابت کرنے والا ہوتا ہے اور بلیٰ نفی کے ایجاب کے لیے مخصوص ہے اور ای، استفہام کے بعد ثابت کرنے کے لیے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے اور حرف اجل، جیر اور ان، مخبر کے لیے تصدیق ہوتے ہیں۔ حروف زیادت "ان، ان ،ما، لا، من، باء، لام "ہیں پس اِن مانافیہ کے ساتھ زائد ہوتا ہے اور مامصدریہ کے ساتھ اس کا زائد ہونا کم ہے اور لما کے ساتھ زائد ہونا قلیل ہے اور ان، لما کے ساتھ اور لو اور قسم کے درمیان زائد ہوتا ہے اور کاف کے ساتھ زائد ہونا قلیل ہے اور مازائد ہوتا ہے اذا، متی، ای، این، ان" کے ساتھ جبکہ یہ شرطیہ ہوں اور بعض حروف جر کے ساتھ زائد ہوتا ہے اور مضاف کے ساتھ زائد ہونا کم ہے اور لازائد ہوتا ہے واؤ کے ساتھ نفی کے بعد اور ان مصدریہ کے بعد اور اقسم سے پہلے زائد ہونا کم ہے اور مضاف کے ساتھ زائد ہونا شاذ ہے اور من، باء، لام کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

تشریح:

حُرُوْفُ التَّنْبِيْهِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ حروف تنبیہ کے بارے میں بیان کررہے ہیں کہ حروف تنبیہ تین ہیں: "اَلَا، اَمَا، ھَا"، یہ تینوں جملہ کے شروع میں آتے ہیں تاکہ سامع متکلم کے کلام کو سننے میں غفلت نہ کرے۔ البتہ "ھَا" بعض مفردات یعنی اسماء اشارات کے شروع میں بھی آتا ہے جیسے ھٰذَا۔

حروف ندا:

حروف ندا پانچ ہیں "یا، ایا، ھیا، ای، **ھمزہ مفتوحہ**"۔ ان میں سے یَا عام ہے کیونکہ یہ قریب وبعید دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ ایا، ھیا، بعید اور اَیْ اور ہمزہ نداء قریب میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور یاء ندبہ اور استغاثہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

حروف ایجاب:

حروف ایجاب چھ ہیں: "نعم، بلی، اجل، ای، جیر، اِنّ"۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ نعم ماقبل مضمون کو ثابت کرتا ہے چاہے ماقبل مضمون استفہام ہو یا خبر یا نفی یا اثبات جیسے اَقَامَ زَیْدٌ، کے جواب میں نعم کہا جائے۔ اور بلی نفی کے ایجاب کے ساتھ مختص ہے جیسے لَمْ یَرْکَبْ زَیْدٌ، کے جواب میں بلی کہا جائے۔ اور ای استفہام کے بعد اثبات کے لیے آتا ہے اور قسم اس کو لازم ہے جیسے ھل رکب زید، کے جواب میں "اِیْ واللہ" کہا جائے۔ اور "اجل، جیر، اِنَّ" یہ تینوں کلمات خبر دینے والے کی تصدیق کے لیے آتے ہیں جیسے قد رکب الامیر، کے جواب میں اجل، جیر یا اِنَّ کہا جائے۔

حروف زیادۃ:

حروف زیادت یہ ہیں: "اِنْ، اَنْ، مَا، لَا، مِنْ، بَاء، لَام"۔ ان حروف کو حروف زیادت اس لیے کہتے ہیں کہ ان کو کلام سے ساقط کرنے سے کلام کے معنی میں کوئی نقصان پیدا نہیں ہوتا۔ حروف زیادت کی تفصیل یہ ہے کہ اِنْ تین موقعوں پر زائد ہوتا ہے۔ (1) اکثر ما نافیہ کے ساتھ نفی کی تاکید کے لیے زائد ہوتا ہے جیسے ما ان رایت زید۔ (2) ما مصدریہ کے ساتھ اِنْ کا زائد ہونا قلیل ہے جیسے انظرنی ما ان جلس القاضی۔ (3) لَمَّا کے ساتھ اِنْ کا زائد ہونا قلیل ہے جیسے لمّا ان قام زید قمت۔ اَن مفتوحہ بھی تین جگہوں پر زائد ہوتا ہے (1) لما کے ساتھ جیسے "فلما ان جاء البشیر"۔ (2) لو اور قسم کے درمیان جیسے "واللہ ان لو قام زید قمت"۔ (3) کاف جارہ کے ساتھ اَنْ کا زائد ہونا قلیل ہے جیسے کان ظبیۃ تعطوا الی ناضر السلم۔

ما پانچ کلمات کے ساتھ زائد ہوتا ہے یعنی اذا، متی، ایّ، این، اِنْ" کے ساتھ ما زائدہ ہوتا ہے بشرطیکہ یہ کلمات شرط کے لیے ہوں جیسے اذا ماتخرج اخرج، متی ماتذھب اذھب، ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ، اینما تجلس اجلس، امّا ترین من البشر احدا۔ نیز ما بعض حروف جارہ کے ساتھ بھی زائد ہوتا ہے جیسے باء کے ساتھ "فبما رحمۃٍ من اللہ لنت لھم"۔ اور مِن کے ساتھ۔ اور مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان بھی ما زائدہ ہوتا ہے مگر یہ قلیل ہے جیسے غضبت من غیر ما جرم۔

لا، واؤ کے ساتھ نفی کے بعد زائد ہوتا ہے جیسے ماجاءنی زید ولا عمرو ای ماجاءنی زید وعمرو۔ اور لا، اَن مصدریہ کے بعد بھی زائد ہوتا ہے۔ لفظ اُقْسِمُ سے پہلے بھی لا زائدہ ہوتا ہے مگر یہ قلیل ہے جیسے "لا اقسم بیوم القیامۃ"۔ اور مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لا کا زائدہ ہونا شاذ ہے۔

متن: **حَرْفَا التَّفْسِیْرِ اَیْ وَاَنْ فَاَنْ مُخْتَصَّۃٌ بِمَا فِیْ مَعْنَی الْقَوْلِ حُرُوْفُ الْمَصْدَرِ مَا وَاَنْ وَاَنَّ فَالْاَوَّلَانِ لِلْفِعْلِیَّۃِ وَاَنْ لِلْاِسْمِیَّۃِ حُرُوْفُ التَّحْضِیْضِ ھَلَّا وَاَلَّا وَلَوْلَا وَلَوْمَا لَھَا صَدْرُ الْکَلَامِ وَیَلْزَمُھَا الْفِعْلُ لَفْظًا**

اَوْ تَقْدِيْرًا حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمَاضِيْ لِلتَّقْرِيْبِ وَفِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيْلِ حَرْفُ الْاِسْتِفْهَامِ اَلْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهُمَا صَدْرُ الْكَلَامِ تَقُوْلُ اَزَيْدٌ قَائِمٌ؟ وَاَقَامَ زَيْدٌ؟ وَكَذَالِكَ هَلْ وَالْهَمْزَةُ اَعَمُّ تَصَرُّفًا تَقُوْلُ اَزَيْدًا ضَرَبْتَ؟ وَاَتَضْرِبُ زَيْدًا وَهُوَ اَخُوْكَ وَاَزَيْدٌ عِنْدَكَ اَمْ عَمْرٌو وَاَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ وَاَفَمَنْ كَانَ وَاَوَمَنْ كَانَ

ترجمہ: تفسیر کے دو حرف ای، ان ہیں پس ان اس فعل کے ساتھ خاص ہے جو قول کے معنی میں ہو اور حروف مصدر "ما، ان، ان" ہیں، پس پہلے دونوں فعل پر داخل ہوتے ہیں اور ان جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے حروف تحضیض "هلا، الا، لولا، لوما" ہیں ان کے لیے صدارت کلام ہے اور ان کے لیے فعل لازم ہوتا ہے چاہے فعل لفظا ہو یا تقدیرا، حرف توقع قد ہے اور یہ مضارع پر داخل ہو کر تقلیل کے لیے آتا ہے، استفہام کے دو حروف "همزہ، هل" ہیں ان دونوں کے لیے صدارت کلام ہے جیسے تو کہے "ازید قائم، اقام زید" اور اسی طرح هل ہے اور ہمزہ استعمال کے اعتبار سے زیادہ عام ہے تو کہے "ازیدا ضربت، اتضرب زیدا وھو اخوک، ازید عندک ام عمرو، اثم اذا ما وقع، افمن کان، اومن کان"۔

تشریح:

حَرْفَا التَّفْسِيْرِ۔۔الخ" کی وضاحت:

حروف تفسیر دو ہیں "اَیْ، اَنْ"۔ اَیْ مفرد اور جملہ دونوں کی تفسیر کے لیے آتا ہے جیسے "جَاءَنِیْ رَجُلٌ اَیْ زَیْدٌ، زَیْدٌ قُطِعَ رِزْقُهٗ اَیْ مَاتَ"۔ اور اَنْ معنی قول کے ساتھ خاص ہے یعنی صرف ایسے لفظ کی تفسیر واقع ہوتا ہے جو قول کے معنی میں ہو صریح قول نہ ہو جیسے "وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ"۔

حروف مصدر:

یہ تین حروف ہیں "مَا، اَنْ، اَنَّ"۔ ما اور اَنَّ فعل پر داخل ہو کر فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں جیسے "وَاَعْجَبَنِیْ اَنْ خَرَجْتَ اَیْ خُرُوْجُکَ"۔ اور اَنّ جملہ اسمیہ کے ساتھ خاص ہے جملہ فعلیہ پر داخل نہیں ہوتا جیسے "اَعْجَبَنِیْ اَنَّکَ قَائِمٌ اَیْ قِیَامُکَ"۔

حروف تحضیض:

حروف تحضیض چار ہیں "هلّا، اِلّا، لولا، لوما"۔ حروف تحضیض اگر فعل ماضی پر داخل ہوں تو فعل نہ کرنے پر نادم کرنے کے لیے آتے ہیں جیسے "هَلَّا ضَرَبْتَ"، اور اگر مضارع پر داخل ہوں تو فعل پر ابھارنے کے لیے آتے ہیں جیسے "هَلَّا تَضْرِبُ"۔ حروف تحضیض صدارت کلام کو چاہتے ہیں اور لازمی طور پر فعل پر داخل ہوتے ہیں چاہے فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔

حرف توقع:

حرف توقع ایک ہے اور وہ قد ہے۔ قد جب ماضی پر داخل ہو تو کبھی تحقیق، تقریب اور توقع تینوں معانی کا فائدہ دیتا ہے۔ اور جب مضارع پر داخل ہو تو صرف تحقیق کا فائدہ دیتا ہے جیسے "قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ" (تحقیق اللہ جانتا ہے۔) اور کبھی تحقیق اور تقلیل دونوں کا فائدہ دیتا ہے جیسے "اِنَّ الْکَذُوْبَ قَدْ یَصْدُقُ" (بیشک جھوٹے کبھی سچ بولتے ہیں۔)

حرف استفہام:

حروف استفہام دو ہیں "ہمزہ اور ھل"۔ یہ دونوں حرف صدارت کلام چاہتے ہیں اور جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے "ازید قائم، اقام زید، ھل زید قائم، ھل قام زید"۔ ہمزہ ہر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جبکہ ھل صرف اس جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جس کی خبر فعل نہ ہو۔

ہمزہ اور ھل میں فرق:

ہمزہ تصرف کے اعتبار سے ھل سے اعم ہے کئی مواقع ایسے ہیں جہاں ہمزہ استعمال ہوتا ہے مگر ھل استعمال نہیں ہوتا۔ (1) فعل کی موجودگی میں ہمزہ کو اسم پر داخل کرنا جائز ہے مگر ھل کو اسم پر داخل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا "اَزَیْدًا ضَرَبْتَ، کہنا درست ہے مگر ھَلْ زَیْدًا ضَرَبْتَ" کہنا درست نہیں۔ (2) استفہام انکاری کے لیے ہمزہ کا استعمال جائز ہے مگر ھل کا استعمال جائز نہیں۔ لہٰذا "اَتَضْرِبُ زَیْدًا وَھُوَ اَخُوْکَ، کہنا درست ہے مگر ھَلْ تَضْرِبُ وَھُوَ اَخُوْکَ، کہنا درست نہیں۔ (3) ام متصلہ کے ساتھ ہمزہ کا استعمال جائز ہے مگر ھل کا استعمال جائز نہیں۔ لہٰذا "اَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو، کہنا جائز ہے مگر "ھَلْ زَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو، کہنا درست نہیں۔ (4) حروف عاطفہ میں سے ثم، فاء اور واؤ پر ہمزہ کا دخول جائز ہے مگر ھل کا دخول جائز نہیں۔ لہٰذا "اَثُمَّ اِذَا مَاوَقَعَ، اَفَمَنْ کَانَ، اَوَمَنْ کَانَ مَیْتاً، کہنا درست ہے مگر "ھَلْ ثُمَّ اِذَا مَاوَقَعَ، ھَلْ فَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا، ھَلْ وَمَنْ کَانَ مَیْتاً، کہنا درست نہیں۔

متن: حُرُوْفُ الشَّرْطِ اِنْ وَلَوْ وَاَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ فَاِنْ لِلْاِسْتِقْبَالِ وَاِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِيْ وَلَوْ عَكْسُهُ وَتَلْزَمَانِ الْفِعْلَ لَفْظًا اَوْ تَقْدِيْرًا وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ لَوْ اَنَّكَ بِالْفَتْحِ لِاَنَّهُ فَاعِلٌ وَانْطَلَقْتَ بِالْفِعْلِ مَوْضِعَ مُنْطَلِقٍ لِيَكُوْنَ كَالْعِوَضِ فَاِنْ كَانَ جَامِدًا جَازَ لِتَعَذُّرِهٖ وَاِذَا تَقَدَّمَ الْقَسَمُ اَوَّلَ الْكَلَامِ عَلَى الشَّرْطِ لَزِمَهُ الْمَاضِيْ لَفْظًا اَوْ مَعْنًى فَيُطَابِقُ وَكَانَ الْجَوَابُ لِلْقَسَمِ لَفْظًا مِثْلُ وَاللّٰهِ اِنْ اَتَيْتَنِيْ اَوْ لَمْ تَأْتِنِيْ لَاَكْرَمْتُكَ وَاِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِيْمِ الشَّرْطِ اَوْ غَيْرِهٖ جَازَ اَنْ يُعْتَبَرَ وَاَنْ يُلْغٰى كَقَوْلِكَ اَنَا وَاللّٰهِ اِنْ تَأْتِنِيْ اٰتِكَ وَاِنْ اَتَيْتَنِيْ وَاللّٰهِ لَاٰتِيَنَّكَ وَتَقْدِيْرُ الْقَسَمِ كَاللَّفْظِ مِثْلُ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ وَاَمَّا لِلتَّفْصِيْلِ وَالْتُزِمَ حَذْفُ فِعْلِهَا وَعُوِّضَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ فَائِهَا جُزْءٌ مِمَّا فِيْ حَيِّزِهَا مُطْلَقًا وَقِيْلَ هُوَ

مَعۡمُوۡلُ الۡمَحۡذُوۡفِ مُطۡلَقًا مِثۡلُ اَمَّا یَوۡمَ الۡجُمُعَۃِ فَزَیۡدٌ مُنۡطَلِقٌ وَقِیۡلَ اِنۡ کَانَ جَائِزَ التَّقۡدِیۡمِ فَمِنَ الۡاَوَّلِ وَاِلَّا فَمِنَ الثَّانِیۡ

ترجمہ: حروف شرط ان، لو اور اما ہیں، ان کے لیے صدارت کلام ہے ان استقبال کے لیے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو اور لو اس کے برعکس ہے یہ دونوں فعل کو لازم ہیں، فعل چاہے لفظا ہو یا تقدیرا اور اسی وجہ سے کہا گیا لو انک، ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ، کیونکہ بے شک وہ فاعل ہے اور انطلقت فعل کے ساتھ استعمال کرتے ہیں منطلق اسم فاعل کی جگہ تاکہ مقدر فعل کے عوض ہو جائے پس اگر وہ جامع ہو تو جائز ہے کیونکہ اس کا واقع ہونا متعذر ہے اور جب قسم شرط پر مقدم ہو کر شروع کلام میں ہو تو اس کے لیے فعل کا ماضی لانا ضروری ہے خواہ لفظا ہو یا معنی، پس اس کے مطابق لایا جائے گا، اور جواب لفظا قسم کے لیے ہوگا جیسے "واللہ ان اتیتنی اولم تاتنی لاکرمتک" اور اگر قسم درمیان میں ہو شرط کو مقدم لاکر یا غیر شرط کو مقدم لاکر تو جائز ہے قسم اور شرط میں سے کسی ایک کا اعتبار کرنا اور کسی ایک کو لغو کرنا، جیسے تیرا قول "انا واللہ ان تاتنی اٰتک وان اتیتنی واللہ لاٰتینک" اور قسم کو مقدر لانا ایسا ہی ہے جیسے ملفوظ ہو جیسے "لئن اخرجوا لایخرجون" اور "ان اطعتموھم" اور اما تفصیل کے لیے آتا ہے اور لازم ہے اما کے فعل کو حذف کرنا اور عوض میں لایا جاتا ہے اس کے اور اس کے فاء جزا کے درمیان ایسا جزء جو مطلقا اس کے حیز میں ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ محذوف فعل کا معمول ہوتا ہے مطلقا جیسے "اما یوم الجمعۃ فزید منطلق" اور کہا گیا ہے کہ اگر صورت ایسی ہو کہ اس کا مقدم کرنا جائز ہو تو وہ پہلی قسم میں داخل ہے اور اگر جائز التقدیم نہ ہو تو دوسری قسم میں داخل ہے۔

تشریح:

حروف شرط:

حروف شرط تین ہیں: "اِنۡ، لَوۡ، امّا" یہ تینوں صدارت کلام چاہتے ہیں تاکہ اول کے ثانی کے لیے سبب ہونے پر دال ہو۔ اِنۡ استقبال کے لیے آتا ہے اگرچہ ماضی پر داخل ہو جیسے "اِنۡ ضَرَبۡتَنِیۡ ضَرَبۡتُکَ"۔ اور لَو اس کے برعکس ہے یعنی لو ماضی کے لیے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو جیسے "لَوۡ ضَرَبۡتَ ضَرَبۡتُ، لَوۡ تَضۡرِبُ اَضۡرِبُ"۔

ان اور لو دونوں کو فعل لازم ہے چاہے فعل لفظاً ہو جیسے "ان ضربت ضربت، لو ضربت ضربت"، یا تقدیراً ہو جیسے "لو انتم تملکون ای لو تملکون انتم تملکون"۔ چونکہ اَنۡ اور لَو کو فعل لازم ہے اس لیے "لو انک انطلقت" جیسی مثالوں میں اَنَّ مفتوحہ پڑھا جائے گا کیونکہ ان اپنے اسم اور خبر سے ملکر فعل مقدر کے لیے فاعل ہے یعنی عبارت یوں بنے گی "لو ثبت انک انطلقت"۔ اس موقع پر اَنَّ کی خبر اسم فاعل کے بجائے فعل لائی جائے گی تاکہ لو کے بعد جو فعل مقدر ہے یہ اس کا عوض ہو جائے لہٰذا "لو انک منطلق" نہیں کہا جائے گا بلکہ "لو انک انطلقت" کہا جائیگا۔ اگر اَنَّ کی خبر اسم جامد ہو

تو چونکہ اس سے اشتقاق متعذر ہے لہٰذا اس صورت میں اسم جامد ہی اَنَّ کی خبر ہو گا جیسے "وَلَوْ اَنَّ ما فی الارضی من شجرۃ اقلام " میں اقلام، اسم جامد ہے اور یہی اسم جامد ان کی خبر ہو گا۔

اگر کلام کی ابتداء میں قسم سے شرط سے پہلے واقع ہو تو فعل قسم کو ماضی لانا لازم ہے چاہے فعل لفظاً ماضی ہو جیسے واللّٰہ اِنْ اٰتَیْتَنِیْ لَاَ کْرَمْتُکَ، یا معنیً ماضی ہو جیسے وَاللّٰہ اِنْ لَمْ تَاْتِنِیْ لَاَ کْرَمْتُکَ۔ فعل قسم ماضی لانا اس لیے ضروری ہے تاکہ فعل قسم اور جوابِ قسم اس اعتبار سے دونوں مطابق ہو جائیں کہ اس پر حرف شرط کا عمل ظاہر نہ ہو گا کیونکہ ماضی مبنی ہونے کی وجہ سے حروف شرط کے دخول کا اس پر اثر نہیں ہوتا، اور قسم اور شرط کے بعد جو جواب واقع ہے وہ صرف قسم کا جواب ہو گا شرط اور قسم دونوں کا جواب نہ ہو گا۔

وَاِنْ تَوَسَّطَ بِتَقْدِیْمِ الشَّرْطِ۔۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ اگر ابتدائے کلام میں قسم مقدم نہ ہو بلکہ بلکہ شرط یا غیر شرط مقدم ہو اور قسم درمیان میں واقع ہو تو اس صورت میں دونوں میں سے کسی ایک کا اعتبار کرنا یا کسی ایک کو لغو قرار دینا دونوں جائز ہیں جیسے ان آتیتنی واللّٰہ لآتیتک، یہ شرط مقدم کی مثال ہے اور "انا واللّٰہ ان تاتنی اٰتک" یہ غیر شرط مقدم ہونے کی مثال ہے۔ اور اگر شروع کلام میں قسم مقدر ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو قسم ملفوظ کا ہے جیسے "لئن اخرجوا لایخرجون معھم" میں شرط مقدر ہے تقدیری عبارت یوں ہو گی"واللّٰہ لئن اخرجوا لایخرجون معھم " اور "لایخرجون" جواب قسم ہے جزاء نہیں، کیونکہ جزاء ہونے کی صورت میں "لایخرجوا" مجزوم ہوتا۔ دوسری مثال"وان اطعتموھم انکم لمشرکون" میں شرط مقدر ہے تقدیری عبارت یوں ہو گی"واللّٰہ ان اطعتموھم انکم لمشرکون"۔انکم مشرکون، جواب قسم ہے جزاء نہیں، کیونکہ جزاء ہوتا تو اس کے شروع میں فاء آنا چاہیے تھا کیونکہ جملہ اسمیہ جب جزاء واقع ہو تو اس کے شروع میں فاء لانا واجب ہے۔

وَاَمَّا لِلتَّفْصِیْلِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ حروف شرط میں سے تیسرا حرف اما ہے یہ اجمال کی تفصیل کے لیے آتا ہے اسی لیے اس کا تکرار واجب ہے جیسے جاءنی القوم اما زید فاکرمتہ واما عمرو فضربتہ۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے اما کے فعل شرط کو ہمیشہ حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کے عوض امّا اور فاء جزائیہ کے درمیان مطلقاً اس چیز کا جزء لاتے ہیں جو فاء جزائیہ کے تحت میں ہے تاکہ فعل شرط کو حذف کرنے کے بعد علامتِ شرط اور علامتِ جزاء کا بلا فصل اجتماع لازم نہ آئے جیسے اَمَّا یوم الجمعۃ فزید منطلق، اس کی اصل مہما یکن من شیء فزید منطلق یوم الجمعۃ، شرط یعنی

یَکُنْ مِنْ شَیْءٍ کو حذف کر دیا اور اَمَّا کو مَھْمَا کے قائم مقام بنا دیا اور جزاء کے معمول یعنی یوم الجمعة کو شرطِ محذوف کے عوض میں امّا اور فاء جزائیہ کے درمیان لایا۔

بعض کے نزدیک یوم الجمعة مطلقاً شرطِ محذوف کا معمول ہے اس قول کے مطابق مذکورہ مثال کی تقدیری عبارت اس طرح ہوگی مہما یکن من شیء یوم الجمعة فزید منطلق، بعض کے نزدیک اگر صرف اس جزء کی تقدیم فاء پر جائز ہو تو یہ فاء جزائیہ کے تحت میں واقع شیء کا جزء شمار ہوگا فاء پر برائے فصل مقدم کیا گیا، اور اگر اس کی تقدیم فاء جزائیہ پر جائز نہ ہو تو پھر یہ شرطِ محذوف کا معمول شمار ہوگا۔

متن: حَرْفُ الرَّدْعِ كَلَّا وَقَدْ جَاءَ بِمَعْنٰى حَقًّا تَاءُ التَّانِيْثِ السَّاكِنَةِ تَلْحَقُ الْمَاضِيَ لِتَانِيْثِ الْمُسْنَدِ إِلَيْهِ فَإِنْ كَانَ ظَاهِرًا غَيْرَ حَقِيْقِيٍّ فَمُخَيَّرٌ وَأَمَّا إِلْحَاقُ عَلَامَةِ التَّثْنِيَةِ وَالْجَمْعَيْنِ فَضَعِيْفٌ اَلتَّنْوِيْنُ نُوْنٌ سَاكِنَةٌ تَتْبَعُ حَرَكَةَ الْاٰخِرِ لَا لِتَاكِيْدِ الْفِعْلِ وَهُوَ لِلتَّمَكُّنِ وَالتَّنْكِيْرِ وَالْعِوَضِ وَالْمُقَابَلَةِ وَالتَّرَنُّمِ وَيُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ مَوْصُوْفًا بِإِبْنٍ مُضَافًا إِلٰى عَلَمٍ اٰخَرَ

ترجمہ: حرف ردع کلّا ہے اور کبھی کبھی حقّا کے معنی میں آتا ہے تانیث کی ساکن تاء ماضی کو لاحق ہوتی ہے مسند الیہ کے مؤنث ہونے کی وجہ سے پس اگر مسند الیہ ظاہر ہو اور مؤنث حقیقی ہو تو اختیار دیا گیا ہے۔ اور بہر حال تثنیہ اور دونوں جمعوں کی علامت کا داخل کرنا پس یہ ضعیف ہے تنوین نون ساکنہ کا نام ہے جو دوسرے کی حرکت کے تابع ہوتی ہے فعل کی تاکید کے لیے نہیں ہوتی، تنوین تمکن، تنکیر، عوض، مقابلہ اور ترنم کے لیے آتی ہے اور حذف کر دی جاتی ہے اس علم سے جو کہ ایسے ابن کا موصوف ہو جو دوسرے علم کی طرف مضاف ہو۔

تشریح:

حرف ردع:

حرف ردع صرف ایک ہے اور وہ ہے "کَلَّا"، یہ ڈانٹ اور منع کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے زَیْدٌ یَضْرِبُکَ" کے جواب میں "کَلَّا" کہہ دیا تو مطلب ہوگا کہ ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ اور "کَلَّا" کبھی حَقًّا یعنی مضمون جملہ کی تحقیق کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے "کَلَّا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغیٰ"۔

تاء التانیث:

تائے تانیث ساکنہ کہہ کر مصنف علیہ الرحمہ نے ضَرَبْتَ یعنی تاء متحرکہ کو وخارج کر دیا کیونکہ یہ تائے تانیث ساکنہ فعل ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے تاکہ مسند الیہ کی تانیث پر دلالت کرے جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ، میں تاء ساکنہ مسند الیہ یعنی ھند کی تانیث پر دلالت کرتی ہے۔ اگر فعل کا مسند الیہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو اس وقت فعل میں علامتِ تانیث لانے اور نہ لانے کا اختیار ہو گا جیسے طَلَعَ الشَّمْسُ وَطَلَعَتِ الشَّمْسُ۔ البتہ جس فعل کا مسند الیہ اسم ظاہر ہو تو مسند الیہ کی حالت پر دلالت کرانے کے لیے مذکورہ فعل کے آخر میں علامتِ تثنیہ اور علامتِ جمع لگانا ضعیف ہے جیسے ضَرَبَاالرَّجُلَانِ، ضَرَبُوْا الرِّجَالُ، کیونکہ بظاہر اس صورت میں تعدد فاعل کی خرابی لازم آتی ہے لیکن حقیقت میں تعدد فاعل نہیں ہے کیونکہ علامتِ تثنیہ وجمع محض علامت ہے ضمیر نہیں، اس لیے اس پر ممنوع ہونے کا حکم نہیں لگایا۔

تنوین:

تنوین وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کے آخری حرف کی حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کے لیے نہ ہو جیسے زَیْدٌ، زَیْدًا، زَیْدٍ۔ تنوین کی پانچ قسمیں ہیں:

1: تنوین تمکن، جو اسم کے معرب اور منصرف ہونے پر دلالت کرے جیسے زیدٌ

2: تنوین تنکیر، جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صَهٍ بمعنی اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَّافِي وَقْتٍ مَّا

3: تنوین عوض، جو مضاف الیہ کے عوض آئے جیسے يَوْمَئِذٍ، اصل میں یوم اذکان کذا، تھا پھر مضاف الیہ یعنی اِذْكَانَ كَذَا کو حذف کر دیا جس کے عوض تنوین لائی۔

4: تنوین مقابلہ، جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے عوض میں آئے جیسے مسلماتٌ

5: تنوین ترنم، جو تحسین صورت کے لیے شعر کے آخر میں آئے جیسے وَقُوْلِيْ اِنْ اَصَبت لَقَدْ اَصَابَنْ، اَصَابَنْ کے آخر میں تنوین ترنم ہے اصل میں اَصَابَ تھا۔

وَيُحْذَفُ مِنَ الْعَلَمِ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ ایسے علم سے تنوین وجوبا حذف کر دیتے ہیں جو علم لفظ ابن کے ساتھ موصوف ہو اور لفظ ابن دوسرے علم کی طرف مضاف ہو جیسے جَاءَنِي زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو، میں زید سے کثرتِ استعمال کی وجہ سے تنوین حذف کر دی۔

متن: نُوْنُ التَّاكِيْدِ خَفِيْفَةٌ سَاكِنَةٌ وَمُشَدَّدَةٌ مَفْتُوْحَةٌ مَعَ غَيْرِ الْاَلِفِ تَخْتَصُّ بِالْفِعْلِ الْمُسْتَقْبِلِ فِي الْاُمُوْرِ وَالنَّهْيِ وَالْاِسْتِفْهَامِ وَالتَّمَنِّيْ وَالْعَرْضِ وَالْقَسَمِ وَقَلَّتْ فِي النَّفْيِ وَلَزِمَتْ فِي

مُثْبَتِ الْقَسَمِ وَكَثُرَتْ فِي مِثْلِ إِمَّا تَفْعَلَنَّ وَمَا قَبْلَهَا مَعَ ضَمِيْرِ الْمُذَكَّرِيْنَ مَضْمُوْمٌ وَمَعَ الْمُخَاطَبَةِ مَكْسُوْرٌ وَفِيْمَا عَدَا ذَالِكَ مَفْتُوْحٌ وَتَقُوْلُ فِي التَّثْنِيَةِ وَجمعِ الْمُؤَنَّثِ فِي اِضْرِبَانِّ وَاضْرِبْنَانِّ وَلَا تَدْخُلُهُمَا الْخَفِيْفَةُ خِلَافًا لِيُوْنُسَ وَهُمَا فِي غَيْرِهِمَا مَعَ الضَّمِيْرِ الْبَارِزِ كَالْمُنْفَصِلِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَكَالْمُتَّصِلِ وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ هَلْ تَرَيَنَّ وَتَرَوُنَّ وَتَرَيِنَّ وَاُغْزُوَنَّ وَاُغْزُنَّ وَاُغْزِنَّ وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ لِلسَّاكِنِ فِي الْوَقْفِ فَيُرَدُّ مَا حُذِفَ وَالْمَفْتُوْحُ مَا قَبْلَهَا تُقْلَبُ اَلِفًا فَقَطْ

ترجمہ: نون تاکید ایک خفیفہ ساکنہ اور دوسرا نون مشددہ مفتوحہ جو کہ الف کے ساتھ نہ ہو خاص ہے فعل مستقبل کے ساتھ اور داخل ہوتا ہے امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض، قسم میں اور نفی میں اس کا داکل ہونا قلیل ہے اور وہ قسم جو مثبت ہو اس میں لازم ہے اور کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے "اما تفعلنّ" جیسے مثالوں میں، اور اس کا ما قبل دونوں مذکروں کی ضمیر کے ساتھ مضموم ہوتا ہے اور مخاطبہ کے ساتھ مکسور ہوتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے صیغوں میں مفتوح ہوتا ہے اور تو کہے تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں "اضربانّ، اضربنانّ" اور نہیں داخل ہوتا ان دونوں میں نون خفیفہ اس میں یونس کا اختلاف ہے۔ اور تاکید کے دونوں نون ان دونوں کے علاوہ دوسرے صیغوں میں ضمیر بارز کے ساتھ منفصل کلمہ کی طرح ہیں پس اگر وہ نہ ہو تو کلمہ متصل کی طرح آتے ہیں اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے "ھل ترین، ترون، ترین، اغزون، اغزن، اغزن" اور نون خفیفہ حذف کر دیا جاتا ہے، ساکن کی وجہ سے اور وقف کی صورت میں اور اس کے بعد جو حذف ہوتا ہے وہ لوٹا لیا جاتا ہے اور نون خفیفہ ما قبل جب مفتوح ہو تو نون خفیفہ الف سے بدلا جاتا ہے۔

تشریح:

نون تاکید:

نون تاکید دو قسم پر مشتمل ہے خفیفہ اور ثقیلہ، نون تاکید خفیفہ ساکن ہوتا ہے کیونکہ یہ مبنی ہے اور مبنی میں اصل سکو ہے اور نون تاکید ثقیلہ اگر تثنیہ یا جمع مؤنث کے الف کے بعد نہ ہو تو مفتوح ہوتا ہے جیسے اضربن، اور مذکورہ الف کے بعد ہو تو مکسور ہوتا ہے جیسے اضربنا، اضربنان۔

نون تاکید اس فعل مستقبل کے ساتھ مختص ہے جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض یا قسم کے ضمن میں ہو جیسے اضربن، اضربن، لاتضربن، لاتضربن، ھل یضربن، ھل یضربن، لیتک تضربن، لیتک تضربن، الا تنزلن بنافتصب خیرا، واللہ لاضربن زیدا، واللہ لاضربن زیدا۔ اس کے علاوہ ماضی یا حال پر نون تاکید داخل نہیں ہوتا۔

وَقَلَّتْ فِی النَّفْیِ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ نون تاکید نفی کے ساھ بہت کم آتا ہے کیونکہ نون تاکید طلب کی تاکید کے لیے آتا ہے اور نفی کی طلب کے معنی سے خالی ہے البتہ نہی کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے نفی میں نون تاکید کا آنا جائز ہے جیسے زید مایقومن، اگر قسم کا جواب مثبت ہو تو اس میں نون تاکید کا آنا واجب ہے جیسے واللّٰہ لاضربن زیدا، اور اگر حرف شرط کے ساتھ مازائدہ آیا ہو تو وہاں نون تاکید کثرت سے آتا ہے جیسے فاماترین من البشر احدا۔

وَمَا قَبْلَهَا مَعَ ضَمِيْرِ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کر رہے ہیں کہ نون تاکید سے ماقبل حرف جمع مذکر کے صیغوں میں مضموم ہوتا ہے جیسے اضربن، اور واحد مؤنث مخاطب کے صیغہ میں مکسور ہوتا ہے جیسے اضربن، اور ان کے علاوہ دیگر صیغوں میں جن کے آخر میں الف تثنیہ و جمع نہ ہو مفتوح ہوتا ہے جیسے اضربنّ، تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں نون تاکید سے پہلے الف ہوتا ہے نون تاکید کے بعد بھی یہ الف برقرار رہتا ہے جیسے اضربانّ، اضربنانّ۔ تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں کے ساتھ التقاء ساکنین کی وجہ سے نون تاکید خفیفہ لاحق نہیں ہوتا، البتہ یونس نحوی کے نزدیک مذکورہ صیغوں کے ساتھ نون تاکید خفیفہ لاحق ہو سکتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک التقاء ساکنین علی غیر حدہ جائز ہے۔

وَهُمَا فِي غَيْرِهِمَا۔۔الخ"کی وضاحت:

چونکہ معتل کے تثنیہ و جمع مؤنث کے صیغوں کا وہی حکم ہے جو صحیح کا ہے اس لیے مصنف نے فعل معتل کے احکام بیان کیے ہیں چنانچہ ان دو صیغوں کے علاوہ باقی صیغوں کی دو قسمیں ہیں(1) جن کے آخر میں ضمیر بارز ہو جیسے جمع مذکر(2) جن کے آخر میں ضمیر مستتر ہو جیسے واحد مذکر مخاطب۔ پہلی قسم میں نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے یعنی مذکورہ صیغون کو کسی اور کلمہ کے ساتھ ملانے کی صورت میں اگر ان کا آخری حرف ساقط ہو جاتا ہے تو نون تاکید ملانے کی صورت میں بھی وہ حرف ساقط ہو جائے گا اور اگر دوسرے کلمہ کے ساتھ آخری حرف ساقط نہیں ہوتا ہے تو نون تاکید ملانے کی صورت میں بھی ساقط نہ ہوگا۔ دوسری قسم کے صیغوں میں نون تاکید کلمہ متصلہ یعنی الف تثنیہ کی طرح ہے یعنی جس طرح کہ الف تثنیہ سے پہلے معتل کا لام کلمہ محذوف نہیں ہوتا اور مفتوح ہوتا ہے اسی طرح نون تاکید سے پہلے حذف شدہ حرف کو واپس لایا جائے اور وہ مفتوح ہوگا جیسے اغز سے اغزونّ۔

وَمِنْ ثَمَّ قِيلَ هَلْ۔۔الخ"کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ فرمارہے ہیں کہ ضمیر بارز کے ساتھ نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اور ضمیر مستتر کے ساتھ کلمہ متصلہ طرح ہے "ھل ترینّ" کو یاء مفتوح کے ساتھ پڑھیں گے جس طرح کہ تثنیہ کی یاء مفتوح ہوتی ہے اور "ترونّ" جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اس میں چونکہ ضمیر بارز ہے اور نون تاکید کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اس لیے اس کے واؤ کو مضموم پڑھیں گے اور ترین، واحد مؤنث مخاطب کا صیغہ ہے اس میں ضمیر بارز ہے اس نون تاکید ملانے کی صورت میں اس کی حذف شدہ یاء کو واپس لایا ہے۔ اور "اغزونّ" واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اس میں ضمیر مستتر ہے اس لیے واؤ کو واپس لا کر فتحہ دیا ہے۔ اور اغزنّ جمع مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اس میں ضمیر بارز ہے اس لیے واؤ کو واپس نہیں لایا ہے۔ اور "اغزنّ" واحد مؤنث مخاطب کا صیغہ ہے اس میں یاء حذف ہوتی ہے جیسا کہ اگر یہ کسی اور کلمہ کے ساتھ متصل ہوتا تو یاء حذف ہوتی۔

وَالْمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ۔۔الخ" کی وضاحت:

یہاں سے مصنف علیہ الرحمہ بیان کررہے ہیں کہ نون تاکید خفیفہ کے بعد اگر کوئی ساکن حرف آیا تو التقاء ساکنین کی وجہ سے نون خفیفہ گر جاتا ہے جیسے "لاتھین الفقیر" جو کہ اصل میں "لاتھین الفقیر" تھا۔ اسی طرح وقف کی صورت میں بھی نون خفیفہ گر جاتا ہے اور وہ حرف جو نون خفیفہ کی وجہ سے ساقط ہو تھا واپس لوٹ آتا ہے کیونکہ علتِ حذف یعنی التقاء ساکنین نہیں رہا جیسے اغزوا، سے اغزن۔ اور وقف کی وجہ سے دوبارہ "اغزوا" پڑھیں گے۔ نون تاکید خفیفہ سے پہلے اگر فتحہ ہو تو اس کو وقف کی صورت میں الف سے بدل دیں گے جیسے اضربن سے اضربا، یہ اس لیے کہ نون خفیفہ تنوین کے ساتھ مشابہ ہے اور تنوین کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس سے پہلے فتحہ ہو تو وقف کی صورت اسے الف سے تبدیل کیا جائے گا اسی طرح نون خفیفہ کو بھی مذکورہ صورت میں الف سے تبدیل کیا جائے گا۔

الحمدللہ رب العلمین آج بروز پیر 28 دسمبر 2020ء کافیہ کی شرح کی تکمیل ہوئی اللہ پاک اسے نافع بنائے۔ آمین